www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقيق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقيق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ

www.KitaboSunnat.com

قرآنیات

قرآنی مباحث پر مضامین کا مجموعہ

محمد رفیق چودھری

مکتبہ قرآنیات لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب ——— قرآنیات
ناشر ——— مکتبۂ قرآنیات ، لاہور
تعداد ——— ۱۰۰۰
اشاعت اول ——— ۱۹۸۸ء
قیمت ——— ۵۲ روپے
مطبع ——— میٹرو پرنٹرز، لاہور

ملنے کے پتے

۱ - اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ ، شاہ عالم مارکیٹ لاہور
۲ - ادارۂ ترجمان القرآن، رحمان مارکیٹ ، اردو بازار لاہور
۳ - مکتبۂ تعمیر انسانیت، ۴۰ اردو بازار لاہور
۴ - ڈوگر سنز، الکریم مارکیٹ ، اردو بازار لاہور
۵ - اسلامی اکادمی ، الفضل مارکیٹ ، اردو بازار لاہور
۶ - نیو القمر بک کارپوریشن گنج بخش روڈ، لاہور فون ۵۵۳۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین

	صفحہ
دیباچہ	۸
فہرست مضامین	۳
۱ - اسماءِ قرآن	۱۱
۲ - قرآن اور رسُول کا باہمی تعلق	۳۹
قرآن و رسُولؐ میں رُوح و قالب کا تعلق	۴۰
رسُولؐ بحیثیت مُعلّم و شارح	۴۱
رسُولؐ بحیثیت شارع	۴۲
رسُولؐ بحیثیت مُطاع	۴۳
رسُولؐ بحیثیت مُبیّنِ قرآن	۴۴
قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا	۴۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفحہ

۳ ۔ قرآن کی ایک تشبیہ ۵۸

اہم الفاظ کی تحقیق

عربی میں 'قلب' کا مفہوم

قساوتِ قلبی کیا ہے؟

۴ ۔ قرآن کی احکامی اور غیر احکامی آیات ۷۹

۵ ۔ قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ ۹۸

اَلَمْ تَرَ کے معنی

تفسیر القرآن بالقرآن ۱۰۲

اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ کے معنی ۱۰۵

تَرْمِیْهِمْ کا مفہوم ۱۰۷

بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ کے معنی ۱۰۹

حاصب یعنی سخت آندھی ۱۱۱

نصرتِ الٰہی کا قانون ۱۱۲

اجماعِ اُمّت کے خلاف ۱۱۵

قریش پر بے حمیتی کا الزام ۱۱۶

۶ ۔ تفسیر سورۂ کوثر ۱۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفحہ

تعارف ۱۱۹

زمانۂ نزول ۱۱۹

شانِ نزول ۱۲۲

ماقبل سورہ سے ربط ۱۲۴

مابعد سورہ سے ربط ۱۲۵

لغوی تحقیق ۱۲۶

کوثر کی تاویل ۱۲۶

ان اقوال میں تطبیق ۱۲۹

اِنَّآ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۱۳۲

الفاظ کا دروبست اور فصاحت وبلاغت ۱۳۴

کوثر کی کی بشارت ۱۳۷

۷ - کیا کوئی رسُول کبھی قتل نہیں ہُوا ؟ ۱۴۰

قرآن کے نصوص ۱۴۳

متجدّدین کا فکری تضاد ۱۴۵

۸ - قرآن اور عُشر ۱۵۰

عُشر کیا ہے ؟ ۱۵۶

قرآن اور عُشر ۱۵۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفحہ

۹ - قرآن اور جرمِ زنا کی سزا

جرمِ زنا کی شناعت ۱۷۸
زنا مجموعۂ جرائم ہے ۱۷۸
شادی شدہ آدمی کا جرمِ زنا ۱۸۰
قرآن میں جرمِ زنا کی سزا ۱۸۳
محصنات کا مفہوم ۱۸۶
سیاقِ کلام ۱۸۹
حالتِ احصان ۱۹۳
محصنات کے مفہوم کے بارے میں مفسرین کرام کی آراء ۱۹۵
آیتِ جلد کا حکم ۲۰۱
آیتِ جلد اور مفسرین کرام ۲۰۵
قرآن حکیم اور قتلِ نفس ۲۰۶
سنت اور سزائے رجم ۲۱۸
فقہائے اسلام اور حدِ رجم ۲۳۳
حدِ رجم کا اثبات ۲۴۴
۲۵۳

۱۰ - قتلِ خطا میں عورت کی دیت

۲۶۰
قرآن اور مسئلۂ دیت ۲۶۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	صفحہ
حدیث اور مسئلۂ دیت	۲۷۰
آثارِ صحابہؓ اور اجماعِ صحابہؓ	۲۸۰
اجماعِ اُمت	۲۸۰
حاصلِ بحث	۲۸۱
۱۱ - اسلام میں عورت کی گواہی	۲۸۳
قرآن میں عورت کی گواہی	۲۸۳
حدیث میں عورت کی گواہی	۲۸۴
فقہائے اسلام اور عورت کی گواہی	۲۸۵
اعتراضات کے جوابات	۲۸۶
۱۲ - عورت کے چہرے کا پردہ	۳۰۲
۱۳ - اقبال کا تصورِ جنّت و دوزخ	۳۱۳
ان تصورات کا تجزیہ	۳۲۱
لُغت کی دلیل	۲۲۵
اُصولِ تفسیر کی دلیل	۳۲۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

یہ کتاب دراصل میرے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جو اکثر و بیشتر اس سے قبل ملک کے دینی جرائد میں اشاعت پذیر ہو چکے ہیں۔ ان مضامین کا تعلق چونکہ قرآن مجید کے علوم و معارف اور احکام و مباحث سے ہے، اس لئے ان کو "قرآنیات" کے نام سے مرتب کیا گیا ہے۔ فی الحال اس سلسلے کی یہ پہلی کڑی ہے۔ انشاء اللہ آئندہ بھی اسی سلسلۂ مضامین کا دوسرا مجموعہ مدوّن کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

"قرآنیات" کی یہ پہلی جلد ۱۳ مضامین پر مشتمل ہے۔

پہلا مضمون "اسماءِ قرآن" ہے اس میں قرآن کے اُن صفاتی ناموں کی شرح و تفصیل ہے جو خود قرآن مجید میں وارد ہوتے ہیں۔

دوسرا مضمون "قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلق" ہے۔ اس میں کتاب و سُنّت سے واضح کیا گیا ہے کہ رسولؐ یا سُنّتِ رسولؐ سے الگ کر کے قرآن کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت شارح قرآن ہیں اور آپؐ کی سُنّت دراصل قرآن کی شرح و تفسیر ہے۔

تیسرا مضمون "قرآن کی ایک تشبیہ" ہے۔ اس میں بنی اسرائیل کی قساوتِ قلبی کو پتھروں سے تشبیہ دے جانے کی تشریح کی گئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا مضمون "قرآن کی احکامی اور غیر احکامی آیات" ہے۔ اس میں قرآنی آیات کی اس تقسیم کو غیر ضروری قرار دیا گیا ہے۔

پانچواں مضمون "قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ" ہے۔ اس میں اُن لوگوں کے اس نظریے کا ابطال کیا گیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اصحابِ فیل کی تباہی پرندوں کی سنگ باری سے نہیں ہوئی تھی بلکہ پرندے صرف لاشوں کو کھانے کے لئے آتے تھے تاکہ جوارِ کعبہ کو تعفّن سے پاک کرنے کا بلدیاتی کام سرانجام دیں۔

چھٹا مضمون "تفسیر سُورہ کوثر" ہے۔ اس میں قرآن مجید کی اس سب سے چھوٹی سورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

ساتواں مضمون ہے "کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہُوا"؟ اس مضمون میں بعض لوگوں کے اس تصوّر کی تردید کی گئی ہے جو نبی اور رسول کے مابین یہ فرق بھی کرتے ہیں کہ یہ تو ممکن ہے کہ کوئی نبی قتل ہو جائے مگر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی رسول بھی کبھی قتل ہو۔

آٹھواں مضمون "قرآن اور عُشر" ہے۔ اس میں ایک سے زیادہ آیاتِ قرآنی کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ قرآن مجید میں کئی مقامات پر عُشر کا حکم موجود ہے۔

نواں مضمون "قرآن اور جُرمِ زنا کی سزا" ہے اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ جُرمِ زنا میں محصن (شادی شدہ) کی سزا سنگساری ہے اور یہ سزا قرآن مجید کے ہرگز خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ ایک سُنّتِ ثابتہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کی حیثیت سے یہ قرآن ہی کی شرح و تفسیر ہے اور اُس کے مطابق ہے ۔ جبکہ ازروئے قرآن غیر محصن زانی کی سزا سو کوڑے ہے ۔

دسواں مضمون "قتلِ خطا میں عورت کی دیت" ہے ۔ اس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ قتلِ خطا میں عورت کی دیت مرد کی دِیت کا نصف ہے ۔

گیارھواں مضمون " اسلام میں عورت کی گواہی" ہے ۔ اس میں کتاب وسُنّت کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے کہ معاملات میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے ۔

بارھواں مضمون "عورت کے چہرے کا پردہ" ہے ۔ اس میں قرآنِ حکیم کے حُکمِ حجاب کی وضاحت کی گئی ہے کہ اجنبی مردوں سے عورت کو اپنے چہرے کا پردہ کرنا ضروری ہے ۔

تیرھواں مضمون " اقبال کا تصوّرِ جنّت و دوزخ " ہے ۔ اس میں اقبال مرحوم کے تصوّرِ جنّت و دوزخ پر قرآن کی روشنی میں تنقید کی گئی ہے ۔

ھذا ما عندی والعلم عند اللہ وھو ولی التوفیق ۔

محمد رفیق چودھری

لاہور

یکم اکتوبر ۱۹۸۸ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَسماءُ القُرآن

قرآن مجید نے اپنی گوناگوں اور مختلف حیثیات کے پیش نظر اپنے لئے بعض ایسے صفاتی نام تجویز کیے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنا تعارف کراتا ہے اور جس کے نتیجے میں اُس کا عظیم مرتبہ و مقام واضح ہوتا ہے۔

اس ضمن میں اگرچہ لفظِ 'قرآن' کی لغوی بحث میں کئی اقوال ملتے ہیں تاہم اس لفظ کی حیثیت بھی اسم علم یعنی اُس کے اصل نام کی ہو گئی ہے۔ کیونکہ بعض دوسری الہامی کتابوں مثلاً توریت اور انجیل (جو کہ اب لفظی اور معنوی طور پر محرّف ہو چکی ہیں) کے اسماء کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کے لئے جو نام اختیار کیا ہے وہ قرآن ہی ہے۔ سورۃ توبہ میں ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ	بے شک اللہ نے اہل ایمان
الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ	سے خرید لیا ہے اُن کی جانوں
وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ	کو اور اُن کے مالوں کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَهُمُ الْجَنَّةَ ط يُقَاتِلُوْنَ	کے عوض ہیں کہ اُنہیں جنّت
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ	ملے گی۔ یہ لوگ اللہ کی راہ
وَیُقْتَلُوْنَ قف وَعْدًا	میں لڑتے ہیں تو کبھی قتل کر
عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ	ڈالتے ہیں اور کبھی قتل ہو
وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ ط	جاتے ہیں۔ اس پر ہمارا ایک
(سورۂ توبہ آیت ۱۱۱)	سچا وعدہ ہے توریت میں،
	انجیل میں اور قرآن میں۔

پھر اس کتاب الٰہی کے تمام اسماء میں بھی سب سے زیادہ "قرآن" ہی کا نام مذکور ہوا ہے۔ بالکل اُسی طرح جس طرح اسماءِ حُسنیٰ میں "اللہ" کا نام ہی قرآن مجید میں سب سے زیادہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔

قرآن مجید نے اپنے لئے جو اسماء و القاب اختیار کئے ہیں۔ اُن کو ہم اس مضمون میں حروفِ تہجّی کے اعتبار سے بیان کریں گے اور ہر ایک نام کے تحت صرف ایک ہی حوالے پر اکتفا کریں گے تاکہ طوالت پیدا نہ ہو۔

۱۔ احسن الحدیث

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "احسن الحدیث" ہے۔ جس کے معنی ہیں: "بہترین کلام، عُمدہ ترین بات"۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی کلام بہترین اور عُمدہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ اُس خالقِ کائنات کا کلام ہے جس کا کوئی شریک وسہیم اور ثانی نہیں ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ	اللہ نے بہترین کلام نازل کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كِتَابًا مُّتَشَابِهًا	ہے، ایک کتاب، باہم ملتی
مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ	جلتی اور بار بار دُہرائی ہوئی
مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ	اس سے اُن لوگوں کی جِلد کانپ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج	اُٹھتی ہے جو اپنے ربّ سے
(الزمر آیت ۲۳)	ڈرتے ہیں۔

۲۔ اَمر

قرآن مجید کا ایک نام "اَلْاَمْر" ہے جس کے معنی "حکم" کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں "اَلْاَمْر" ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام بیان ہوتے ہیں جن کی تعمیل اور اطاعت کرنا اُس کے بندوں پر فرض ہے۔

ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ	یہ حکم ہے اللہ کا جو اُس نے
اِلَيْكُمْ ط (الطلاق آیت ۵)	تمہارے پاس بھیجا ہے۔

۳۔ بُرہان

قرآن مجید کی ایک صفت "البُرہان" ہے جس کے معنی ہیں: "مضبوط اور روشن دلیل"، "حُجّتِ قاطع"، ہر حال میں سچی دلیل۔ قرآن مجید کے البُرہان ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حجّتِ قاطع ہے ہر شبہے کا ازالہ، ہر اعتراض کا جواب اور ہر سوال کا تشفی بخش جواب ہے۔ یہ اپنی دلیل آپ ہے اور

؎ آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

والی بات ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ	اے لوگو! تمہارے پاس یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ	ایک دلیل تمہارے رب کی طرف
رَّبِّكُمْ وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ	سے آچکی ہے اور ہم نے تمہاری
نُوْرًا مُّبِيْنًا ہ	طرف ایک کھلا ہوا نور بھیجا
(النساء ۱۷۴)	ہے۔

۴۔ بُشریٰ 'بُشریٰ' بھی قرآن مجید کا ایک نام ہے۔ جس کے معنی 'خوشخبری' کے ہیں۔ قرآن مجید کے 'بُشریٰ' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو جنّت کی بشارت دیتا ہے۔ وہ اُن کو اُن کے اچھے اعمال کے بہتر بدلے اور ثواب کی خوشخبری سُناتا ہے۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ	اور ہم نے آپ پر کتاب
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ	نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول
هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ	دینے والی اور اہلِ اسلام
بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ہ	کے حق میں ہدایت اور رحمت
(النحل ۸۹)	اور خوشخبری ہے۔

۵۔ بشیر 'بشیر' بھی قرآن مجید کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کے معنی ہیں 'خوشخبری دینے والا'، 'بشارت دینے والا'۔ یہ لفظ حضورؐ کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔ قرآن مجید اِن معنوں میں بشیر ہے کہ وہ انسان کو آخروی زندگی کی نعمتوں، آسائشوں اور جنّت کی بشارت دیتا ہے بشرطیکہ وہ اس قرآن مجید کی پیروی کرے اور وہ نیک لوگوں کو جنّت کے اچھے انجام کی خوش خبری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ج (حٰمٓ سجدہ ۳، ۴)	یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی قرآن عربی جو سمجھ والوں کے لئے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔

۶۔ بصائر قرآن مجید کی ایک صفت 'بصائر' ہے۔ جو بصیرت کی جمع ہے جس کے معنی ہیں 'سوجھ بوجھ'، 'علم کی روشنی'، 'کھلی حقیقت'۔ قرآن مجید اس مفہوم میں 'بصائر' ہے کہ وہ ایسی کھلی حقیقتوں کا بیان ہے جن سے انکار ممکن نہیں ہے۔ وہ علم کی ایسی روشنی ہے جس میں کسی دھوکے، فریبِ نظر، جہالت یا گمراہی کا کوئی امکان نہیں ہے۔ وہ دل کی آنکھوں کے پردے ہٹا دینے والی کتاب ہے۔

هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (الجاثیہ ۲۰)	یہ (قرآن) لوگوں کے لئے بصیرتوں کا مجموعہ ہے اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین لانے والوں کے لئے بڑی رحمت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷- بلاغ قرآن مجید کا ایک نام "بلاغ" بھی ہے جس کے معنی ہیں "پیغام" یا "وہ ذریعہ جو منزلِ مقصود تک پہنچا دے"۔ قرآن مجید کو بلاغ اس لئے کہا گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس کے بندوں کے نام پیغام ہے۔ اور یہ قربِ الٰہی کا ذریعہ بھی ہے۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ	یہ (قرآن) لوگوں کے لئے
وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَ	ایک پیغام ہے اور تاکہ
لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ	اس کے ذریعے سے وہ
اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ	خبردار کر دیئے جائیں اور
لِيَذَّكَّرَ اُولُوا	تاکہ وہ یقین کرلیں کہ وہی
الْاَلْبَابِ ۝	ایک معبود ہے اور تاکہ عقل
(ابراھیم ۵۲)	والے نصیحت حاصل کریں۔

۸- بیان قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "بیان" بھی ہے جس کے معنی ہیں، "اظہارِ حقیقت"، "کسی چیز کا کھل کر سامنے آنا"، "واضح ہو جانا" اور "وہ دلیل جس سے کوئی چیز ظاہر ہو جائے"۔ قرآن مجید اِن معنوں میں بیان ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے انسان، کائنات اور خدا کے بارے میں اصل حقیقت کا اظہار ہے۔ وہ راہ ہدایت کو واضح کرتا اور زندگی کی غلط راہوں کی نشاندہی کرتا ہے

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ	یہ لوگوں کے لئے ایک بیان
وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ	ہے اور ڈرنے والوں کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ ہدایت اور نصیحت ہے۔

(آل عمران ۱۳۸)

۹۔ بیّنہ قرآن مجید کی ایک صفت 'بیّنہ' ہے جس کے معنی ایسی واضح حقیقت اور روشن دلیل کے ہیں جو عقلی اعتبار سے اور محسوس طور پر واضح ہو۔ قرآن مجید کے 'بیّنہ' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی کھلی حقیقت اور روشن دلیل ہے جو عقل کو اپیل کرتی ہے اور جسے انسانی بصیرت محسوس کرتی ہے۔

فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ — پس اب آ چکی ہے تمہارے
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى — پاس تمہارے رب کی طرف
وَّرَحْمَةٌ ج — سے ایک روشن دلیل اور
(الانعام ۱۵۶-۱۵۷) — ہدایت اور رحمت۔

۱۰۔ تبیان قرآن مجید کا ایک نام 'تبیان' ہے جس کے معنی ہیں 'واضح اور مفصّل طور پر بیان کرنا'۔ قرآن مجید کے 'تبیان' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس نے ہر اُس چیز کو واضح اور مفصّل طور پر بیان کر دیا ہے جس کا تعلق عقیدے اور عمل سے ہے۔ گویا قرآن مجید وہ کتاب ہے جس میں دینِ اسلام کی پوری وضاحت موجود ہے اور شہادتِ حق ادا کر دی گئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ — اور ہم نے آپؐ پر کتاب
تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ — نازل کی ہے ہر بات کو کھول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ٥ (النحل ۸۹)	دینے والی اور اہلِ اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے ۔

۱۱ - تذکرہ

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "تذکرہ" ہے جس کے معنی ہیں "یاد دلانا"، یاد دہانی کرانا"۔ قرآن مجید ان معنوں میں تذکرہ ہے کہ یہ ہمیں ہماری اصل فطرتِ اسلامی یعنی توحید کے سبق کی یاددہانی کراتا ہے ۔ وہ ہمارے ضمیر کو خوابِ غفلت سے جگاتا اور اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ اور بے لاگ انصاف کی طرف ہماری توجہ مبذول کراتا ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ٥ (الحاقۃ ۴۸)	اور یہ (قرآن) بے شک نصیحت ہے متقیوں کیلئے۔

۱۲ - تنزیل

قرآن مجید کا ایک نام "تنزیل" بھی ہے ۔ جس کے معنی ہیں "نازل کرنا"، "نازل شدہ"، "اُتارا ہوا"۔ قرآن مجید کو اس لئے "تنزیل" کہا گیا کیونکہ وہ اللہ کا نازل کردہ کلام ہے ۔کسی انسان یا مخلوق کا قول نہیں ہے ۔ اور اُسے اللہ تعالےٰ نے نہایت اہتمام سے نازل فرمایا ہے ۔

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط (الشعراء ۱۹۲)	اور بے شک یہ (قرآن) پروردگار عالم کا اُتارا ہوا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ حق قرآن مجید کی ایک صفت "حق" بھی ہے۔ حق کے معنی ہیں ایسی بات جو ثابت ہو، اٹل ہو، اَمِٹ ہو اور قائم و باقی رہنے والی ہو۔ قرآن ان معنوں میں "حق" ہے کہ اس کی ہر بات اٹل ہے، ثابت ہے اور حقائق و واقعات کے مطابق ہے۔ اس کی ہر دلیل سچی اور ہر دعویٰ مبنی بر حق ہے۔ زمان و مکاں کے تغیر سے اس کی بات میں کوئی تغیر واقع نہیں ہو سکتا۔ یہ اپنے مقابلے میں آنے والی ہر چیز کے سامنے قائم و ثابت ہے اور کوئی چیز اس کے مقابلے میں آ کر ٹھہر نہیں سکتی۔ اس میں ثبات اور قیام ہے، فرار اور زوال نہیں۔

بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ	اصل یہ ہے کہ میں نے ان
وَ اٰبَآءَ هُمْ حَتّٰى	لوگوں کو اور ان کے باپ
جَآءَ هُمُ الْحَقُّ	دادوں کو خوب سامان دیا۔
وَ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾	یہاں تک کہ اُن کے پاس
وَ لَمَّا جَآءَ هُمُ	حق اور ایک روشن رسول
الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا	آ گیا۔ اور جب اُن کے پاس
سِحْرٌ وَّ اِنَّا بِهٖ	حق آ گیا تو وہ بولے کہ یہ
كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾	تو جادو ہے اور ہم اُس کے
(الزخرف ۲۸-۲۹)	منکر ہیں۔

۱۴۔ حکم قرآن مجید کا ایک نام "حکم" بھی ہے۔ جس کے معنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں 'فیصلہ'، 'ماخذِ قانون'، اور 'ضابطۂ حیات'۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'حکم' ہے کہ یہ انسانی زندگی کے لئے مکمل ضابطہ ہے۔ ہر قسم کے معاملات کے لئے ماخذِ قانون اور بہترین فیصلہ ہے اور اس میں حیاتِ انسانی کے لئے اوامر و نواہی کے ضابطے موجود ہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ	اور اسی طرح ہم نے اس
حُكْمًا عَرَبِيًّا ط	(کتاب) کو نازل کیا ہے
(الرعد ۳۷)	بطور ایک صاف حکم کے۔

۱۵۔ حکمت

قرآن کی ایک صفت 'حکمت' بھی ہے جس کے معنی ہیں 'دانائی'، 'محکم اور دانشمندانہ بات'، 'فیصلے میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھنا اور' اور 'جہالت، گمراہی اور افراط و تفریط سے بچ کر چلنا'۔ قرآن مجید اس لحاظ سے 'حکمت' ہے کہ اس میں دانائی ہی کی باتیں مذکور ہوئی ہیں۔ اس میں جہالت و نادانی کا گزر نہیں کیونکہ یہ ایک حکیم و دانا ہستی کا کلام ہے۔ اس کی ہر بات محکم ہے اور دانش پر مبنی ہے۔ اور عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کو پیش نظر کر کے کہی گئی ہے۔

وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ	اور ان لوگوں کے پاس اتنی
الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ	خبریں پہنچ چکی ہیں کہ جن میں
مُزْدَجَرٌ o حِكْمَةٌ	کافی عبرت ہے۔ اعلیٰ درجے
بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ	کی دانشمندی ہے۔ مگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

النُّذُرُ ہ — خبردار کرنے والی چیزیں
(القمر ۵،۴) — انہیں کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔

۱۶۔ حکیم قرآن مجید کا ایک نام "حکیم" بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "دانا"، "عقل و دانش سے بھرپور"، "حکمت بھرا" یہ اللہ کے اسماءِ حُسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے "حکیم" ہے کہ اس کے ہر بیان میں حکمت، دانائی اور بصیرت ہے اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو بلا مقصد ہو، فضول یا بے کار ہو اس کے ہر حُکم میں حکمت و مقصد، اُس کی ہر بات میں دانش و دانائی موجود ہے۔

یٰسٓ ہ وَالْقُرْاٰنِ الْحَکِیْمِ ہ — یاسین۔ قسم ہے قرآنِ حکیم کی۔
(یٰسٓ ۱، ۲)

۱۷۔ ذِکر قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "ذِکر" ہے۔ جس کے معنی "نصیحت"، "یاددہانی" اور شرف و عزّت کے ہیں۔ قرآن مجید کو ذکر اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے انسانوں کے لئے ایک نصیحت نامہ ہے۔ وہ ایک ایسی یاددہانی ہے جس سے انسان کا خوابیدہ ضمیر اور اُس کی خُفتہ فطرت کو جگایا جا سکتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے خالق کی صحیح معرفت حاصل کر سکے اور راہِ ہدایت پر گامزن ہو سکے۔ نیز وہ سابقہ اقوام کے عروج و زوال کو بیان کر کے انسان کی توجہ قوانینِ الٰہی اور نوامیسِ فطرت کی طرف مبذول کراتا ہے۔ مزید برآں قرآن مجید اس لحاظ سے بھی ذِکر ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ اس پر عمل کرکے قومیں عزت و شرف حاصل کر سکتی ہیں اور اس کو ترک کرکے وہ قعرِ مذلت میں گر سکتی ہیں۔

اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۝	بے شک ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا ہے
(الحجر ۹)	اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں۔

۱۸- ذکریٰ قرآن مجید کی ایک صفت "ذکریٰ" بھی آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں بھی "نصیحت" اور یاد دہانی کے ہیں۔ قرآن مجید اس لحاظ سے ذکریٰ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نوعِ انسانی کے لئے ایک نصیحت ہے جو اُن کی سوئی ہوئی فطرتِ اسلامی کو بیدار کرتی ہے۔ تاکہ وہ اپنے بھولے ہوئے خالق کو یاد کرکے اُس کی بتائی ہوئی راہ پر چلیں۔

کِتٰبٌ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ فَلَا یَکُنۡ فِیۡ صَدۡرِکَ حَرَجٌ مِّنۡہُ لِتُنۡذِرَ بِہٖ وَ ذِکۡرٰی لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۝	یہ ایک کتاب ہے جو آپ پر نازل کی گئی تاکہ آپ اس کے ذریعہ سے لوگوں کو خبردار کریں۔ پس آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہو۔ اور یہ ایک نصیحت ہے
(الاعراف)	اہلِ ایمان کے لئے۔

۱۹- رحمت قرآن مجید کی ایک صفت "رحمۃ" ہے۔ جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معنی 'مہربانی'، 'شفقت' اور 'عطیہ' کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'رحمت' ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے بندوں کو جہالت، نادانی اور گمراہی سے بچانا چاہتا ہے۔ وہ یہ پسند نہیں کرتا کہ اس کے بندے جہالت و ضلالت کے اندھیروں میں بھٹکتے پھریں اور دُنیا و آخرت میں اُس کے غضب و عذاب کے مستحق ٹھہریں۔ اس لئے یہ اُس نے اپنی خاص مہربانی اور شفقت فرمائی کہ اُن کے لئے ایک ایسی کتاب نازل کر دی جس پر عمل پیرا ہو کر وہ اپنے مقصدِ حیات کے گوہرِ مراد کو پا سکتے ہیں۔ اور وہ اس کے ذریعے اللہ کا نہیں بلکہ اپنا فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اور یہ کتاب انسانوں کو اُن کی کسی محنت کے صلے میں یا اُن کے کسی عمل کے بدلے میں نہیں ملی ہے بلکہ یہ سراسر فضلِ الٰہی، عطیۂ خداوندی اور عنایتِ ربانی کی صورت میں اُن کے پاس آئی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ۝	اور ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے۔ ہر بات کو کھول دینے والی اور اہلِ اسلام کے حق میں ہدایت اور رحمت
(النحل ۸۹)	اور خوشخبری ہے۔

۲۰۔ رُوح قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'الرُّوح' بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں، 'زندگی'، 'رحمت'، اور 'وحیِ الٰہی'۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'الرُّوح' ہے کہ اس سے مُردہ دلوں کو حیاتِ تازہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا یہ فضل و احسان ہے کہ اُس نے کتاب کی صورت میں ایسی وحی نازل کردی جس کے ذریعہ انسان دُنیا و آخرت میں فلاح و کامرانی سے ہم کنار ہو سکتا ہے اور خسارہ و نقصان سے بچ سکتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ	اور اسی طرح ہم نے آپ کے
اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ	پاس رُوح یعنی اپنا حکم بھیجا
اَمْرِنَا ۚ (الشوریٰ ۵۲)	ہے۔

۲۱۔ شفاء قرآن مجید کی ایک صفت "شفاء" بھی ہے جس کے معنی کسی مرض پر غالب آنے اور صحت یاب ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید اس لحاظ سے "الشفاء" ہے کہ اس سے دلوں کے امراض پر قابو پایا جا سکتا ہے اور اس کے ذریعے رُوحانی اور نفسیاتی بیماریوں، مثلاً جہالت، کبر، غرور، حرص، بخل، حسد اور کینہ وغیرہ کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ	اے لوگو! تمہارے پاس
جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ	تمہارے رب کی طرف سے
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ	ایک نصیحت آگئی ہے اور
شِفَآءٌ لِّمَا فِي	شفا بھی (اُن بیماریوں کیلئے)
الصُّدُوْرِ ۙ وَ	جو سینے میں ہوتی ہیں اور
هُدًى وَّرَحْمَةٌ	اہلِ ایمان کے لئے ہدایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ٥ (یونس، ۵۷)　　اور رحمت۔

۲۲۔ صِدق

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'الصِّدق' بھی ہے۔ جس کے معنی 'سچائی اور نیک نامی' کے ہیں۔

قرآن مجید کے 'الصِّدق' ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ سراسر سچائی اور صداقت ہے۔ اس کے بیان میں کسی قسم کے جھوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ اس کی باتیں سچی ہیں۔ اس کے دعوے برحق ہیں۔ انسان اور کائنات کے بارے میں جو کچھ اُس نے بیان کر دیا ہے وہ حق و صداقت پر مبنی ہے۔ اور وہ ایک ایسی کتاب ہے جس کا ذکرِ خیر قیامت تک ہوتا رہیگا۔ اُس کا احترام ہمیشہ باقی رہے گا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ	پس اُس سے بڑھ کر بے
كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ	انصاف کون ہے جو اللہ پر
كَذَّبَ بِالصِّدْقِ	جھوٹ لگائے اور سچی بات
اِذْ جَآءَهٗ اَلَيْسَ فِيْ	کو جھٹلائے، جبکہ وہ اُس
جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ٥	کے پاس پہنچے۔ کیا ایسے
وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ	کافروں کا ٹھکانا جہنم نہ ہوگا؟
وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ	اور جو لوگ سچی بات لے کر
هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ٥	آئے اور خود بھی اُس کو سچ
	جانا، تو یہی لوگ ہیں جو
(الزمر ۳۲، ۳۳)	پرہیزگار ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۳- عجب

قرآن مجید کی ایک صفت "عجب" ہونا ہے۔ جس کے معنی ہیں "بہت عجیب، دل پذیر، اور اثرانگیز" قرآن مجید اس اعتبار سے "عجب" کہلاتا ہے کہ یہ عام انسانی کلام کی طرح کا کلام نہیں ہے بلکہ یہ خالقِ کائنات کا کلام ہے۔ جو اپنی فصاحت و بلاغت میں بے نظیر، اپنی تاثیر میں یکتا اور دل پذیری میں منفرد ہے۔ یہ ایک معجزہ ہے۔ جس کی مثال پیش کرنے سے تمام مخلوقات عاجز ہیں۔

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ	آپ کہیں کہ میرے پاس
اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ	وحی آئی اس بات کی کہ
الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا	جنوں میں سے ایک گروہ
سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ	نے قرآن سنا، پھر انہوں
(الجن ۱)	نے کہا کہ ہم نے ایک عجب
	(عجیب) قرآن سنا ہے۔

۲۴- عربی

قرآن مجید کی ایک صفت "عربی" ہے۔ جس کے معنی ہیں "فصیح" اور "واضح" طور پر بیان کرنے والا، قرآن مجید کے عربی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہے۔ اس کی زبان ایسی ہے جو فصیح و بلیغ ہے۔ اس کے بیان میں کوئی اُلجھاؤ یا ابہام نہیں ہے۔ اُس کی بات میں کجی یا پیچیدگی نہیں ہے۔ وہ اپنی بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ پیش کرتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اپنا مدعا عمدہ طریقے سے بیان کر دیا ہے۔

اِنَّآ اَنۡزَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝	بے شک ہم نے یہ عربی قرآن نازل کیا ہے تاکہ تم سمجھو۔

۲۵۔ عزیز قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'عزیز' بھی ہے جس کے معنی ہیں 'زبردست'، 'غالب'، 'عزت والا' اور 'نادر'۔ یہ نام اللہ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید اس لحاظ سے 'عزیز' ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایسا زبردست کلام ہے جس میں کبھی کوئی تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہ کتاب نہایت عزت و احترام کی حامل ہے اور یہ اللہ کا نادر کلام ہے۔

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيۡزٌ ۝ لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ ؕ	اور بے شک یہ عزیز (زبردست) کتاب ہے جس میں باطل نہ آگے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے۔

(حٰم السجدہ ۴۱: ۴۲)

۲۶۔ عظیم قرآن مجید کا ایک نام 'عظیم' بھی ہے جس کے معنی ہیں 'عظمت والا'۔ یہ نام بھی اللہ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'عظیم' ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا بڑا باعظمت کلام ہے۔ یہ شہنشاہِ کائنات کا عالی مرتبہ کلام ہے۔ اس کی عظمت و جلالت کے آگے پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ	اور بے شک ہم نے آپ
سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ	کو سات (آیتیں) دیں
وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ	جو دُہرائی جاتی ہیں اور
(الحجر ۸۷)	قرآنِ عظیم۔

۲۷۔ علم قرآن مجید کی ایک صفت "العلم" ہے۔ جس کا مطلب ہے "یقینی علم"، "صحیح معلومات"، "حقیقتِ نفس الامری کا علم"، "حقیقت و واقعیت کا معلوم ہونا"۔

قرآن مجید اس پہلو سے "العلم" ہے کہ خالقِ کائنات اور علیم و خبیر خدا کا اُتارا ہوا ہے جو حقائق و واقعات کا صحیح علم ہے اور جس میں غلطی اور خطا کا کوئی امکان نہیں۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ	اور اسی طرح ہم نے اس
حُكْمًا عَرَبِيًّا وَلَئِنِ	(کتاب) کو نازل کیا ہے بطور
اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ	ایک صاف حکم کے، اور اگر
بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ	آپ کہیں ان کی خواہشوں
الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ	پر چلنے لگیں بعد اس کے کہ
وَّلِيٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝	آپ کے پاس علم پہنچ چکا
(الرعد ۳۷)	ہے تو آپ کا نہ کوئی مددگار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔

۲۸۔ فرقان قرآن مجید کا ایک نام "الفرقان" بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں "فرق کرنا" حق و باطل میں فرق و امتیاز کرنے والا" اور "حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا" قرآن مجید اس لحاظ سے "الفرقان" ہے کہ یہ حق و باطل کی راہوں میں اور حلال و حرام چیزوں میں فرق و امتیاز کرتا ہے۔ اپنے اوامر و نواہی کو وضاحت سے بیان کرتا ہے اور اپنے ماننے والوں کے لئے بصیرت کی روشنی ہے جس سے وہ صواب و ناصواب اور جائز و ناجائز میں تمیز کرسکتے ہیں۔ وہ ایک معیار اور کسوٹی ہے جس سے ہر چیز کی قدر و قیمت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ (الفرقان ۱)	بڑی عالی ذات ہے وہ جس نے یہ فرقان اپنے بندے پر نازل کیا تاکہ وہ تمام اہلِ جہاں کے لئے خبردار کرنے والا ہو۔

۲۹۔ کتاب قرآن مجید کی ایک صفت "الکتاب" ہے جس کے معنی ہیں "تحریر"، "ضابطہ"، "حکم"، "قانون"، "مجموعہ"۔ قرآن مجید ان معنوں میں "الکتاب" ہے کہ وہ رب العالمین کا ضابطہ و قانون اور حکمنامہ ہے اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ	اور یہ کتاب ہے جو ہم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُّبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ط (الانعام ۹۲)	نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مصداق ہے اُس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار کریں مکہ اور اُس کے اِردگرد والوں کو۔

۳۰- کریم قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'الکریم' ہے جس کے معنی ہیں 'شرف والا'، 'باوقار' اور 'معزز'، یہ اللہ تعالےٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'الکریم' ہے کہ وہ کسی حقیر مخلوق کی بات نہیں ہے۔ وہ کسی جن یا کاہن کا قول نہیں ہے بلکہ اس کائنات کے خالق و مالک کا برگزیدہ کلام ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ لا (الواقعہ ۷۷)	اور یہ ایک معزز قرآن ہے۔

۳۱- کلامُ اللہ قرآن مجید کی ایک صفت 'کلام اللہ' ہے جس کے معنی ہیں 'اللہ کی بات'، یا 'اللہ کا قول'۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'کلام اللہ' ہے کہ وہ اللہ کا کلام ہے۔ کسی مخلوق کی کہی ہوئی بات یا کسی بندے کا قول نہیں ہے۔

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ	اور اگر مشرکین میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ (التوبہ ۶)	کوئی آپ سے پناہ کا طالب ہو تو اُسے پناہ دیں تاکہ وہ اللہ کا کلام سُن سکے پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچا دیں ۔

۳۲ - مُبارک

قرآن مجید کی ایک صفت 'مُبارک' آئی ہے ۔ جس کے معنی ہیں 'بابرکت'، 'فیض بخش'، 'اضافے والی'، قرآن مجید اس اعتبار سے 'مُبارک' ہے کہ اس سے انسان پر راہ ہدایت بآسانی کُھلتی ہے اُس کے ایمان و عمل میں برکت ہوتی ہے ۔ اس کے پڑھنے، اس کے سمجھنے اور اُس کے مطابق زندگی گزارنے میں ثواب و اجر ہے جسے اللہ تعالٰی کئی گُنا بڑھا دیتا ہے ۔ یہ فیض پہنچانے والی اور برکت دینے والی کتاب ہے ۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ (الانعام ۹۲)	اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، جو مُبارک ہے اور مصداق ہے اُس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار کریں۔ مکّہ اور اُس کے اردگرد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والوں کو۔

۳۳۔ مُبین

قرآن کا ایک 'صفاتی' نام 'مُبین' آیا ہے۔ جس کے معنی ہیں 'واضح'، 'کھلا'، 'ظاہر'۔ قرآن مجید ان لحاظ سے 'مبین' ہے کہ وہ اپنی تعلیمات کو بالکل واضح طور پر پیش کرتا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ	یہ تو ایک نصیحت اور واضح
وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝	قرآن ہے۔

(لیٰس ۶۹)

۳۴۔ مُتشابہ

قرآن مجید کی ایک صفت 'متشابہ' آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں 'باہم ملتا جلتا'، 'تضاد سے پاک'، 'ہم رنگ'، 'ہم آہنگ'۔ قرآن مجید ان معنوں میں 'متشابہ' ہے کہ اس کی تعلیمات ملتے جلتے انداز میں جلوہ گر ہوتی ہیں۔ ایک ہی واقعہ مختلف اسلوبِ بیان سے ہمارے سامنے آتا ہے۔ اور اس کے مضامین میں کسی طرح کا کوئی تضاد نہیں ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ	اللہ نے بہترین کلام نازل
الْحَدِيْثِ كِتٰبًا	کیا ہے، ایک کتاب،
مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ	باہم ملتی جلتی اور بار بار
تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ	دہرائی ہوئی۔ اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج	اُن لوگوں کی جلد کانپ اُٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔
(الزمر ۲۳)	

۴۵۔ مَثانی

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'مَثانی' بھی ہے، جس کے معنی ہیں 'جوڑا جوڑا'، 'دہرائی جانے والی چیزیں'۔ قرآن مجید اس پہلو سے 'مثانی' ہے کہ اس میں متوازی اور متضاد چیزوں کو بیان کرنے کا اُسلوب پایا جاتا ہے۔ ایک جگہ اہلِ ایمان کا ذکر ہے تو ساتھ ہی اہلِ کُفر کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اسی طرح جنّت کے تذکرے کے ساتھ دوزخ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ نیز وہ ایک ہی قِسم کے واقعات وقصص کو کئی بار مختلف اسالیبِ بیان سے دُہراتا ہے۔ کہیں مُجمل اور کہیں مفصّل انداز سے پیش کرتا ہے۔

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ج	اللہ نے بہترین کلام نازل کیا ہے، ایک کتاب، باہم ملتی جلتی اور بار بار دُہرائی ہوتی۔ اس سے اُن لوگوں کی جلد کانپ اُٹھتی ہے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔
(الزمر ۲۳)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳۶۔ مجید

قرآن حکیم کا ایک صفاتی نام 'مجید' ہے۔ جس کے معنی 'بزرگی والا'، اور 'برتر' کے ہیں۔ یہ نام اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے 'مجید' ہے کہ وہ بزرگ و برتر ہستی کا بزرگ و برتر کلام ہے۔ وہ ایسا کلام ہے جس کی بہت سی خوبیاں اور کمالات ہیں۔

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۙ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ (البروج ۲۱، ۲۲)

اصل یہ ہے کہ یہ بزرگی والا قرآن ہے لوحِ محفوظ میں (لکھا ہوا)

۳۷۔ مُصَدِّق

قرآن مجید کا ایک وصف 'مُصَدِّق' ہونا ہے۔ جس کے معنی ہیں 'مصداق'، 'تصدیق و تائید کرنے والا'۔ قرآن مجید ان معنوں میں مُصَدِّق ہے کہ وہ انبیاء سابقین اور پہلی کتابوں کی پیش گوئیوں کا مصداق ہے۔ اور وہ سابقہ کتبِ سماویہ کے بارے میں یہ تائید و تصدیق کرتا ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض انبیاء کرام پر نازل ہوتی تھیں۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ

اور یہ کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے، بڑی برکت والی ہے اور مُصَدِّق (مصداق) ہے اُس کی جو اس سے پہلے ہو چکی ہیں، تاکہ آپ خبردار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الانعام ۹۲) کریں مکہ اور اُس کے ارد گرد والوں کو۔

۳۸- موعظت قرآن مجید کی ایک صفت "موعظۃ" بھی آئی ہے۔ جس کے معنی ہیں "نصیحت"، "خیر خواہی" اور کسی شخص کو کسی کام کے اچھے اور بُرے نتیجے سے آگاہ کر کے اس کے دل کو نرم کرنا۔ قرآن مجید کو "موعظۃ" اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے۔ اس میں اُن کی خیر خواہی اور بھلائی کے جذبے سے اُن کو سمجھایا گیا ہے۔ اور اُن کو اُن کے اچھے اور بُرے انجام سے آگاہ کیا گیا ہے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ — یہ لوگوں کے لئے ایک بیان ہے اور ڈرنے والوں کیلئے ہدایت اور نصیحت ہے۔

(آل عمران ۱۳۸)

۳۹- مُہَیمِن قرآن مجید کا ایک صفاتی نام "مُہَیمِن" ہے۔ جس کے معنی ہیں "نگہبان"، "محافظ" یہ لفظ "امن" سے بنا ہے اور اس میں ہمزہ (ء) ھ سے بدل گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے بھی ہے۔ قرآن مجید ان معنوں میں مہیمن ہے کہ یہ اپنے سے پہلے کی تمام کتبِ سابقہ کی اصل اور بنیادی تعلیمات کا محافظ اور اُن کی صداقتوں کا امین ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ۔(المائدہ ۴۸)	اور ہم نے آپ پر یہ کتاب برحق اُتاری ہے۔ جو مصداق ہے اُن کتابوں کی جو اس سے پہلے آچکی ہیں اور اُن پر مُہیمن (محافظ) ہے۔

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'نذیر' بھی ہے۔

۴۰۔ نذیر جس کے معنی ہیں 'خبردار کرنے والا'، 'خطرے سے ڈرانے والا'۔ یہ لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کے طور پر بھی آیا ہے۔ قرآن مجید اس اعتبار سے 'نذیر' ہے کہ وہ انسان کو اُس کی بد اعمالی کے بُرے انجام سے خبردار کرتا ہے۔ اور اُسے اللہ تعالےٰ کی نافرمانی کے نتیجے میں ہونے والے دوزخ کے عذاب سے ڈراتا ہے۔

كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ (حٰمٓ سجدہ ۳، ۴)	یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں کھول کر بیان کردی گئی ہیں یعنی قرآن عربی جو سمجھ والوں کے لئے مفید ہے اور انہیں بشارت دینے والا اور خبردار کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۱۔ نُور قرآن مجید کا ایک نام "نُور" بھی ہے۔ جس کے معنی "روشنی" اور "اُجالے" کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں "نُور" بھی ہے۔ کہ وہ جہالت اور گمراہی کے اندھیروں کو دُور کرتا اور علم ہدایت کی روشنی بکھیرتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ	اے لوگو! تمہارے پاس
جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ	یقیناً ایک دلیل تمہارے
مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ	رب کی طرف سے آچکی ہے
اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝	اور ہم نے تمہاری طرف
(النساء ۱۷۴)	ایک کھلا ہوا نُور بھیجا
	ہے۔

۴۲۔ وحی قرآن مجید کی ایک صفت "وحی" ہے۔ جس کے معنی ہیں "اشارۂ سریع" القاء اور الہام کے ہیں۔ قرآن مجید ان معنوں میں "وحی" ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کی نازل کردہ بات اور اُس کا پیغام ہے۔ کسی مخلوق کا قول نہیں ہے۔ وہ خالقِ کائنات کا کلام ہے جو اُس کے آخری رسُول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا کیا گیا ہے۔

اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ	یہ تو تمام تر وحی ہے جو اُن
يُّوْحٰى ۝	پر بھیجی جاتی ہے۔
(النجم ۴)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴۳۔ ہُدٰی

قرآن مجید کا ایک صفاتی نام 'ھُدًی' بھی ہے جس کے معنی 'ہدایت' اور 'رہنما' کے ہیں۔ قرآن مجید اس اعتبار سے 'ہُدًی' ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نوعِ انسانی کے لئے سراپا ہدایت ہے۔ وہ انسان کو صحیح راہ پر چلاتا اور غلط راہوں سے بچاتا ہے۔ وہ گمراہی سے نکال کر صراطِ مستقیم کی طرف بُلاتا ہے۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ کاموں کی جانب دعوت دیتا اور اُس کی نافرمانی کے کاموں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ انسان کو صحیح، بامقصد نیک اور اللہ کے احکام کی تابع زندگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اور شیطان کے راستوں کو چھوڑنے کی تاکید کرتا ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ	ماہِ رمضان وہ ہے جس
أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ	میں ایسا قرآن نازل کیا
هُدًى لِّلنَّاسِ وَ	گیا جو لوگوں کے لئے
بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى	ہدایت ہے اور اس میں
وَالْفُرْقَانِ ج	ہدایت اور فرقان کے کھلے
(البقرۃ ۱۸۵)	دلائل موجود ہیں۔

اس طرح قرآن مجید نے اپنے بہت سے اسماء، والقاب اور صفاتی ناموں کے ذریعے اپنا تعارف خود ہی کرا دیا ہے۔ اسکے بعد اسکی حقیقی عظمت و جامعیت کا صحیح تصوّر ہمارے سامنے آجاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور رسولؐ کا باہمی تعلّق

قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں رُوح اور قالب کا تعلّق ہے۔ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور رسول اس کتاب کا مُعلّم ہے۔ قرآن کلامِ الٰہی ہے اور رسولؐ اس کلامِ الٰہی کا مُدعا و مفہوم واضح کرنے والا مُبَیِّن ہے۔ قرآن ایک دستور (Constitution) ہے اور رسولؐ اس دستور کی مستند اور معتبر تشریح و تعبیر کرنے والا (Explainer and Interprater) اور شارع (Law-Giver) ہے۔

رسُولؐ کی یہ تمام حیثیات خود قرآنِ حکیم نے مُتعیّن کر دی ہیں اور ان کے مطابق رسُولؐ نے اپنا فریضہ رسالت سر انجام دیا ہے۔

رسُولؐ کا یہی وہ منصبِ رسالت ہے جس میں اُمّت کا کوئی فرد آپؐ کا ہرگز شریک نہیں ہے اس لئے کہ رسُولؐ کے علاوہ دوسرا کوئی شخص صاحب وحی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کے بارے میں جو تشریح و تعبیر اور تعلیم و تشریع فرمائی اس میں کسی خطا کا کوئی امکان نہیں ہے کیونکہ حضورؐ معصوم عن الخطا ہیں اور رسُولؐ کی تشریح و تعبیر بھی قرآنی حکم کی طرح واجب العمل ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ قرآن و رسولؐ میں رُوح و قالب کا تعلق

قرآن کا ارشاد ہے۔

قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكُمْ	اللہ نے تمہاری جانب ذکر (قرآن)
ذِكْرًا ۙ رَّسُوْلًا یَّتْلُوْا	نازل کیا ہے یعنی رسولؐ جو تمہیں
عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ اللّٰهِ مُبَیِّنٰتٍ	اللہ کی واضح آیات پڑھ کر سناتا
لِّیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا	ہے تاکہ وہ اہل ایمان اور نیکو کاروں
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ	کو اندھیروں سے نکال کر روشنی
الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ	کی طرف لے آئے۔

(الطلاق ۱۰:۱۱)

اس مقام پر ذکر یعنی قرآن کا بدل رسولؐ ہے گویا قرآن اور رسولؐ ہدایت کے باب میں یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآن جن حقائق کی یاد دہانی کراتا ہے رسولؐ بھی انہی حقائق کی یاد دہانی کرانے والا ہے۔ رسولؐ کی اسی صفت کو قرآن نے ایک اور جگہ بیان فرمایا ہے کہ:

فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ	پس آپ یاد دہانی کرا دیجیے،
مُذَكِّرٌ ۔ (الغاشیہ ۲۱)	آپؐ تو یاد دہانی کرانے والے ہیں

ابوداؤد کی روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پُوچھا۔

"یا ام المؤمنین حدثینی	اے اُمّ المومنین! مجھے رسُول اللہ
عن خلق رسول الله صلی	صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ علیہ وسلم، قالت: | بارے بتلائیے؟ انہوں نے فرمایا
الست تقرء القرآن؟ فان | "کیا تو نے قرآن نہیں پڑھا؟
خلق رسول اللہ صلی اللہ | کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
علیہ وسلم کان القرآن۔ | وسلم کے اخلاق تو بس قرآن تھا۔

(سنن ابی داؤد، باب صلاۃ اللیل)

دوسروں الفاظ میں قرآن اگر روح ہے تو رسولؐ اس کا قالب ہے، قرآن اگر جان ہے تو رسولؐ اس کا جسم ہے۔

۲ - رسولؐ بحیثیت معلّم و شارح قرآن

قرآن فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ | اللہ نے مومنین پر یہ بڑا احسان کیا
اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ | ہے کہ ان کے درمیان خود انہی
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ | میں سے ایک ایسا رسولؐ مبعوث
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ | کیا جو اُس کی آیات پڑھ کر
يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ | لوگوں کو سناتا ہے اور اُن کو کتاب
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ | وحکمت سکھاتا ہے۔ حالانکہ اس
لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ | سے پہلے یہی لوگ کھلی گمراہی میں
(آل عمران ۱۶۴) | مبتلا تھے۔

یہی مضمون سورہ بقرہ آیات ۱۲۹ اور ۱۵۱ نیز سورہ جمعہ آیت ۲ میں بھی آیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے رسولؐ کو معلّم قرآن کی حیثیت دی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو تلاوتِ آیات سے الگ ایک منصب ہے۔

۳۔ رسول ؐ بحیثیت شارع

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ	جو لوگ اُمّی نبی و رسول کی پیروی
النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ	کرتے ہیں جسے وہ اپنے ہاں
يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ	تورات اور انجیل میں بھی لکھا
فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ	ہُوا پاتے ہیں، وہ ان کو معروف
يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ	کا حکم دیتا اور مُنکر سے روکتا ہے۔
وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ	وہ ان کے لئے پاکیزہ چیزوں
وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ	کو حلال اور ناپاک چیزوں کو
وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ	حرام ٹھہراتا ہے وہ ان پر
يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ	سے وہ بوجھ اور پابندیاں
الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ	اُتارتا ہے جو اُن پر پہلے سے
عَلَيْهِمْ ۭ (الاعراف،۱۵۷)	رہی ہیں۔

اس آیت کے الفاظ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور صفت آئے ہیں.... جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول ؐ کو تحلیل و تحریم کا کام بھی سپرد کیا گیا ہے اور جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو قرآنی دستور کی روشنی میں تشریع (Legislation) کا حق حاصل ہے احادیث سے بھی آپؐ کے شارع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کا ثبوت ملتا ہے مثلاً ایک حدیث ہے۔

مَا بُعِثَ نَبِیُّ اللّٰہِ اِلَّا مُحِلًّا وَمُحَرِّمًا۔ اللہ نے اپنے نبیؐ کو حلال و حرام ٹھہرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

(مسلم، کتاب الصید، مسند احمد)

فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابوں میں جگہ جگہ الشارع (Law - Giver) کا لفظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور ایک علم کے آتا ہے اور یہ لفظ ہمارے دینی ادب میں حضورؐ کی صفت کے طور پر مستعمل ہے اس تفصیل سے رسولؐ کی تشریعی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

۴۔ رسولؐ بحیثیت مُطاع

پھر جس طرح قرآن واجب الاطاعت ہے اسی طرح رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب الاطاعت مُطاع ہیں۔ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے کہ:۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ۔ یعنی اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو۔ مثال کے طور پر سورۃ محمد میں ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَکُمْ ۝ اے مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسولؐ کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال خراب نہ کرو۔

(آیت ۳۳)

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اور ہم نے ہر رسولؐ کو اسی لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔	بھیجا ہے کہ اللہ کے اِذن سے
(النساء ۶۴)	اُس کی اطاعت کی جائے ۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ	رسُولؐ جو کچھ تمہیں دے، لے لو
فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ	اور جس چیز سے روکے اس
فَانْتَهُوْا ۔ (الحشر ۷)	سے رُک جاؤ ۔

ان آیات سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم واجب الاطاعت مُطاع ہیں ۔

۵ ۔ رسُولؐ بحیثیت مُبیّنِ قرآن

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت کا ایک اہم فریضہ یہ تھا کہ آپ قرآن کی تبیین فرمائیں تاکہ لوگوں پر اس کا صحیح مُدّعا و مفہوم واضح ہو سکے اور وہ اس کے مطابق ٹھیک ٹھیک عمل کر کے دُنیا و آخرت میں فوز و فلاح سے ہم کنار ہوں ۔

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتَابَ	اور ہم نے آپ کی طرف ذکر
لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ	یعنی قرآن نازل کیا ہے تاکہ
اِلَيْهِمْ ۔	تم لوگوں پر وہ چیز واضح کر دو
(النحل ۴۴)	جو ان کے لئے نازل ہوئی ہے

اگر تبیین کا یہ خدائی اہتمام نہ ہوتا تو قرآن مجید باوجود اپنے عربی مُبین ہونے کے عملی دنیا میں سب کے لئے ایک مُعمّہ اور چیستان بن کر رہ جاتا ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تبیین قرآن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خاص پیغمبرانہ منصب ہے جو آپؐ کے سوا اس اُمت کے کسی فرد کو حاصل نہیں۔ کیونکہ کوئی دوسرا شخص آپ کی طرح معصوم عن الخطا نہیں ہے کہ اس کی تبیین کی صحت پر پوری طرح اعتماد کیا جاسکے۔ اور نہ ہی دوسرا شخص رسول یا نبی ہے کہ اس تبیین کو یہ مقام حاصل ہو کہ اسے من وعن اور بے چون وچرا تسلیم کر لیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیغمبرانہ حیثیت سے قرآن کی جو تبیین وتشریح فرمائی۔ اس کی چند اہم صورتیں یہ تھیں۔

۱۔ قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا۔

۲۔ قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا۔

۳۔ قرآن کے کسی حکم عام میں تخصیص کر دینا۔

اب ہم ان تینوں امور کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ قرآن کے کسی مجمل حکم کی تفصیل یا تشریح بیان کرنا۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن مجید اُصول وکلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام مجمل طور بیان ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر نماز کے حکم کو لیجئے نماز دین کا ستون اور سب سے افضل عمل ہے۔ اور قرآن میں اکثر آتا ہے کہ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) مگر قرآن یہ نہیں بتاتا کہ اقامتِ صلوٰۃ کا عملی طریقہ کیا ہے؟ اوقات نماز کیا ہیں؟ رکعاتِ نماز کتنی ہیں؟ ہیئت وترکیب نماز کیا ہیں؟ یہ سب چیزیں ہمیں سُنّت بتاتی ہے اور سنت کی شرح وتفصیل کے بغیر کوئی شخص وہ نماز نہیں پڑھ سکتا جس کا حکم قرآن نے دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح قرآن مجید میں دین کا دوسرا بڑا حکم ایتائے زکوٰۃ یعنی زکوٰۃ ادا کرنے کا موجود ہے۔ مگر اس کی عملی تفصیل بیان نہیں ہوئی۔ نصابِ زکوٰۃ کیا ہے؟ زکوٰۃ کب واجب ہوتی ہے؟ اور صاحبِ نصاب کون شخص ہے؟ ان تمام سوالوں کا جواب ہمیں سنّت دیتی ہے اور زکوٰۃ کے فریضہ کو ایک قابلِ عمل حکم بناتی ہے۔ ورنہ سنت کی غیر موجودگی میں زکوٰۃ کی ادائیگی ایک ناممکن العمل چیز ہے۔ سنّت کے ذریعے قرآن کے مجمل احکام کی تفصیلات کا طے کرنا بھی تبیین قرآن کا ایک حصہ ہے۔

۲۔ قرآن کے کسی مطلق حکم کی تقیید یا تحدید کرنا

قرآن مجید میں کئی جگہ مطلق احکام وارد ہوئے ہیں۔ سنّتِ نبوی قرآن کی تبیین کرتے ہوئے بعض مطلق احکام کو مقیّد یا محدود کرتی ہے اور اس طرح سنت کے ذریعے سے قرآن کے حکم کا اصل منشا اور صحیح عملی اطلاق واضح ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

۱۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا۔	چور مرد اور چور عورت، دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

(المائدہ ۳۸)

اس طرح قرآن نے ہر چور مرد اور چور عورت کے لئے قطع ید کا مطلق حکم دیا ہے اور جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے، ایک سوئی اور ایک پیسہ چوری کرنے والا بھی "سارق" ہے اور اس کو قطع ید کی سزا دی جانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چاہیئے۔ مگر سنّت اس بظاہر مطلق حکم کو مقیّد اور محدود کر دیتی ہے۔ وہ "سارق" کی تعریف کر کے اس کے لئے حد جاری کرتی ہے۔ چوری کی کم سے کم مقدار یعنی نصابِ سرقہ مقرر کرتی ہے جس سے کم کی چوری "سرقہ" نہیں ہے۔ صرف محفوظ و محروز مال کی چوری پر چوری کا اطلاق کرتی ہے۔ غیر محفوظ مال چرانے والے کو "سارق" قرار نہیں دیتی۔ اس طرح قرآن کے ایک مُطلق حکم پر بعض قیود عائد کر کے اسے مقیّد اور محدود کر دیتی ہے[1]

---

[1] بعض فقہائ نے سنّت کی اسی حیثیت کے پیشِ نظر یہ بات کہی ہے کہ السنۃ قاضیۃ علی الکتاب جس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کو قرآن کے بارے میں فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ بعض لوگوں نے اس بات کی مخالفت اس غلط فہمی کی بنا پر کی ہے کہ یوں اس کے قائلین نے سنّت کو قرآن پر مقدم کر دیا ہے۔ حالانکہ امرِ واقعہ یہ نہیں ہے۔ جیسا کہ امام شاطبیؒ نے تصریح کی ہے۔

"فمعنی کون السنۃ قاضیۃ علی الکتاب انہا مبینۃ لہ فلا یوقف مع اجمالہ واحتمالہ وقد بینت المقصود منہ، لا انہا مقدمۃ علیہ۔" (موافقات جلد ۴ ص ۱۰۴)

السنۃ قاضیۃ علی الکتاب۔ کے معنی یہ ہیں کہ سنّت قرآن کی تبیین و تشریح کرتی ہے اور اس کے اجمال و احتمال کا اصل مقصود اور مدّعا واضح کرتی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سنت کو قرآن پر تقدم یا فوقیت حاصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

۲- اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي	زانیہ عورت اور زانیہ مرد دونوں
فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ	میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے
مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ	مارو۔

(النور ۲)

جہاں تک ظاہر الفاظ کا تعلق ہے قرآن کا یہ حکم مطلق طور پر آیا ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہر قسم کے جرم زنا کی سزا سو کوڑے ہیں۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے کیونکہ ایسا سمجھنا خود قرآن کی اُس نص کی خلاف ورزی ہے، جس میں قرآن حکیم نے لونڈیوں کے ارتکاب زنا پر اُن کیلئے پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ (ملاحظہ ہو النساء آیت ۲۵)

اس کے بعد سنت نے آزاد زانیوں میں سے صرف غیر شادی شدہ زانیوں پر اس حکم کا اطلاق کیا ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن کے حکم کا منشا یہی ہے اس لئے کہ سنت قرآن ہی کی تبیین و تشریح کا نام ہے جسے اس سے الگ یا اُس کے خلاف قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اور سنت کا یہ کام خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ عین موافق قرآن ہے۔

۳- قرآن کے کسی حکم عام کی تخصیص کرنا۔

قرآن مجید میں بعض ایسے اُمور بھی ہیں جن کی نوعیت "حکم عام" کی ہوتی ہے اور جہاں تک قرآن کے عموم الفاظ کا تعلق ہے تعمیم کی وجہ سے ان کا حکم نوع مذکور کے تمام افراد پر حاوی ہوتا ہے۔ مگر سنت بعض افراد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اس عموم سے الگ کر دیتی ہے اور ان پر اس حکمِ عام میں سنت کی تخصیص کرنا بھی منشائے قرآنی کو واضح کرنے کے لئے ہے اور اس سے "قرآن کی خلاف ورزی" لازم نہیں آتی۔

تخصیص کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ قرآنِ مجید کا ارشاد ہے۔

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ	اللہ نے تمہارے لئے صرف
وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ	مُردار، خون اور سُور کا گوشت
وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ	حرام ٹھہرایا ہے اور جو غیر اللہ
اللَّهِ ج (البقرہ ۱۷۳)	کے نام سے منسوب ہو،

اس مقام کے علاوہ اور بھی چند ایک مقامات پر قرآن نے میتہ یعنی ہر قسم کا مُردہ جانور حرام قرار دیا ہے مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

اُحلت لنا میتتان ـ	ہمارے لئے دو مُردار حلال
السمك و الجراد ـ	ہیں۔ ایک مچھلی، دوسری
(ابوداؤد، حاکم، ترمذی، ابن ماجہ)	ٹڈی۔

ایک دوسری روایت حضرت ابوہریرہؓ کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سمندر کے پانی کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس سے وضو کیا جا سکتا ہے تو آپ نے فرمایا۔

ھوالطھور ماؤہ والحل	اُس (سمندر) کا پانی پاک ہے
(دوی الحلال) میتتہ ـ	اور اس کا مُردار (مردہ مچھلی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلال ہے۔

(موطا، ابوداؤد، ترمذی، النسائی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد)

ان دونوں حدیثوں کی رُو سے مُردہ مچھلی اور مُردہ ٹڈی دونوں حلال ہیں اور ان روایات کی بنیاد پر فقہاءِ اُمت نے قرآن کے حکم عام میں تخصیص مانی ہے اور قرآن کے حکم کے مطابق ہر قسم کا مردار حرام سمجھتے ہوئے مردہ مچھلی اور مردہ ٹڈی کا معاملہ الگ قرار دیا ہے اور ان دونوں کو سنت کے حکم کے تحت حلال سمجھا ہے اور یہ چیز خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن یہی ہے۔

۲۔ قرآن مجید نے نماز کے لئے وضو کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا	اے مسلمانو! جب نماز کے لئے
قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا	اٹھو تو اپنے منہ اور کہنیوں
وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ	تک ہاتھ دھو لیا کرو، اپنے
إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا	سروں کا مسح کیا کرو اور
بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ	ٹخنوں تک اپنے پاؤں بھی
إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۔	دھو لیا کرو۔

(المائدہ - ۶)

قرآن نے وضو میں پاؤں دھونے کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ مگر حدیث میں ہے کہ مسح علی الخفین یعنی جس شخص نے موزے پہن رکھے ہوں تو وہ پاؤں نہ دھوئے بلکہ موزوں پر مسح کرلے۔ اس کے لئے یہی حکم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن سعد بن ابی وقاص	سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی
عن النبی صلی اللہ علیہ	ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
وسلم انہٗ مسح علی	موزوں پر مسح کیا)
الخفین ۔	

(صحیح بخاری جلد اوّل کتاب الوضو باب المسح علی الخفین)

قرآن کا حکم بظاہر عام تھا کہ ہر وضو کرنے والا پاؤں دھوئے مگر سنت نے تخصیص کر دی کہ متخفف (موزے پہنے ہوئے) شخص کے لئے پاؤں دھونے کا نہیں بلکہ مسح علی الخفین کا حکم ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ موزوں پر مسح بھی کامل الطہارۃ چیز ہے اور اس کے ساتھ پورا وضو ہو جاتا ہے۔ اس طرح قرآن کا حکم ہر اُس آدمی کے لئے عام ہے جو موزے پہنے ہوئے نہ ہو اور سنت کا حکم اس شخص کے لئے خاص ہے جس نے موزے پہن رکھے ہوں۔ اور دونوں حکموں میں کوئی تناقض نہیں ہے۔

۲۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔

وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ	اور اللہ نے تجارت کو حلال
حَرَّمَ الرِّبٰوا (البقرۃ ۲۷۵)	اور سود کو حرام ٹھہرایا ہے۔

گویا قرآن نے ہر قسم کی تجارت کو حلال اور ہر قسم کے سود کو حرام ٹھہرایا ہے مگر حدیث میں آتا ہے کہ:

ان اللہ و رسولہ حرما	اللہ اور اس کے رسولؐ نے
بیع الخمر والمیتۃ	شراب، مردہ جانور اور بتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والاصنام ۔ کی تجارت کو حرام ٹھہرایا ہے۔

(بخاری و مسلم عن جابرؓ)

اس کے علاوہ دیگر روایات بھی ملتی ہیں جن کی رُو سے تجارت کی بعض دیگر صورتیں بھی حرام ہیں ۔

غور کیجئے، قرآن کے الفاظ ہر قسم کی تجارت کو مطلقاً حلال ٹھہراتے ہیں مگر سُنّت نے تجارت کی بعض صورتوں کی تخصیص کر کے ان کو حرام قرار دے دیا ہے۔ مگر اس سے قرآن کی خلاف ورزی نہیں ہوتی بلکہ قرآن ہی کا منشاء و مفہوم واضح ہوتا ہے ۔

۴ ۔ قرآن مجید نے محرماتِ نکاح کی تفصیل بیان کرنے کے بعد آخر میں فرمایا ہے کہ

وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ ۔	ان کے ماسوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں یعنی
(النساء ۲۴)	ان سے نکاح کرنا جائز ہے

مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لا تجمع بین المرءۃ وعمتھا ولا بین المرءۃ وخالتھا ۔	ایک مرد کے نکاح میں بیک وقت عورت اور اس کی پھوپھی جمع نہیں ہو سکتیں اور اسی
(عن ابی ہریرۃؓ، صحاح ستہ، موطا، مسند احمد)	طرح کوئی عورت اور اس کی خالہ بھی کسی ایک مرد کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں۔

اس طرح سنت کی رُو سے کوئی شخص اپنے نکاح میں کسی عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ کو بیک وقت جمع نہیں کرسکتا۔

قرآن نے تمام محرماتِ نکاح کا ذکر کرنے کے بعد جو حکم عام فرمایا کہ:

وَاُحِلَّ لَکُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِکُمْ۔ یعنی ان محرماتِ مذکورہ کے بعد تمام قسم کی عورتوں سے نکاح ہوسکتا ہے تو سنت نے اس میں یہ تخصیص فرمادی کہ عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ سے بھی بیک وقت نکاح نہیں ہوسکتا گویا قرآن کے حکمِ عام کا اطلاق ان پر نہیں ہوتا۔ بلکہ ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے۔

سنت کی یہ تخصیص بھی خلافِ قرآن ہرگز نہیں ہے بلکہ قرآن کے بالکل موافق ہے:

۵۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔	بلاشبہ اہلِ ایمان پر پابندیٔ وقت کے ساتھ نماز فرض ہے۔

(النساء ۱۰۳)

قرآن کی رُو سے ہر مسلمان کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت نماز ادا کرنا فرض ہے مگر حدیث میں ہے۔

الیس اذا حاضت لم تصل۔	کیا ایسا نہیں ہے کہ عورت جب حائضہ ہو تو نماز ادا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(صحیح بخاری، عن ابی سعید خدریؓ) نہیں کر سکتی۔

اس طرح سنت نے قرآن کے حکم عام میں حائضہ عورت کی تخصیص کر دی اور اس کے ایام حیض میں اس قرآنی حکم کا اطلاق نہیں کیا۔ اگر ایسی عورت پر نماز فرض ہوتی تو اس کیلئے فوت شدہ نمازوں کی قضا لازم ٹھہرتی اور اہل علم جانتے ہیں کہ حائضہ کیلئے نمازوں کی قضا لازم نہیں ہے۔ پوری اُمت کا اسی پر عمل رہا ہے اور کسی نے بھی سُنّت کی اس تخصیص کو کبھی "خلافِ قرآن" نہیں سمجھا۔

۶۔ قرآن حکیم فرماتا ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا	والدین اور رشتہ داروں کے
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ	ترکے میں مردوں کا حصہ ہے
وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا	خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ اور
تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَ	والدین اور رشتہ داروں کے
الْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ	ترکے میں عورتوں کا حصہ ہے
مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا	خواہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ ہر
مَّفْرُوضًا (النساء ۷)	ایک کا مقررہ حصہ ہے۔

قرآن کی اس آیت کی رُو سے اس کا یہ حکم عام ہے کہ والدین کے ترکہ سے اولاد کو اس کا حصہ ملنا چاہیئے اور یہ استحقاقِ وراثت مجرّد قرابت داری کی بنیاد پر ہے لہٰذا ایک اسلامی معاشرے کا یہ فرض ہے کہ وہ اولاد کو ان کے والدین کی چھوڑی ہوئی جائداد سے حصہ دلائے۔

مگر حدیث میں آتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَا يرث المسلم الكافر۔	کوئی مسلمان کسی کافر کا وارث نہیں ہو سکتا۔

(موطا، مسلم، کتاب الفرائض عن اسامہ بن زیدؓ)

اس طرح سنت نے قرآن کے ایک حکم عام میں تخصیص کر دی کہ کافر والدین کے ترکے میں مسلمان اولاد کا کوئی حصہ نہیں۔ سنت کی اس تخصیص کو بھی آج تک اُمت کے کسی صاحبِ علم نے "خلافِ قرآن" نہیں کہا بلکہ سب نے اسے قرآن کے منشا کے عین مطابق ہی سمجھا ہے۔

۷۔ قرآن کا ارشاد ہے:

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔ (المائدہ ۱)	تمہارے لئے مویشی کی قسم کے سب چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کے حرام ہونے کے) بارے میں تمہیں پڑھ کر سنا دیا جائے۔

قرآن کے اس حکم سے واضح ہوتا ہے کہ ہر قسم کے چوپائے حلال ہیں سوائے ان کے جن کو قرآن نے حرام ٹھہرا دیا ہے۔

مگر حدیث میں ہے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ:

نهى النبي صلى الله عليه وسلم عن لحوم الحمر الاهلية يوم خيبر۔	نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے دن پالتو گدھے کا گوشت کھانے سے منع کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پالتو گدھے کو قرآن نے کہیں بھی حرام نہیں ٹھہرایا صرف سنت نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ سنت کی یہ تخصیص قرآن کے اسی حکم عام میں ہوئی ہے اور اس کے خلاف ہرگز نہیں ہے بلکہ منشائے قرآن کے عین مطابق ہے۔

۸۔ قرآن کہتا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا	زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ	میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے
جَلْدَةٍ ص (النور ۲)	مارو۔

اس آیت کی رو سے جرم زنا کی حد سو کوڑے ہیں۔ مگر قرآن حکیم نے دوسری جگہ لونڈیوں کے جرم زنا کی سزا یہ بیان کی ہے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ	پھر اگر وہ (لونڈیاں) قید نکاح
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ	میں آجانے کے بعد بدکاری
مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ	کا ارتکاب کریں تو جو سزا
الْعَذَابِ۔	"محصنات" کے لئے مقرر
(النساء ۲۵)	ہے، اس کی نصف سزا ان
	پر ہوگی۔

اس دوسری آیت نے پہلی آیت کے حکم کو آزاد زانیوں کے ساتھ مخصوص کر دیا کیونکہ لونڈیوں اور (ان کے ساتھ غلاموں) کے لئے جرم زنا پر نصفِ عذاب یعنی پچاس کوڑوں کی الگ حد ہے۔

مگر بہت سی احادیث و روایات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شادی شدہ آزاد زانیوں کو کوڑوں کی سزا نہیں دی بلکہ ان پر رجم کی علیحدہ حد جاری فرمائی۔ اس طرح قرآن کے ایک حکم عام میں سُنّت نے شادی شدہ آزاد زانی کی تخصیص کر دی کہ آیتِ جلد کے حکم کا اطلاق اس پر نہیں ہوتا بلکہ اُس کے لئے الگ سے رجم کی سزا مقرّر ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ سُنّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تبیین کئی طرح سے کی ہے۔ کبھی اس کی اجمال کی تفصیل بیان کر کے، کبھی اس کے کسی مُطلق حکم کو مقیّد و محدود کر کے اور کبھی اس کے کسی حکم عام کو مُخصّص کر کے فریضۂ تبیین ادا کیا ہے اور سنّت کی یہ تبیین، قرآن ہی کی شرح و تفسیر ہے جو قانونی حیثیت سے وہی وزن رکھتی ہے جو وزن قرآن کے ظواہر احکام رکھتے ہیں اور اس کا انکار قرآن سے انکار کے مترادف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی ایک تشبیہ

قرآن حکیم نے اپنی دعوت کو انتہائی فصیح و بلیغ انداز میں پیش کرنے کے لیے بہت سے ادبی محاسن ــ تشبیہ، استعارہ، تمثیل، کنایہ، تجنیس، مجاز مرسل، لف و نشر اور مراعات النظیر وغیرہ ــ سے خوب کام لیا ہے۔ اس پہلو سے قرآن مجید کے اسالیب بیان میں وہ اعجاز موجود ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے کلام انسانی قاصر ہے۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ	(اے نبیؐ)، تم کہو کہ اگر سارے
الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا	انسان اور جن اس بات کیلئے
بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ	جمع ہو جائیں کہ اس جیسا قرآن
لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ	لے آئیں تو اس جیسا نہ لا سکیں گے
کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ	خواہ ایک دوسرے کے مددگار
ظَهِیْرًا ○	بھی بن جائیں۔

(بنی اسرائیل ۸۸)

سورۂ بقرہ میں قوم بنی اسرائیل کی داستان عبرت کے ضمن میں ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسی ہی بلیغ تشبیہ دی گئی ہے جس سے بڑھ کر کسی تشبیہ کی بلاغت کا تصور مشکل ہے۔

ارشاد خداوندی ہے کہ:

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ	پھر اس کے بعد تمہارے دل
بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ	سخت ہو گئے، گویا کہ وہ پتھر
اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ	ہیں یا ان سے بھی سخت تر۔
مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ	اور بعض پتھر تو ایسے ہیں کہ ان
مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ	سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلتے
مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ	ہیں اور بعض ایسے کہ جب
مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا	پھٹتے ہیں تو ان میں سے پانی
لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ	بہنے لگتا ہے اور بعض ایسے کہ
اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ	خوفِ الٰہی سے گر پڑتے ہیں۔
عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝	اور اللہ تمہارے اعمال سے
(البقرۃ ۷۴)	بے خبر نہیں ہے۔

اہم الفاظ کی تحقیق

اس تشبیہ کو سمجھنے کے لئے قَسَتْ، قُلُوْبُكُمْ اور اَلْحِجَارَۃ کے اہم الفاظ کی تحقیق اور تشریح ضروری ہے:

قَسَتْ: قَسَا، يَقْسُوْ، قَسْوَةً سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔

"قَسَا" کے معنی ہیں صلب، غلظ۔ یعنی سخت ہونا، ٹھوس بن جانا، درشت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونا، سکڑنا، منجمد ہونا۔ اس لفظ کے مادے ۔ ق س و ۔ میں سختی، قوت، اجتماع اور صلابت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ سنگدلی کو قَسْوَۃُ الْقَلْب کہتے ہیں۔ ایسی سخت زمین جس میں کچھ نہ اُگے اَرْضٌ قَاسِیَۃٌ کہلاتی ہے۔ انتہائی سنگدل شخص کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ھُوَ اَقْسٰی مِنَ الْحَجَرِ[1] (وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے)۔ حَجَرٌ قَاسٍ[2] سخت اور ٹھوس پتھر کو اور لَیْلَۃٌ قَاسِیَۃٌ سخت اندھیری رات کو کہتے ہیں۔ قسا قلبہ، ای صلب وغلظ[3] (اس کا دل سخت ہو گیا)۔

ابن ابی اُمیہ کا شعر ہے ؎

اطرانہ تعقد من لینہ   وقلبہ کالحجر القاسی

اس کی آنکھیں اس کی نرمی کے سبب[4] بندھی ہوتی ہیں، اور اس کا دل سخت پتھر کی طرح ہے۔

قُلُوْبُکُمْ: قلوب، قلب کی جمع ہے اور کُمْ ضمیر مجرور متصل ہے صیغہ جمع حاضر مذکر ہے۔

عربی میں قلب (بطور مصدر) کے تین بنیادی مفہوم ہیں

۱۔ کسی چیز کا ایک رخ سے دوسرے رخ پر پھرنا: قَلَبَہٗ کے معنی

---

[1] اقرب الموارد [2] الاساس [3] لسان العرب،
[4] اقرب الموارد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ حَوَّلَہٗ عَنْ وَجْھِہٖ[1] (اُس نے اُس کا رُخ پھیر دیا)، رَدَّ ہٗ مِنْ جِھَۃٍ اِلٰی جِھَۃٍ[1] (اُس نے اُسے ایک رُخ سے دوسرے رُخ موڑ دیا)۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ	(اے نبیؐ! ہم دیکھتے ہیں تمہارے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف پھرنا)
(البقرہ ۱۴۴)	

۲۔ ہر خالص شے: عربی میں خاص عربی النسل شخص کو عربیٌّ قَلْبٌ کہتے ہیں۔ صحیح النسب شخص کو رجلٌ قَلْبٌ کہا جاتا ہے۔

۳۔ کسی چیز کا بہترین اور گرانقدر حصہ: کھجور کے درخت کے گابھے کو قلبُ النخلۃ کہتے ہیں، کیونکہ وہ اس کا مغز اور جوہر ہوتا ہے قلبُ الجیش لشکر کے درمیانی حصے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ سپہ سالار کا مقام و مرکز ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان کے دل کو بھی قلب کہتے ہیں کیونکہ وہ انسانی جسم میں بہترین حصہ ہے۔ عربی میں دل کے لیے فؤاد کا لفظ بھی مستعمل ہے۔ لیکن قلب اس سے زیادہ وسیع معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور اس کا اطلاق عقل و شعور پر بھی ہوتا ہے کیونکہ عقل و شعور انسان کا قیمتی جوہر ہے۔ انگریزی زبان میں MIND کا لفظ اسی مفہوم کا حامل ہے۔

---

[1] اقرب الموارد [2] ابن فارس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خود قرآن مجید میں بھی قلب کا لفظ عقل و شعور کے معنوں میں آیا ہے۔ سورۃ ق آیت ۳۷ میں ہے کہ :

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ	بے شک اس واقعے میں بڑی
لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ	عبرت ہے ہر اُس شخص کے
أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ۔	لیے جس کے پاس دل ہو یا

وہ متوجہ ہو کر کان ہی لگا دے۔

اسی طرح سورۃ اعراف کی آیت ۱۷۹ میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ	اُن کے دل ہیں مگر وہ سمجھتے
بِهَا۔	نہیں۔

ایک اور مقام پر سورۃ حج آیت ۴۶ میں آیا ہے کہ :

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي	کیا انہوں نے زمین میں سیر
الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ	نہیں کی تاکہ اُن کے دل سوچنے
قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا۔	سمجھنے۔

الحجارۃ - یہ حَجَرٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں "پتھر"، عربی زبان میں مصدر حجر حا کی تینوں حرکات سے آتا ہے اور اس کے معنی المنع کے ہوتے ہیں یعنی منع کرنا، روکنا، حفاظت کرنا۔ جن عربی الفاظ کے مادۂ اصلیہ میں حا اور جیم جمع ہوں، اُن میں بالعموم روکنے اور منع کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ حجب، حج اور حجز تینوں میں روکنے کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ امام راغبؒ کے نزدیک سورۃ بقرہ آیت ۲۴ کے الفاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ   اس دوزخ کی آگ کا ایندھن ہیں، آدمی اور پتھر۔

میں الحجارۃ سے مراد وہ لوگ ہیں جو دعوتِ حق کو قبول کرتے میں پتھروں کی طرح سنگدل واقع ہوتے ہوں۔

عربی زبان میں پتھر کے لئے جس قدر الفاظ موجود ہیں ان سب میں سختی شدت، بے حسی، روک اور پائیداری و اُستواری کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ گویا پتھر کے مفہوم کی تعبیر یہ ہے کہ وہ سخت اور شدید ہے، بے حس و حرکت ہے۔ جذبے، تاثر اور احساس سے یکسر عاری ہے اور خارجی عوامل سے بہت کم اثر پذیر ہوتا ہے۔

پتھر کی اسی تعبیر کو عربی ادب میں اختیار کیا گیا ہے۔ عمرو بن ملقط الطائی کا شعر ہے۔

وحوادث الایام لا   یبقیٰ لھا الاّ الحجارۃ

(اور زمانے کے حوادث تو زمانے کے لئے پتھروں کے سوا کچھ نہیں چھوڑتے)

سلم بن عمر بن عطار کہتا ہے:

یلین ما لا اُرید دقتہ   و قلب من اشتھیہ کالحجر

(میں جس کی نرمی نہیں چاہتا وہ نرم ہوتا ہے اور جسے میں چاہتا ہوں اُس کا دل پتھر کی طرح ہے)

پتھر کی یہی تعبیرات ادبیاتِ عالم میں موجود ہیں۔ اُردو ادب میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں ۔ غالب کہتا ہے :

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت، درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئیں گے ہم ہزار بار ، کوئی ہمیں ستائے کیوں

وفا کیسی، کہاں کا عشق؟ جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگِ آستاں کیوں ہو

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہیں ہوں مَیں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتّھر نہیں ہوں مَیں

اقبال کا شعر ہے :

آزاد کی رگ سخت ہے مانندِ رگِ سنگ
محکوم کی رگ نرم ہے مانندِ رگِ تاک

قساوتِ قلبی کیا ہے؟ آیتِ زیرِ نظر میں جس "قساوتِ قلبی" کا ذکر ہے ۔ اس کی حقیقت کیا ہے ؟

اللہ تعالےٰ نے انسان کو جس قدر ذہنی اور جسمانی صلاحیتیں عطا کی ہیں اُن میں ایک قدرِ مشترک یہ بھی ہے کہ اگر اُن میں سے کوئی صلاحیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استعمال میں نہ لائی جائے یا اُسے بے محل استعمال کیا جائے تو وہ بتدریج کم ہو کر بالآخر معدوم ہو جاتی ہے۔ یہی حال انسان کے فہم و تدبّر کی اُس صلاحیت کا ہے، جو حقائق و واقعات کو سمجھتی اور ان سے تاثر لیتی ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی امرِ واقعہ اور قولِ حق سے مسلسل اعراض و انکار کا رویہ اختیار کرے تو ایک وقت آتا ہے جب اُس کے دل میں اس حقیقت اور سچائی کے خلاف ایک ضدّ اور چڑ سی پیدا ہو جاتی ہے، جو آگے چل کر تنفّر اور ہٹ دھرمی کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ فہم و تدبّر کی وہ صلاحیت بالکل ٹھٹھر کر رہ جاتی ہے۔ قساوتِ قلبی کی وجہ سے انسان فہم و تدبّر کی صلاحیت سے محروم ہو کر امرِ حق کی تکذیب کرنے پر اُڑ جاتا ہے۔ پھر ایسے شخص کو دوپہر کی تیز دُھوپ میں سُورج تو نظر نہیں آتا مگر ماہ و پروین ضرور نظر آجاتے ہیں ؎

اگر شاہ روز را گوید شب است ایں

بباید گفت اینک ماہ و پروین

ساری دنیا کے لئے دو اور دو کا مجموعہ چار ہوتا ہے مگر ایسے شخص کے لئے دو اور دو کبھی تین اور کبھی پانچ ہوتے ہیں۔

قرآن حکیم نے دعوتِ حق کی مخالفت کرنے والوں کو ایک جگہ جانوروں سے تشبیہ دی ہے بلکہ اُن کو جانوروں سے بھی فروتر قرار دیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف ۱۷۹)	وہ تو جانوروں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی گئے گزرے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسرے مقام پر دعوتِ حق کو نہ سننے اور اُس سے اِعراض کرنے والے شخص کو "مُردہ اور بے جان" کہا ہے۔ سورۂ روم آیت ۵۲ میں ہے کہ:

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی	پس اے نبیؐ، تم اپنی دعوت
وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ	اِن مُردوں کو تو نہیں سُنا
اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ہ	سکتے اور نہ ان بہروں کو جبکہ
	وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔

گویا مخالفینِ حق چلتے پھرتے لاشے ہیں جن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہتی۔ بقول حفیظ جالندھری ؎

چلتے پھرتے ہوئے لاشوں سے ملاقاتیں ہیں
زندگی کشف و کرامات نظر آتی ہے

قرآنِ حکیم ان کور ذوقوں اور عقل کے اندھوں کی کیفیات یوں بیان کرتا ہے کہ "اُن کے دلوں پر مُہر لگا دی گئی" "اُن کے دل سخت ہوگئے"۔ "ان کے دل اندھے ہوگئے" "اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہے"، "ان کے دل ٹیڑھے ہوگئے"، "ان کے دلوں پر قُفل چڑھے ہوئے ہیں"، "اُن کے دل زنگ آلود ہوگئے ہیں"، "اُن کے دل غافل ہیں" وغیرہ ذٰلک۔

قرآنِ حکیم کی یہ ساری تعبیریں اپنے لفظی اختلاف کے باوصف معنوی طور پر ایک ہی مفہوم رکھتی ہیں۔ جو لوگ دعوتِ حق کے جواب میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے اور اُن کا یہ عدمِ تفکر مُسلسل جاری رہتا ہے۔ تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک وقت آتا ہے جب غور و تفکر کی صلاحیت ہی ختم ہو جاتی ہے اور قبولِ حق کی استعداد ہی باقی نہیں رہتی ۔

البتہ قرآن حکیم نے اس صورتِ واقعہ کو کبھی انسان کی طرف منسوب کیا ہے اور کبھی اللہ تعالےٰ کی جانب ۔ قرآن حکیم نے انسان کو اس حالت کا ذمّہ دار اور جوابدہ اس لئے ٹھہرایا ہے کہ اُسے بہرحال اللہ تعالےٰ نے ارادے اور اختیار کی آزادی دے رکھی ہے ۔ جسے وہ نیکی اور بدی دونوں راہوں پہ چلنے کے لئے آزادانہ طور پہ استعمال کرسکتا ہے اور اسی شعوری انتخاب اور آزادانہ ارادے کے نتیجے میں نیکی اور بدی کے لحاظ سے ہر انسان جزا و سزا کا مستحق قرار پاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں بعض اوقات انسانی اعمال کو اللہ تعالےٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے کہ انسان باوجود اپنے آزاد ارادے کے اپنی خواہشات اور تمناؤں کو از خود عملی جامہ نہیں پہنا سکتا ۔ اور عمل کی ساری توفیق صرف اللہ تعالےٰ ہی عطا کرتا ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید میں اعمالِ انسانی کو انسان اور خدا دونوں کی طرف منسوب کرنے کی مثالیں موجود ہیں ۔

اس مقام پر ہم قساوتِ قلبی سے متعلق چند آیاتِ قرآنی کے حوالے دیں گے جن سے یہی حقیقت پُوری طرح واضح ہو جاتے گی ۔

سُورۃ مائدہ آیت نمبر ۱۳ میں ہے کہ :

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ   اُن (بنی اسرائیل) کے عہد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۔ توڑنے کی وجہ سے ہم نے اُن کو اپنی رحمت سے محروم کر دیا اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔

گویا پہلے تو بنی اسرائیل نے اللہ سے باندھے ہوئے پختہ عہد کو توڑنے کا جرم کیا، نتیجۃً اللہ تعالےٰ کے قانونِ عدل نے اُن پر اپنی رحمت و ہدایت کے دروازے بند کر دیئے۔

سورۃ صف آیت ۵ میں ہے کہ:

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۔ جب انہوں نے کج روی اختیار کی تو اللہ نے بھی اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔

گویا کج روی کے مرتکبین کے لئے راہِ حق مسدود کر دی گئی۔

اسی طرح سورۃ نساء آیت ۱۵۵ میں ہے کہ:

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ اُن (بنی اسرائیل) کی طرف سے عہد توڑنے، اللہ کی آیتوں کا انکار کرنے، نبیوں کو ناحق قتل کرنے اور اُنکے اس قول کہ "ہمارے دِل محفوظ ہیں" کے بعد اللہ نے اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر مُہر لگا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لگادی۔ پس اُن میں سے بہت کم ایمان لائیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کی مسلسل عہد شکنی، ان کی طرف سے آیاتِ الٰہی کا انکار، اُن کا انبیاءِ کرام کو قتل کر ڈالنا اور اُن کا "غلفِ دلی" کے غرّے میں آنا، ایسے بڑے جرائم تھے جن کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں پر ایسی مُہر لگادی کہ اب اُن کے لئے دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہونا ممکن نہیں رہا۔ اسی طرح سورۃ منافقون آیت ۳ میں ہے کہ

ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ اٰمَنُوْا	یہ لوگ حقیقتِ ایمان کو
ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى	پالینے کے بعد اس سے روگرداں
قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا	ہوئے۔ اس جرم کے نتیجے
يَفْقَهُوْنَ ۝	میں اللہ نے اُن کے دلوں

پر مُہر لگادی اور اُن سے غور و فکر کی صلاحیت سلب کرلی۔

اور سورۃ حدید آیت ۱۶ میں ہے کہ:

فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ	اہل کتاب پر ایک عرصہ
فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ	تک نافرمانی کرتے رہے تو

پھر اُن کے دل سخت ہوگئے۔

اور سورۃ مطففین آیت ۱۴ میں ہے کہ:

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى	ہرگز ایسا نہیں، بلکہ اُنکے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ہ	اپنے کسب کی وجہ سے اُن کے دل زنگ آلود کر دیئے گئے۔

مطلب یہ ہے کہ اُن کے پے در پے بُرے اعمال کی سیاہی اُن کے دلوں پر چھا گئی ہے۔ اب ان دلوں کو نیکی کی شمع سے منوّر ہونا نصیب نہیں۔

اسی قساوتِ قلبی کو ایک حدیث میں " اللہ سے دُوری " کہا گیا ہے اور اس کا سبب وہ کثرتِ کلام ہے جو یادِ الٰہی سے خالی ہو۔ جامع ترمذی میں ہے کہ:

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لاتکثروا الکلام بغیر ذکر اللہ فان کثرۃ الکلام بغیر ذکر اللہ قسوۃ للقلب، وان ابعد الناس من اللہ القلب القاسی	ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ایسی زیادہ گفتگو نہ کرو جو اللہ کی یاد سے خالی ہو۔ کیونکہ اللہ کی یاد سے خالی گفتگو کی زیادتی دل کو سخت بنا دیتی ہے اور اللہ کی رحمت سے دُور ترین وہ شخص ہے جس کا دل سخت ہو۔

ایک اور حدیث میں نہایت بلیغ انداز میں " دل کے اس زنگار " کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری کیفیت بیان ہوئی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: إن المومن اذا اذنب کانت نکتۃ سوداء فی قلبہ فان تاب ونزع واستعتب صقل قلبہ وإن زادت حتی تعلو قلبہ فذلک الران الذی قال اللہ تعالیٰ: کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ مَّا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ (رواہ احمد، ترمذی و ابن ماجہ)

ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مومن کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اس کے سبب سے اُس کے دل پر ایک سیاہ دھبّہ پڑ جاتا ہے۔ پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے اور اُس گناہ سے باز آجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیتا ہے تو اُس کے دل کا وہ دھبّہ صاف ہو جاتا ہے۔ اور اگر اُس کے گناہوں میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اُن کی سیاہی اُس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے تو یہی وہ رَین یعنی زنگ ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ وہ ہرگز نہیں، بلکہ اُن کے دلوں پر اُن کے اعمال کی سیاہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چھا گئی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم میں راسخ العلم اور اہل بصیرت کی زبانوں پر جو دعا جاری ہوتی ہے اُس میں ہدایت یافتہ دلوں کی سلامتی اور راہِ ہدایت پر قائم رہنے کی طلب کی گئی ہے۔ اور انہیں کج روی سے بچانے کی استدعا کی گئی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا...	اے ہمارے پروردگار! ہدایت عطا ہونے کے بعد ایسا ہو کہ ہمارے دِلوں میں کجی اور ٹیڑھ پیدا نہ ہو۔
(آل عمران آیت ۸)	

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت زید بن ارقم رضؓ کی وہ روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دل سے پناہ مانگی ہے جس میں خشیت اور انابت الی اللہ نہ ہو۔

... اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ	اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جس میں خوفِ خدا نہ ہو۔

اب ذرا زیرِ بحث آیت میں قوم بنی اسرائیل کے دلوں کی جس سختی کا ذکر ہوا ہے۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ قوم یعقوب علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے تک پورے ڈھائی ہزار برس کے عرصے میں انبیاء کرام کی دعوتِ حق سے مسلسل انحراف کرتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی۔ اسے اللہ تعالےٰ وہ نعمتیں عطا کی تھیں جو کسی اور قوم کے حصّے میں نہیں آئی۔ اسے لشکرِ فرعون سے بچانے کے لئے بحرِ قلزم کا سینہ چھلنی کیا گیا۔ صحرائے سینا کی چلچلاتی دھوپ میں اس کی خاطر بادلوں کے سائبان تانے گئے۔ اس کی خوراک اور طعام کے لیۓ مَنّ و سلویٰ کا دسترخوان بچھایا گیا۔ اس کی پیاس بجھانے کے لئے پتھر کی چٹانوں سے پانی کے چشمے نکالے گئے، اس کی ہدایت کے لئے الواحِ توریت نازل کی گئیں، اس کی رہنمائی کے لئے پے در پے انبیاء کرام مبعوث کئے گئے۔

مگر ان تمام تر انعاماتِ الٰہیہ کے باوجود ان لوگوں کا رویّہ کیا رہا؟ یہ لوگ فراعنۂ مصر کی غلامی سے نجات پانے کے فوراً بعد بُت پرستی کی طرف جُھک گئے۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کیلئے اللہ تعالےٰ کو بچشمِ سَر دیکھنے کی شرط لگائی۔ اللہ تعالےٰ نے اُن کو ایک گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو ان کی زبانیں سوال در سوال کے لئے کُھل گئیں۔ انہوں نے سامری کے ایک اشارے پر گائے کی پرستش کرنی شروع کر دی مگر ہارون علیہ السلام کی دعوتِ توحید پر کوئی کان نہ دھرا۔ انہوں نے حدودُ اللہ کو توڑا اور حلال و حرام کی تمیز مٹا دی۔ خدا کی کتاب توریت میں من مانی تحریفیں کر ڈالیں۔ یومُ السبت یعنی ہفتے کے بارے میں حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی کی اور شریعتِ الٰہیہ میں حیلہ سازی کی بدعت ایجاد کی۔ انہوں نے ہدایتِ الٰہی سے مُنہ موڑا اور جادوگری کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالےٰ کے فرستادہ نبیوں کو مشقِ ستم بنایا اور اُن میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دے سکتے ہیں مگر یہ لوگ بالکل مُردہ ہو چکے تھے، زندہ نہ تھے۔ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ۔

غور کیجیے، قرآنِ حکیم نے ان لوگوں کے دلوں کو کس سے تشبیہ دی اور پھر اس سے کس طرح کا تاثر پیدا کر دیا۔ فرمایا ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِکَ فَهِیَ کَالْحِجَارَةِ۔ کہ پھر ان تمام آیات و معجزات کے مشاہدے کے بعد بھی تمہارے دل نرم پڑنے کی بجائے سخت ہو گئے۔ دلوں کی سختی کو پتھروں سے تشبیہ دی اور اس میں تشبیہ کے تمام اداۃ وارکان بیان کر دیے۔ ھِیَ (قُلُوْبُکُمْ) یہاں پر مُشبّہ ہے اور اَلْحِجَارَةُ مُشَبّہ بہ، قساوت وجہِ شبہ، کَ (کاف)، حرفِ تشبیہ اور قساوتِ قلبی غرضِ تشبیہ ہے۔ اس کے ساتھ ہی قرآن مجید نے مزید فرمایا کہ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (بلکہ اُن سے بھی سخت تر) گویا بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی پتھروں کی سختی کے برابر نہ رہی بلکہ اُن سے بھی زیادہ ہو گئی۔ ان قرآنی الفاظ کے ایک اور معنی کے لحاظ سے اُن کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت چیز مثلاً لوہے وغیرہ کی طرح سخت ہو گئے۔

بہر حال ان دونوں مطالب میں سے ہر ایک نے پتھر کی مذکورہ تشبیہ کے تاثر کو دو آتشہ کر دیا ہے۔

اس کے بعد قرآن مجید نے پتھر اور چٹانوں کے بعض خواص بھی بیان کر دیے کہ وہ اپنی سختی اور صلابت کے باوجود کچھ "نرم گوشے" بھی رکھتے ہیں۔ ان کی پہلی خصوصیت یہ بیان کی کہ یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهَارُ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض کو قتل بھی کر ڈالا، خوفِ الٰہی کے بجائے ان کے دلوں پر خوفِ مرگ طاری ہوا - اُنہوں نے دنیا پرستی اور آخرت فراموشی اختیار کی - اپنے آپ کو اس غرّے میں مبتلا کیا کہ جنت میں سوائے اُن کے کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا - رہا دوزخ کا عذاب تو وہ اُن کے بڑے سے بڑے مجرم کے لئے بھی چند روز سے زیادہ مدّت کے لئے نہیں ہوگا - اس قوم نے "یہودیت" ہی کو معیارِ ہدایت قرار دے کر تمام غیر یہودیوں کو گمراہ کہا، اور انبیاء علیہم السلام اور اہلِ حق کی ہر دعوت کا جواب "قُلُوبُنَا غُلْفٌ" (ہمارے دل تو محفوظ ہیں) کے منفی انداز میں دیا -

بنی اسرائیل کے یہی وہ جرائم تھے جن کے مسلسل ارتکاب نے اُن کے دلوں کو سخت کر دیا تھا - کسی کی طرف سے معمولی ہمدردی اور تحفے پر ہر انسان کی گردن جذبۂ شکر و امتنان سے جھک جاتی ہے مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور بے مثال بخشائشوں سے متمتع ہونے کے باوجود ناقدری اور ناشکری کی تصویر بنے رہے - وہ کلامِ الٰہی جو اگر پہاڑوں پہ نازل ہو جاتا تو وہ بھی خشیتِ الٰہی سے پھٹ جاتے اور ریزہ ریزہ ہو جاتے - مگر ان لوگوں کے اصنامِ قلوب کو نرم و گداز اور متاثر نہ کر سکا - بلکہ اُلٹا اس سے اُن کے دل مزید سخت ہو گئے اور اتنے سخت کہ پتھر بھی ان کے آگے ہیچ ٹھہرے - پتھروں میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ اُن سے پانی کے چشمے بہہ نکلیں، وہ اگر ٹوٹ جائیں تو اُن سے پانی بہنے لگے، وہ بلندی سے گر کر بھی اپنی ہستی کا ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی اُن سے پانی کے چشمے اُبل پڑتے ہیں۔

کوہستانی علاقوں میں یہ چیز عام مشاہدے میں آتی ہے کہ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں پر سنگلاخ چٹانوں کے اندر سے فوارے کی مانند اُچھلتا ہُوا پانی نظر آتا ہے۔ پھر پتھروں کے بیچوں بیچ اپنے لئے راہ نکالتا ہُوا دامنِ کوہسار میں ندی کی صورت بہتا ہے۔

دوسری خاصیت یہ مذکور ہوئی کہ انہی پتھروں میں نرم و گداز ہونے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ یعنی کبھی کبھی وہ پتھر ٹوٹ جاتے ہیں اور اُن سے پانی نکل آتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کبھی پتھروں میں شگاف پڑ جاتے ہیں یا اُن میں کسی طرح کوئی سوراخ یا دراڑ پیدا ہو جاتی ہے تو اُن کے اندر سے پانی رِس رِس کر باہر نکل آتا ہے۔

پھر انہی پتھروں کے بارے میں فرمایا کہ یَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ یعنی وہ خشیتِ الٰہی سے نیچے گِر پڑتے ہیں۔ مفہوم یہ ہے کہ جب کبھی پہاڑوں کی بلندی سے کچھ پتھر خود بخود نیچے لُڑھکتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے جو قانون طبیعی مقرر کر دیا ہے اُسکی تعمیل و اطاعت میں وہ اس قدر مستعد اور مُطیع واقع ہوتے ہیں کہ جیسے اُن پر اللہ کی نافرمانی کے خوف سے رعشہ طاری ہو اور وہ نیچے آ گریں۔

پھر آگے چل کر پتھروں اور بنی اسرائیل کے دلوں کی سختی کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا کہ پتھروں پہ اُن کی سختی کے باوصف حرکت، تاثر، خستگی اور خود گدازی کی بعض کیفیات وارد ہو سکتی ہیں مگر بنی اسرائیل کے دل ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیفیات سے یکسر محروم ہیں۔ جو قوم اشرف المخلوقات تھی، وہ اب اسفل السافلین کے مقام پر گر چکی ہے۔ غور کیجئے کہ اس تقابل کے بعد سختی کا پلڑا بنی اسرائیل کے دلوں کی جانب کتنا جھک گیا ہے اور یہ تشبیہ اپنے معنوی تاثر کو کہاں سے کہاں لے گئی ہے!

دراصل بنی اسرائیل کے انقلابِ حال سے متعلق یہ قرآنی تشبیہ کسی مبالغہ آرائی یا شاعری پر مبنی نہیں ہے بلکہ تمام تر صورتِ واقعہ یہی ہے۔ بنی اسرائیل صحرا نوردی کے دوران میں خود اپنی آنکھوں سے یہ مشاہدہ کر چکا تھے کہ کس طرح پتھر کی ایک چٹان سے پانی کے بارہ چشمے پھوٹے اور انہوں نے بچشمِ سر کوہِ طور کے ایک حصّے کو تجلّی ربّانی کے باعث ریزہ ریزہ ہوتے دیکھ لیا تھا۔ اس طرح جب قرآن نے بنی اسرائیل کے واقعات ہی کو تشبیہ کے انداز میں اُن کے سامنے پیش کر دیا تو اُن کیلئے انکار و تمرّد کی گنجائش کہاں باقی رہی۔

اس طرح قرآنِ حکیم نے یہ حقیقت بھی واضح کر دی کہ پتھروں میں اُن کی سختی اور صلابت کے باوجود زندگی کا ایک لطیف احساس پایا جاتا ہے جو حرکت، تاثر اور تغیّر سے عبارت ہے اور جو کسی حال میں بھی اُن سے منفک نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل مُردہ ہو چکے اور اُن میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہی۔ اب اُن کے لئے کسی نبی کی ہدایت، کسی کتاب کی تعلیم اور کسی حکیم کی نصیحت کارگر اور مؤثر نہیں ہو سکتی۔ اب صُورِ اسرافیل کے سوا کوئی انہیں جگا نہیں سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پتھر اپنے اندر سے پانی کے چشمے بہا سکتے ہیں مگر بنی اسرائیل کے دلوں کے سوتے خشک ہو چکے تھے۔ پتھروں کی رگوں کے اندر سے حیات بخش پانی کے فوارے چھوٹ سکتے ہیں مگر بنی اسرائیل کے جسم کی شریانوں میں زہر بھر چکا تھا۔ اور ان میں روحانی زندگی کے کوئی آثار باقی نہ رہے۔ پتھروں میں اثر پذیری کی وہ صلاحیت پائی جاتی ہے جس سے ان میں ایک بے نام احساس موجود رہتا ہے۔ مگر بنی اسرائیل کی بے حسی پر ہوا میں اُڑنے والے پرندے، پانی میں تیرنے والی مچھلیاں اور بلندی سے لڑھکنے والے پتھر بھی ماتم کناں ہیں۔ وہ قوم ایسے مقام پر پہنچ چکی تھی کہ اس کا وجود اور عدم برابر ہو گیا تھا۔ اُسکی حیثیت گھاس کے ایک تنکے، ریت کے ایک ذرّے اور پانی کے ایک قطرے سے زیادہ نہ رہی تھی کیونکہ گھاس کے تنکے بھی جمع ہو کر تعمیرِ آشیاں کر سکتے ہیں۔ ریت کے ذرّے جمع ہوں تو صحرائے اعظم بن سکتا ہے اور پانی کے قطرے اکٹھے ہو کر بحرالکاہل کو موجزن بنا سکتے ہیں مگر بد بخت بنی اسرائیلیوں کی بھیڑ سوائے جہنم کا ایندھن بننے کے کسی کام نہ آ سکتی۔ بنی اسرائیل کے اس آئینے میں آج ہم اپنی تصویر بھی دیکھ سکتے ہیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی احکامی اور غیر احکامی آیات

ہمارے ہاں قرآن حکیم کی آیات سے متعلق ایک تقسیم ـــ احکامی اور غیر احکامی آیات کی صورت میں کی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ جس آیتِ قرآنی سے کوئی حکم شرعی مستنبط ہوتا ہے وہ "احکامی آیت" ہے اور جس آیت سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا وہ "غیر احکامی آیت" کے زمرے میں داخل ہے۔

پھر اسی بنیاد پر ہمارے دینی ادب میں 'احکام القرآن' کے عنوان سے قرآن مجید کی صرف انہی مخصوص احکامی آیات کی تفاسیر بھی ملتی ہیں۔ جیسے ابوبکر جصاص ؒ کی "احکام القرآن"، ابن العربی ؒ کی "احکام القرآن"، ملا احمد جیون ؒ کی "التفسیرات الاحمدیہ" اور محمد علی صابونی کی "روائع البیان فی تفسیر آیات الاحکام" وغیرہا۔

قرآنی آیات کی اس فقہی تقسیم کا اگرچہ ایک یہ فائدہ تو ہے کہ اس سے علم فقہ کی تعلیم و تدریس میں یک گونہ سہولت پیدا ہو جاتی ہے، اور انہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احکامی آیات کا فہم " تفقہ فی الدین " کہلاتا ہے مگر اس اندازِ فکر کے نتیجے میں بعض ایسی قباحتیں پیدا ہوئی ہیں جن سے ملتِ اسلامیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔

اسی طرزِ فکر نے لوگوں میں یہ عمومی تصور پیدا کر دیا کہ قرآن حکیم محض فقہ و قانون کی ایک کتاب ہے اور اس میں بعض مخصوص "احکامی آیات" موجود ہیں جن کے ذریعے قانونِ خداوندی سمجھا جا سکتا ہے اور ان "احکامی آیات" کے علاوہ باقی غیر احکامی آیات ہیں جن کا تعلق احکامِ دین سے ہرگز نہیں ہے اس لئے ان سے مسائل و احکامِ شرعیہ کا استخراج و استنباط نہیں کیا جا سکتا۔ پھر جب ان احکام آیات کے تمام تر تفصیلی احکام و مسائل علم فقہ کی کتابوں میں مدون ہو گئے تو اب " احکام سے خالی " قرآن حکیم کا مصرف محض حصولِ ثواب و برکت رہ گیا۔ اس طرح مسلمانوں کی عملی زندگی میں قرآن مجید کا صرف وہی حصہ ماخذِ قانون بن سکا جس حصے میں اس کی 'احکامی آیات' وارد ہوئی ہیں اور اس کے باقی ماندہ حصے کی حیثیت بطور ماخذ قانون باقی نہ رہی۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ مفتیانِ شرعِ متین کے لئے ہماری عملی زندگی سے متعلق احکامِ شرعیہ اور مسائلِ فقہیہ معلوم کرنے کے لئے ائمہ فقہ اور ان کے شاگردوں وغیرہا کے فتاویٰ پر مشتمل کتابیں موجود ہیں اور عند الضرورت صرف انہی کتبِ فقہ کی طرف مراجعت فرمائی جاتی ہے رہا اللہ کا نازل کردہ قرآن مجید تو آج وہ صرف 'حصولِ برکت و ثواب' کی خاطر ختم شریف کرنے کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور حدیثِ رسولؐ کا مصرف تو محض "دورہ کرنا" رہ گیا ہے۔

دین کے اصل مآخذ قانون و ہدایت یعنی کتاب و سُنّت سے ہمارا یہ رویّہ کس قدر افسوسناک ہے۔

پھر اسی نقطۂ نظر کا یہ اثرِ بد ہے کہ دُنیائے فقہ کی نظر سے قرآن حکیم کی تعلیمی اور دعوتی وحدت وجامعیت بالکل اوجھل ہو گئی۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں اگرچہ قانون بھی بیان ہوا ہے مگر وہ بنیادی طور پر کوئی قانونی کتاب نہیں ہے اور نہ ہی اس کا اُسلوبِ بیان قانونی یا فقیہانہ طرز کا ہے۔ وہ دراصل کتابِ ہدایت ہے اور انسان کی پوری زندگی کیلئے رہنما ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآنِ حکیم کی جن آیات میں فقہی اور قانونی احکام وارد ہوئے ہیں ٹھیک انہی آیات میں غیر فقہی مضامین و موضوعات ــــ مثلاً صفاتِ باری تعالیٰ، دلائل انفسُ و آفاق و معاد اور قصصِ ماضیہ وغیرہا ــــ بھی ساتھ ساتھ آئے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ یہ امر منجملہ اعجازِ قرآن کا مقام رکھتا ہے مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ ہم قرآن حکیم کی دعوتی وحدت کو یک رُخی اور یک چشمی سے دیکھنے لگ جائیں؟

قرآن حکیم کا اُسلوب تو یہ ہے کہ جب وہ کسی حکم یا قانون کو بیان کرتا ہے تو اس کی علّت و حکمت بھی سمجھاتا ہے، اس کی مشروعیت کے دلائل بھی دیتا ہے۔ اس پر عمل کی خاطر قلوب و اذہان سے اپیل بھی کرتا ہے وہ انسان کی طبعی کمزوریوں اور اس کے گہرے احساسات و میلانات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو بھی پیش نظر رکھتا ہے، وہ اپنے حکم کے انفرادی اور اجتماعی مصالح بھی واضح کرتا ہے۔ اس کے قدرتی نتائج و عواقب کی طرف اشارہ بھی کر دیتا ہے اور انسان کو آمادۂ کار کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب کے تمام وسائل سے بھی کام لیتا ہے ـــ اور یہ سب کچھ وہ نہایت دلنشیں اور مؤثر انداز میں واضح کرتا ہے۔

کیا کسی حکم شرعی کے بارے میں مذکورہ بالا تمام اُمور ہمیں "قدوری"، یا "فتاویٰ عالمگیری" میں بھی مل سکتے ہیں؟ ؎

وہ رمزِ شوق کہ پوشیدہ لاالہ میں ہے
طریقِ شیخ فقیہانہ ہو تو کیا کہیئے

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدینؒ کے اجتہادات قرآن کے متذکرہ صدر اُمور پر غور کرنے کا نتیجہ ہیں مگر سوال یہ ہے کہ دورِ ما بعد کے لوگوں نے بھی کیا یہی طرزِ عمل اختیار کیا؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ کیا آج کسی دارالافتاء کے مفتی صاحب کی اہلیت کے بارے میں یہ بات کافی نہیں سمجھی جاتی کہ وہ اپنے مذہب و مسلک کی چند فقہی کتابوں سے مسائل پڑھ کر ان کو نقل کر دینے کی قابلیت رکھتا ہے[1]؟

---

[1] اس سلسلہ میں میرا ایک ذاتی تجربہ بھی ہے کچھ عرصہ قبل میں لاہور کے ایک مشہور حنفی دارالافتاء میں کچھ جدید مسائل لے کر حاضر ہوا تھا۔ اپنے استفتاء کا جواب حاصل کرنے کے لئے مجھے ایک ماہ تک انتظار کرنا پڑا۔ آخر صاحب دارالافتاء نے فرمایا "میں آپکے سوالات کے لئے فقہ کی کئی کتابیں دیکھ چکا ہوں مگر آپکے مسائل ہماری کتابوں میں نہیں ملتے۔ اس لئے ہم آپکے استفتاء کا جواب دینے سے قاصر ہیں"۔ افسوس کہ ؎

اے طلبِ بلند بانگ تہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک علومِ قرآنیہ کا تعلق ہے تو درحقیقت یہ ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے۔ یہ وہ کلام الٰہی ہے جس کا کامل ادراک انسان کی دسترس سے باہر ہے۔ قرآنی علوم کی مشہور اور مستند کتاب "البرہان فی علوم القرآن" کے مصنف امام بدر الدین زرکشیؒ مقدمۂ کتاب میں لکھتے ہیں:

علوم القرآن لا تنحصر ومعانیه لا تستقصی

ترجمہ: قرآنی علوم کی کوئی حد نہیں ہے اور اس کے معانی و مطالب کا استقصا ممکن نہیں ہے۔

جب معاملہ یہ ہے تو پھر آج یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ قرآن مجید میں صرف فلاں فلاں آیات کا تعلق تو احکام سے ہے اور باقی آیات، احکام کے زمرے سے خارج ہیں اور ان میں مسائل و احکام تلاش کرنا ایک کارِ بے کار ہے۔

قرآن حکیم کے بارے میں ایسا رویہ اختیار کرنا "تفقّہ فی الدین" کے عروج کی نہیں، زوال کی علامت ہے اور خیر القرون کا زمانہ، کم ہمتی کے اس رویّے سے بالکل پاک تھا۔ یہ رویّہ تو امتِ مسلمہ کے دورِ انحطاط کی پیداوار ہے جب لوگوں کی ہمتیں اور صلاحیتیں اس قدر پست اور مقلّدانہ ہو گئیں کہ کسی پیش آمدہ مسئلے کو براہ راست قرآن و سنّت سے سمجھنے کی بجائے ائمۂ فقہ کے اقوال و فتاویٰ اور تفریع در تفریع سے حل کرنے کا رُجحان پیدا ہوا اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی ایک فقہی دائرے سے باہر آنکھ اٹھا کر دیکھنا شجرِ ممنوع قرار پایا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل علم سے یہ امر بھی مخفی نہیں ہے کہ اس صورتِ حال نے نہ صرف اُمّت کے اندر قحط الرجال پیدا کیا بلکہ اُمتِ مسلمہ کی فکری و علمی وحدت بھی اس کے نتیجے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پارہ پارہ ہو گئی۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اسلام فقط تیسری صدی ہجری تک کے لئے آیا تھا اور کتاب و سُنّت بطور ماخذِ قانون صرف اسی عہدِ مسعود تک کے لئے تھے؟ کیا دین کا مقصود صرف اسی دَور کے عملی تقاضوں کو پورا کرنا تھا؟

اُس دورِ سعید کے اصحابِ علم کی خصوصیت تو یہ تھی کہ وہ زندگی کے ہر نئے تقاضے اور پیش آمدہ مسئلے کو پہلے قرآن اور پھر سُنّت کی روشنی میں حل فرماتے تھے۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ:

لوضاع لی عقالُ بعیر لوجدتُه فی کتاب اللّٰه۔ — اگر میرے اونٹ کے باندھنے کی رسّی بھی گُم ہو جائے تو وہ بھی مجھے قرآن میں مل جائیگی۔

اسی دورِ مبارک میں فقہ و اجتہاد سے متعلق ایک دوسرے کے بارے میں هُمْ رِجَالٌ وَّ نَحْنُ رِجَالٌ کا غلغلہ بلند تھا۔ اے کاش! تفقّہ فی الدین سے متعلق یہ دورِ سعید ہمارے زمانے تک بھی مُمتد ہوتا اور وحی الٰہی کے بجائے صرف اقوالِ رجال ہی ہمارا مرجع و ماویٰ نہ بنتے!

ازاں جملہ قرآن مجید کی احکامی اور غیر احکامی آیات کا زیرِ بحث مسئلہ ہے جسے اُمت کے عہدِ زوال نے جنم دیا ہے اور آج جب کہ اُمتِ مسلمہ کے مختلف گوشوں سے اجتہاد اور اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی آوازیں اٹھ رہی ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے کہ ایسی تقسیم کے منفی اثرات کو مٹا کر پورے قرآن مجید سے استنباطِ احکام اور استخراجِ مسائل کر کے اس کے کلیۃً مآخذِ قانون و ہدایت ہونے کا اعلان کریں۔ تاکہ دورِ جدید کے مسائل کا حل دین کے اصل منابع اور سرچشموں میں تلاش کرنے کا رجحان عام ہو۔ اسی طرزِ فکر سے اُمت میں رجالِ فکر پیدا ہو سکتے ہیں اور اسی سے اس اُمتِ متفرقہ کو امتِ واحدہ میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔

ہم ذیل میں چند ایسی مثالیں پیش کر رہے ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ قرآن مجید کی ایک آیت ہمیں بظاہر "غیر احکامی" نظر آتی ہے اور بالعموم اسے غیر احکامی سمجھا گیا ہے مگر اس آیت سے بھی بالکل اسی طرح سے احکامِ شرعیہ متفرع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی "احکامی" آیت سے مستنبط ہوتے ہیں اور جب معاملہ یہ ہے تو پھر احکامی اور غیر احکامی آیات کی تقسیم کا تصور بے بنیاد کیوں نہیں ہے۔

۱۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ	ان دونوں میں سے ایک لڑکی
اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ	نے کہا اے ابا جان! ان کو نوکر
مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ	رکھ لیجئے کیونکہ آپ جس کو بھی
الْاَمِيْنُ ۔ قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ	نوکر رکھیں، سب میں بہتر وہی
اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى	ہے جو مضبوط اور ایماندار ہو۔
ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓي اَنْ	(اور ان میں دونوں باتیں موجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ	ہیں ، اس پر شعیبؑ بولے میں
فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا	چاہتا ہوں کہ اپنی دونوں لڑکیوں
فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ	میں سے ایک کے ساتھ تمہارا اس
اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ	(مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ
سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	برس تک میری نوکری کرو اور
مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۔ قَالَ ذٰلِكَ	اگر تم دس برس پورے کر دو تو
بَیْنِیْ وَ بَیْنَكَ ؕ اَیَّمَا	تمہارا احسان ۔ میں تم پر زیادہ
الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا	مشقت ڈالنا نہیں چاہتا ۔
عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی	انشاء اللہ مجھے تم ایک نیکوکار
مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ؕ[1]	آدمی پاؤ گے ۔ موسیٰ نے کہا

" یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے ۔ دونوں مدتوں میں سے میں جو بھی پوری کروں (مجھے اختیار ہے) مجھ پر جبر و زیادتی کرنے کا آپ کو حق نہیں اور ہم آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے ۔

ان آیات کے متذکرہ صدر مضمون کے مطابق حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی ایک صاحبزادی کی تجویز کو قبول فرما کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اُجرت کا معاملہ طے فرمایا اور ان کو اپنے ہاں بطور اجیر رکھ لیا ۔

---

[1] القصص ۲۶ تا ۲۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بظاہر یہ آیات قصصِ سابقہ سے تعلق رکھتی ہیں اور ان کا احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ اسی لئے ان آیات کو احکامی آیات میں شمار کیا گیا، لیکن غور کرنے پر ان سے درج ذیل مسائل شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں۔

ا۔ اِسلام میں مزدور یا کوئی ملازم بھرتی کرتے وقت دو امور کو بالخصوص پیش نظر رکھا جانا چاہیئے، ایک یہ کہ وہ مزدور یا ملازم "قوی" ہو۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جسمانی اور ذہنی طور پر اس کام کو سرانجام دے سکتا ہو جس کے لئے اسے بھرتی کیا جا رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ وہ ملازم "امین" ہونا چاہیئے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کے تصرف میں جو مال و جائداد ہو یا اسرارِ ملکی (STATE SECRETS) ہوں تو وہ شخص ان میں خیانت کرنے والا نہ ہو۔ اسلامی نظام میں پبلک سروس کمشن وغیرہ جیسے اداروں کے لئے ضروری ہے کہ وُہ مذکورہ بالا معیار کو اپنے ہاں بھرتی کا اصل معیار قرار دیں اور اس کی عدم موجودگی نااہلی متصوّر ہو۔ قوی اور امین کا یہ معیار اِنَّ خَیۡرَ مَنِ اسۡتَاجَرۡتَ الۡقَوِیُّ الۡاَمِیۡنُ کے الفاظِ قرآنی سے ثابت ہوتا ہے۔

ب۔ ہر آجر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملازم سے اس کی طاقت و ہمّت سے بڑھ کر کام نہ لے۔ گویا ایک ملازم جس قدر کام کر سکتا ہے۔ اس سے زیادہ بوجھ یا ذمہ داری اس پر نہ ڈالی جائے۔ یہ حکم شرعی قرآن کے الفاظ " وَمَآ اُرِیۡدُ اَنۡ اَشُقَّ عَلَیۡکَ سے واضح ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج ۔ ہر مزدور (یا ملازم) اور آجر کے درمیان ایک معاہدے کا ہونا ضروری ہے جو دونوں فریقوں کی آزاد مرضی سے طے پائے۔ ایسا معاہدہ تحریری اور زبانی دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے اور اس میں اس امر کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ایک مزدور یا غلام کو کتنا کام کرنا ہے اور اس کام کی اُجرت کیا ہوگی؟ اور اس سلسلے میں دیگر شرائط ملازمت بھی باہمی رضامندی سے رکھی جا سکتی ہیں جن کی پابندی فریقین — آجر اور اجیر کو کرنی ہوگی۔ آج کل ایک ملازم کے پروانۂ تقرری Appointment letter کے ساتھ ہی ایسی تمام شرائطِ ملازمت کا اندراج ہونا چاہیئے۔ باہمی معاہدے کا یہ حکم شرعی "ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكَ" کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔

۲ ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ أَرَى الْهُدْهُدَ ۖ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِينَ ۝ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَاذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ۝ (النمل ۲۷ : ۲۱)	اور سلیمان نے پرندوں کی حاضری لی تو کہنے لگے کہ کیا بات ہے کہ ہُدہُد نظر نہیں آرہا یا وہ کہیں غائب ہے۔ اگر ایسا ہے تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ اپنی صفائی میں کوئی واضح دلیل میرے پاس پیش کرے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ آیات بھی منجملہ ان آیات سے ہیں جن کو غیر احکامی کہا جاتا ہے۔
لیکن اس سے ایک حکم شرعی یہ نکلتا ہے کہ اسلامی مملکت کی انتظامیہ اپنے ماتحت ملازم لوگوں پر فردِ جرم Charge Sheet عائد کرکے ان کو اظہارِ وجوہ کا نوٹس Show Cause Notice دے سکتی ہے بشرطیکہ ایسے ملازمین غیر حاضری، کام چوری، خیانت، نافرمانی یا بے ضابطگی کا ارتکاب کریں۔ اس کے علاوہ دوسرا حکم شرعی یہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر ایسے ملازمین اپنی صفائی میں کوئی معقول عذر پیش کردیں تو ان سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا بصورت دیگر ان کے خلاف باضابطہ قانونی کاروائی کرکے ان کو مناسب سزا دی جاسکتی ہے۔

۳۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ	یاد کرو جب تمہارے پروردگار
اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ	نے فرشتوں سے کہا کہ میں
طِیْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ	گیلی مٹی سے ایک آدمی بنانے
وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ	والا ہوں تو جب میں اس کو
فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ۝	درست بنا کر اس میں اپنی
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ	پیدا کی ہوئی روح پھونک
اَجْمَعُوْنَ ۝ اِلَّآ اِبْلِیْسَ ۝	دوں تو تم سب کے سب
اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ	اس کے سامنے سجدہ ریز ہو
الْكٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ	جانا۔ پھر تمام فرشتوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ط اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ٥ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ط خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ٥ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۚ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ٥

(سورہ صٓ: ۷۵تا۷۸)

سجدہ کیا۔ مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ اس نے تکبر کیا اور وہ کافروں میں ہو گیا۔ اللہ نے فرمایا "اے ابلیس! جس چیز کو میں نے اپنی خاص قدرت سے پیدا کیا اس کو سجدہ کرنے سے تجھے کس نے روکا۔ کیا تو شیخی میں آگیا ہے یا تو واقعی بلند مرتبہ ہے"۔ ابلیس بولا "میں اس سے بہتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اس کو تو نے گیلی مٹی سے پیدا کیا ہے"۔ اللہ نے پھر حکم دیا کہ تو یہاں سے نکل جا تو یقیناً مردود ہے اور تجھ پر قیامت تک میری پھٹکار پڑے گی۔

ان آیات سے ظاہر ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے انکارِ سجدہ کی وجہ دریافت فرمائی ہے گویا ابلیس کو اس کی نافرمانی پر اظہارِ وجوہ کا نوٹس (Show Cause Notice) دیا گیا ہے اور اس طرح ملزم ابلیس کو صفائی کا پورا پورا موقع دیا گیا تھا کہ وہ اپنے عدمِ سجود کے جواز میں جو کچھ کہنا چاہتا ہے، وہ کہہ دے۔ پھر ابلیس نے انکارِ سجود کا جواز پیش کیا وہ چونکہ ایک غلط جواز تھا اس لئے اسے یہ سزا سنا دی گئی کہ وہ قیامت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک کے لئے راندۂ درگاہِ خداوندی اور مردود ہے۔

یہ آیات اس امر پہ دلالت کرتی ہیں کہ کسی ملزم کو صفائی کا موقع دیئے بغیر نہ تو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی قسم کی کوئی سزا دی جا سکتی ہے۔ پھر اگر کوئی ملزم اپنے حق میں کوئی معقول جواز یا عذر پیش نہ کر سکے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائے گی۔ بصورتِ دیگر اگر کوئی ملزم اپنے حق میں معقول عذر پیش کر کے بے گناہ ثابت ہوتا ہے تو اسے کسی قسم کی سزا نہیں دی جا سکتی۔

غور فرمائیے، قرآن کی انہی غیر احکامی آیات میں اسلام کے نظامِ عدالت کا کتنا اہم حکم موجود ہے اور اس معاملے کا تعلق محض اخلاق و تاریخ سے نہیں ہے بلکہ یہ ہماری عملی زندگی کا ایک نہایت ضروری مسئلہ ہے جس کی طرف قرآن حکیم نے رہنمائی فرمائی ہے۔

04925

۴۔ قرآن حکیم میں ہے کہ:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ	سلیمان نے کہا ہم ابھی دیکھتے
اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○	ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو
(سورۃ النمل: ۲۷)	جھوٹا ہے۔

اس آیت کا سیاقِ کلام یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے ہُد ہُد نے مُلکِ سبا کے بارے میں اطلاع بہم پہنچائی تو اس پہ آپ نے فرمایا کہ ہم دیکھیں گے کہ تمہاری اطلاع درُست بھی ہے یا نہیں؟ اس آیت کو بھی بالعموم غیر احکامی آیت سمجھا گیا ہے۔ حالانکہ اس سے شریعت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا ایک خاص حکم ثابت ہوتا ہے جس کا ذکر قرآن مجید نے ایک دوسرے مقام پر بھی کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ	اے ایمان والو! اگر ایک
جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ	فاسق تمہارے پاس کوئی خبر
فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا	لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا
قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا	کرو ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو
عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ	نادانی سے نقصان پہنچاؤ اور
نَادِمِينَ ۝	پھر اپنے کئے پر شرمسار ہو۔

(سورہ الحجرات: ۶)

قرآن مجید کی ان دونوں آیات سے یہی حکم شرعی ملتا ہے کہ ہر اہم اطلاع یا خبر کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر یہی ہے کہ اس کی پہلے تحقیق کر لی جائے اور بعد میں صورتِ واقعہ کے مناسبِ حال اقدام کیا جائے۔

اس سے واضح ہو گیا کہ ہمارے لئے یہ رویہ درست نہیں کہ قرآنِ حکیم کی ان دونوں آیات میں سے صرف ایک کو مدارِ حکم بنائیں اور دوسری آیت کو صرف قصص کی ایک آیت قرار دے کر اس سے استنباطِ احکام کو ممنوع ٹھہرائیں۔

۵ - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَفْسِي	یوسف نے کہا۔ اس عورت نے
وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِنْ أَهْلِهَا	خود مجھ سے میری آرزو کی تھی
إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ	اور عورت کے کنبے میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ	ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر
مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ○ وَاِنْ	ان کا کُرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو
كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ	تو یہ سچی اور وہ جھوٹے، اور اگر
دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ	ان کا کُرتا پیچھے سے پھٹا ہُوا تو
الصّٰدِقِيْنَ ○ فَلَمَّا رَاٰ	یہ جھوٹی اور وہ سچے۔ پھر جب
قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ	عزیز نے ان کا کُرتا پیچھے سے
قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ط	پھٹا ہوا دیکھا تو اپنی عورت
اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ○	سے کہنے لگا "یہ تم ہی عورتوں کے
يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا	چلتّر ہیں ۔ اس میں شک نہیں
وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ﷺ	کہ تمہارے لوگوں کے چلتّر بڑے
اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ○	غضب کے ہوتے ہیں" اور یوسف
(سورہ یوسف ۲۶-۲۹)	سے کہا کہ اے یوسفؑ اس معاملے

کو جانے دو اور عورت سے کہا کہ تُو اپنے گناہ کی معافی مانگ کیونکہ تو ہی خطا کار ہے۔

ان آیات سے اسلامی نظامِ عدل میں واقعاتی شہادت Circumstantial Evidence کے قابلِ اعتبار ہونے کی تائید ملتی ہے اور اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ گواہوں کی عدم موجودگی میں ایک قاضی صرف واقعاتی شہادت کی بنا پر بھی فیصلہ دے سکتا ہے اور اس کا ایسا فیصلہ ایک مبنی برحق اور صحیح فیصلہ ہوگا۔ مزید برآں ثبوتِ جرم یا ثبوتِ بے گناہی کے لئے بھی واقعاتی شہادت ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معتبر چیز ہے جیسے ایک عدالت کو ہر صورت میں پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔
قرآنِ حکیم کی یہ آیات بھی منجملہ غیر احکامی آیات سے ہیں جن سے ایک حکم شرعی کا استنباط بالبداہت ہوتا ہے۔

۶ - سورۂ بقرہ میں ارشادِ ربانی ہے کہ:

وَ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ البقرہ : ۳۰)	اور یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں تو وہ بولے کیا تو زمین میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس میں فساد اور خونریزیاں کرے گا۔ اور ہم تیری تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور تیری پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا بلاشبہ جو میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے ہو۔

یہ آیت بھی احکامی آیت نہیں سمجھی گئی مگر اس سے اسلامی اجتماعی زندگی کا ایک اہم اصول یہ نکلتا ہے کہ اگر کسی شخص سے اسلامی حکومت یا معاشرے کا کوئی فرد مشورہ طلب کرتا ہے تو اسے اپنے فہم و بصیرت کی حد تک ٹھیک ٹھیک مشورہ دے دینا چاہیئے۔ اس آیت سے ایک دوسرا پہلو یہ بھی نکلتا ہے کہ اپنے سامنے پیش آنے والا واقعات کے بارے میں اپنا صحیح صحیح نقطۂ نظر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ردِّعمل ظاہر کر دینا چاہیئے اور اس معاملے میں ہرگز کمزوری نہیں دکھا چاہیئے۔ صائب مشورہ دینے یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں پہلوؤں سے اس آیت سے استنباط ممکن ہے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں بھی اہل الرائے اور مجلسِ شوریٰ کے لئے یہ ایک اہم ہدایت ہے۔

۷۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ	کیا تم نے اس شخص کے حال پر
حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖٓ	نظر نہیں کی جو صرف اس پر تنے
اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ	پر کہ خدا نے اسے بادشاہی دی
اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ	تھی ابراہیمؑ سے اُن کے رب
الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ قَالَ	کے بارے میں اُلجھ پڑا۔ جب
اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ قَالَ	ابراہیمؑ نے کہا کہ میرا رب تو وہ
اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ	ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے۔
بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ	وہ بولا کہ "میں بھی زندگی اور
بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ	موت دیتا ہوں۔ ابراہیمؑ نے
الَّذِیْ كَفَرَ وَ اللّٰهُ	کہا کہ اللہ تو مشرق سے سورج
لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔	کو نکالتا ہے بھلا تم مغرب سے
(البقرۃ: ۲۵۸)	نکال دکھاؤ۔ اس پر وہ کافر
	ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔

اس آیت کو بھی از قسم غیر احکامی آیات کے سمجھا گیا ہے مگر اس سے دعوتِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دین کا ایک اہم اصول نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی شخص سے بحث و محاجہ کی صورت میں اپنی کسی دلیل پر اَڑنا نہیں چاہیئے خواہ وہ دلیل کتنی ہی مضبوط کیوں نہ ہو بلکہ اپنے مخاطب کے حسبِ حال اپنے حق میں کوئی دوسری ٹھوس دلیل پیش کر دینا چاہیئے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کا یہ داعیانہ طرزِ عمل ہمارے طریقِ دعوت کے لئے بھی ایک رہنما اصول کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ ہمارے ہاں کے فنِ مناظرہ میں غلطی سے اس اصول کو ایک مناظر کی کمزوری سمجھا جاتا ہے۔ مگر جیسا کہ مسلّم ہے ایک داعیِ حق کا کام اپنے مخاطب کی اصلاح کے سوا کچھ نہیں۔ اس مقصد کے لئے جو دلیل بھی مخاطب کے دل میں اُترنے والی ہو، وہی مفید اور بہتر ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک مریض کو اگر کسی مجرب دوا سے شفا نہ ہو رہی ہو تو ایک طبیب صحتِ مریض کی خاطر کوئی دوسری مناسب دوا استعمال کرا دیتا ہے تاکہ اس سے مریض شفایاب ہو جائے۔ کوئی ماہر سے ماہر طبیب بھی اپنی کسی مجرب خاص اور اکسیر دوا کے استعمال پر اصرار نہیں کر سکتا بلکہ اسے مریض کی شفایابی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اس لئے وہ کسی دوسری مناسب دوا کے استعمال کرانے سے نہیں ہچکچاتا۔

ابراہیمؑ کے اس مباحثہ و محاجہ سے ہمیں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ ہم دعوتِ دین کے منکرین سے بحث کرتے وقت دلیل کی مضبوطی پر زیادہ اعتماد کرنے کی بجائے مخاطب کی اصلاح پر زیادہ توجہ دیں۔ اور دین کی دعوت کے لئے خود دین کی یہی تعلیم اور حکم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا چند مثالیں مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر پیش کی گئی ہیں اور اسی سے معاملے کی اصل صورت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ع قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

یہ مثالیں اس امر کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں کہ آج بھی ہمیں زندگی کے بدلتے ہوئے تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے قرآنِ حکیم کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اپنے نت نئے مسائل کے حل کے لئے اس کی طرف احکامی آیات ہی کو مرکز و محور نہیں بنانا چاہیئے بلکہ احکام شرعیہ اور مسائلِ فقہیہ کے استنباط کے لئے ہمیں "غیر احکامی آیات" سے بھی رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے نیز اس سلسلہ میں مروجہ کتبِ فقہ اور مجموعہ ہائے فتاویٰ پر قناعت کر کے بیٹھ نہیں جانا چاہیئے بلکہ صدیوں کے اس جمود کو توڑ کر دین کے اصل ماخذ کی روشنی میں اجتہاد کی راہ اختیار کرنی چاہیئے کہ اسلام کا منشا اور وقت کی پکار یہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں اصحابِ فیل کا واقعہ

قرآن مجید کی سورۂ فیل میں اصحابِ فیل (ہاتھی والوں) کے جس واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اُس کی متفقہ اور مجمع علیہ تفسیر میں دورِ حاضر کے بعض لوگوں نے عجیب و غریب اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔

اصل واقعہ جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسرین کرام کا اتفاق اور اجماع ہے، مختصراً یہ ہے کہ یمن کا ایک متعصب عیسائی حکمران ابرہہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر ہاتھیوں کے ہمراہ خانۂ کعبہ پر حملہ آور ہوا۔ تاکہ اسے مسمار کر دے۔ قریشِ مکہ اتنے بڑے لشکر کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے اس لئے وہ قریب کے پہاڑوں میں چلے گئے۔ جب وہ لشکر مُزدلفہ اور منیٰ کے درمیان محسّر کے مقام پر پہنچا تو اچانک ایک طرف سے پرندوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جھنڈ کے جھنڈ آ گئے جنہوں نے اُن پر سنگریزوں کی بارش کر دی اور جس کے نتیجے میں پورا لشکر ہاتھیوں سمیت تباہ وبرباد ہو گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص قدرت کے اعجاز سے خانۂ کعبہ کی حفاظت فرمائی اور ابرہہ کے منصوبے کو ناکام بنا دیا۔ یہ واقعہ اُسی سال پیش آیا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی تھی۔ اصحابِ فیل کے واقعے کی اسی تفسیر پر مفسّرین کرام کا چودہ سو برس سے اتفاق اور اجماع موجود ہے۔

اس کے برعکس دورِ حاضر کے بعض لوگ اس واقعہ کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ قریشِ مکہ نے ابرہہ کے لشکر کا باقاعدہ مقابلہ کیا تھا، اور پہاڑوں میں مورچے بنا کر گوریلا جنگ لڑی تھی۔ اصحابِ فیل پر قریش نے ایسا پتھراؤ کیا کہ اُن کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اس دوران میں تیز آندھی (حاصب) آئی جس نے رہی سہی کسر نکال دی اور ابرہہ کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔ اس کے بعد اُن کی نعشوں کو نوچنے اور کھانے کے لئے اور جوارِ کعبہ سے تعفّن ختم کرنے کے لئے گوشت خور قسم کی چڑیاں پہنچ گئیں، جنہوں نے میدانِ جنگ کو آلودگی سے پاک وصاف کر دیا۔

تجدّد پسند حضرات واقعۂ فیل کی اس تاویل کے حق میں جو کچھ کہتے ہیں وہ قرآن مجید کے مسلّمہ اصولِ تفسیر کے خلاف کہتے ہیں اور اُس تفسیر کے خلاف کہتے ہیں جس پر سلف سے لے کر خلف تک کے تمام مفسّرین کرام کا اجماع اور اتفاق موجود ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان متجددین کی ایک نفسیاتی کمزوری یہ ہے کہ وہ مغرب سے مرعوب ہو کر دینِ اسلام اور قرآن مجید کی ایسی تعبیر و تاویل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ جس میں وہ موجودہ دَور کی عقلیت پسندی Rationalism پر ایمان لاکر قرآنی معجزات کا صاف انکار کر دیتے ہیں۔ ان کے ہاں فرشتوں کا کوئی وجود نہیں۔ انسانوں سے الگ جنّوں کی کوئی مخلوق نہیں۔ وہ ابلیس بھی ان کے نزدیک مر چکا ہے جس نے آدم علیہ السلام کے آگے سجدہ ریز ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ بلکہ خود آدم علیہ السلام نام کا کوئی نبی بھی اُن کے خیال میں نہیں ہو گزرا۔ اُن کی رائے میں فرعون اور اُس کا لشکر محض سمندر کے مدّ و جزر کی وجہ سے غرقاب ہوا تھا، اور اُن کی دانست میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم واقعۂ معراج کی صورت میں کبھی آسمانوں پر تشریف نہیں لے گئے تھے۔ قرآنی قصص اور واقعات کا اعجازی پہلو ختم کر دینے کا سودا اِن لوگوں پر ایسا سوار ہے کہ انہوں نے اصحابِ فیل کے واقعے میں بھی قدرتِ الٰہیہ کا اعجازی پہلو کم کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے بھی عام جنگی واقعات کی طرح کا ایک واقعہ ثابت کرنے کی سعی کی ہے۔

ہماری رائے میں ان متجددین نے سورۂ فیل کے واقعے کی جو تاویل کی ہے وہ کئی وجوہ سے غلط اور بے بنیاد ہے۔

۱۔ قرآن مجید کا اُسلوبِ بیان

سب سے پہلے اس سورہ میں قرآن مجید کے اسلوبِ بیان پر غور کیا جائے تو آغاز ہی میں اَلَمْ تَرَ کیا تو نے نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیکھا، کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ اُسلوبِ بیان قرآن مجید میں عام اور غیر معین مخاطب کے لئے آتا ہے جسے اصطلاحاً خطاب بغیر معین" کہا جاتا ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آتا ہے۔ اس طرح کے اسلوب میں کوئی خاص فرد یا گروہ مراد نہیں ہوتا بلکہ پوری نوعِ انسانی سے خطاب کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں آیا ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۔ (الفجر ۸۹ : ۶)	کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے کیا سلوک کیا۔

اس جگہ پر کوئی فرد یا گروہ مخاطب نہیں ہے بلکہ یہ خطابِ عام ہے اور اس کا خطاب معین نہیں ہے تمام لوگ اس کے مخاطب ہیں۔

اسی طرح ایک اور مثال ملاحظہ ہو:۔

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے کہ:

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ۔ (الفرقان ۲۵ : ۴۵)	کیا تُو نے اپنے رب کی اس قدرت پر غور نہیں کیا کہ اُس نے سائے کو کیسے پھیلایا ہے۔

اس مقام پر اللہ تعالٰی نے اپنی ایک خاص قدرت ـ اشیاء کے سایوں کا گھٹنا بڑھنا ـ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاص شخص یا گروہ مخاطب نہیں ہو سکتا۔

بعینہٖ سورۂ فیل کے آغاز میں اَلَمْ تَرَ کا خطاب بھی کسی خاص فرد یا گروہ کے لئے نہیں ہے۔ اس لئے اس سے قریش کا گروہ مراد لینا ہرگز درست نہیں ہے۔

۲۔ تفسیر القرآن بالقرآن:

قرآن مجید کی تفسیر کا سب سے پہلا اصول جسے ہمارے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں، یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر قرآن سے کی جائے۔ اس اصول کے مطابق جب ہم سورۂ فیل پر غور و تدبر کرتے ہیں تو اسی اسلوب اور انداز میں قرآن مجید سے کئی نظریں ہمیں مل جاتی ہیں۔

ا۔ پہلی نظیر یہ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ۔ (الفجر ۸۹: ۶)	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قوم عاد سے کیا برتاؤ کیا۔

اس آیت کے اندازِ بیان ہی سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ قومِ عاد کے لئے جس عذابِ الٰہی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس میں انسانی کوشش اور کسب کو کوئی دخل نہیں ہے۔ جو عذاب قومِ عاد پر بھیجا گیا وہ کوئی انسانی فعل نہ تھا بلکہ صرف اور صرف قدرتِ الٰہیہ کا کرشمہ تھا۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ (کیا تو نے دیکھا کہ تیرے رب نے کیا کیا)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اُسلوب اس امر کا متقاضی ہے کہ اُس کے ضمن میں واقع ہونے والے فعل کا صرف رب ہی فاعل ہو۔

بالکل اسی طرح سُورۂ فیل کے آغاز میں پہلی آیت یُوں ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ	کیا تُو نے دیکھا کہ تیرے رب
بِأَصْحٰبِ الْفِيلِ ۝	نے ہاتھی والوں کے ساتھ
(الفیل: ۱)	کیا کیا۔

اس آیتِ زیرِ بحث کا اسلوبِ بیان بھی اسی امر کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ آگے جو فعل بیان ہوگا اُس کا فاعل صرف اور صرف ربِّ کریم ہی ہے۔ بندوں کے فعل کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ لہٰذا اصحابِ فیل کے واقعے کی تفسیر میں ابرہہ کے لشکر کو تباہ کرنے میں بندوں کا خواہ وہ قریش ہوں یا کوئی اور قطعاً کوئی دخل نہیں ہو سکتا۔ قریش کے کسی فعل کو بیان کرنے کے لئے یہ اسلوب ہرگز مناسب نہیں ہو سکتا۔

ب۔ دوسری نظیر سُورۂ فرقان کی آیت ۴۵ ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ:

أَلَمْ تَرَ إِلٰى رَبِّكَ	کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے
كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۔	ربّ نے سائے کو کیسے پھیلا
	دیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اشیاء کا سایہ قدرتِ الٰہی سے گھٹتا بڑھتا ہے اور سورج کی روشنی کے مختلف زاویوں سے بدلتا رہتا ہے۔ اللہ کی اس قدرت میں فعلِ انسانی کا ہرگز کوئی دخل نہیں ہے۔ اُسلوبِ بیان یہاں پر بھی بالکل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی ہے جو سورۂ فیل کے آغاز میں وارد ہوا ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہر انسان کو اپنی قدرت کی ایک نشانی ایک جگہ بتانا چاہتا ہے اور اپنی قدرت کی دوسری نشانی دوسری جگہ بتا رہا ہے ۔ ایک ہی اُسلوب اور اندازِ بیان ہے جس میں انسانی کوشش اور کسب کا کوئی حصّہ نہیں ۔ سب کچھ قدرتِ الٰہیہ کی کرشمہ سازیاں بیان ہوتی ہیں ۔

ج ۔ تیسری نظیر سُورۂ عنکبوت آیت ۱۹ میں ہے کہ :

اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ	کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے
يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ	کہ اللہ کس طرح تخلیق کی ابتدا
ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۔	اور اُس کا اعادہ کرتا ہے ؟

یہ حقیقت ہے کہ اشیاء کو پہلی بار پیدا کرنا یا دوبارہ پیدا کرنا تنہا اللہ کی قدرت و صنعت ہے ۔ اس میں انسانی جدوجہد کو کوئی دخل حاصل نہیں ہے ۔ اس آیت کا اندازِ بیان بھی سورۂ فیل کے آغاز جیسا ہے ۔ لہٰذا اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی میں بھی قریش کا کوئی عمل دخل شامل نہیں ہو سکتا ۔

د ۔ چوتھی نظیر سُورۂ نوح کی آیت ۱۵ ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے کہ :

اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ	کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ
اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ	نے کس طرح اوپر تلے سات
طِبَاقًا ۔	آسمان پیدا کئے ہیں ۔

اور واضح ہے کہ جس طرح سات آسمانوں کو ایک دوسرے کے اُوپر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلے پیدا کرنے میں کسی انسان کے کسب و فعل کو کوئی دخل نہیں ۔ بلکہ یہ سراسر اللہ کی قدرت و صنعت کا نتیجہ ہے ۔ اسی طرح اصحابِ فیل کا تذکرہ بھی اسی انداز سے کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اُن کی ہلاکت و بربادی میں بھی قریش یا دوسرے انسانوں کی کوئی جدوجہد شامل نہیں ہے ۔ جس طرح ایک مقام پر اللہ تعالےٰ کی قدرتِ کاملہ کا ظہور ہے اُسی طرح دوسرے مقام پر بھی اُسی اُسلوب میں اللہ تعالےٰ ہی کو قدرتِ قاہرہ کی نمود ہے ۔

۳ ۔ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے معنی :

سُورَۂ فیل کی تفسیر و تاویل میں متجددین حضرات نے اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے معنی سمجھنے میں بھی غلطی کی ہے ۔ قرآن مجید میں جہاں بھی کسی قوم کی ہلاکت و تباہی کا ذکر آیا ہے اور اس سلسلے میں اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ آیا ہے تو وہاں لازمی طور پر اس کے بعد آنے والا اسم ہی مُوجبِ ہلاکت و تباہی کے طور پر آیا ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے اُس کو عذاب کا اصل ذریعہ قرار دیا ہے ۔ قرآن مجید میں اس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں ۔ مثال کے طور پر ایک مثال ملاحظہ ہو ۔

۱ ۔ ارشادِ الٰہی ہے کہ :

وَفِيْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا	اور عاد کے بارے میں جب
عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ۔	ہم نے اُن پر خشک آندھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الذاریات ۵۱ : ۴۱) چلا دی۔

اس مقام پر اَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ کے بعد جو اَلرِّيۡحَ الۡعَقِيۡمَ (خشک آندھی) ہے، وہی قومِ عاد پر عذاب کی صورت ہے جس سے اُن کی ہلاکت و بربادی ہوئی تابلکل اسی طرح وَاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ (اور ہم نے بھیجے اُن پر پرندے جھنڈ کے جھنڈ) میں بھی اَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ کے بعد جو طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ (جھنڈ کے جھنڈ پرندے) آیا ہے تو یہی عذابِ الٰہی کی صورت ہے جس کے ذریعے اصحابِ فیل کی تباہی و بربادی ہوئی۔

ب۔ دوسری مثال قرآن مجید کی سورۃ سبا کی آیت ۱۶ ہے:

فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ سَيۡلَ الۡعَرِمِ ۔ پھر ہم نے اُن پر بند کا سیلاب بھیج دیا۔

اس میں بھی قومِ سبا پر سَيۡلَ الۡعَرِمِ (بند کا سیلاب) بھیجا گیا اور یہی چیز اُس قوم کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بنی تھی۔ بعینہٖ سورۃ فیل میں بھی طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و بربادی کا ذریعہ ہیں، نہ کہ قریش کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر کنکر پھینکنا موجب ہلاکت ہے۔ قرآن مجید کا اندازِ بیان اپنے نظائر کے ساتھ ہی وضاحت کرتا ہے کہ یہاں بھی طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ہی کو اصحابِ فیل کی تباہی اور ہلاکت کا سبب قرار دیا جائے۔

ج۔ تیسری مثال سورۃ الذاریات کی آیت ۳۳ ہے:

لِنُرۡسِلَ عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّنۡ طِيۡنٍ ۔ تاکہ ہم اُن پر کھنگر کے پتھر برسائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مقام پر قوم لوطؑ کی تباہی کا ذکر کرتے ہوئے لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ کے بعد حِجَارَةً مِّنْ طِينٍ (کھنگر کے پتھر) آیا ہے اور یہی چیز قوم لوطؑ کی ہلاکت و بربادی کا سبب اور ذریعہ بنی تھی۔ بالکل یہی صورت واقعہ اصحابِ فیل میں بھی ہے جہاں اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ کے بعد طَيْرًا اَبَابِيْلَ آیا ہے لہٰذا یہی طَيْرًا اَبَابِيْلَ ہی اصحابِ فیل کی ہلاکت و تباہی کے مُوجِب تھے۔ قریش کی جانب سے پتھراؤ کا مفہوم قرآن مجید کے اس اسلوب سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

۴۔ تَرْمِيهِمْ کا مفہوم :

متجدّدین اس سُورہ میں تَرْمِيهِمْ کے فعل کا فاعل قریش کو قرار دیتے ہیں۔ اس بنیاد پر کہ آغازِ سُورہ میں اَلَمْ تَرَ میں قریش مخاطب ہیں، اس لئے تَرْمِيهِمْ میں بھی تَرْمِي کا خطاب صیغۂ واحد مذکّر حاضر کی صورت میں قریش ہی کے لئے ہے۔ مگر یہ ان حضرات کی اپنی ذہنی اختراع اور اُپج ہے، سُورۂ فیل میں اَلَمْ تَرَ کے بارے میں ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ اس طرح کا خطاب عام اور غیر معیّن ہوتا ہے اور اس سے کوئی خاص فرد یا گروہ مُراد لینا قرآن مجید کے عام اسلوبِ بیان کے خلاف ہے اس لئے صرف قریش کو اس کلام کا مخاطب سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس صورتِ حال میں تَرْمِيهِمْ کے فعل میں قریش کو فاعل قرار دینا صریح طور پر قرآن مجید کی معنوی تحریف ہے۔ سیدھی بات یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ تَرْمِیْھِم دیں فاعل کی ضمیر اپنے قریبی مرجع طَیْرًا اَبَابِیْلَ کی طرف لوٹتی ہے۔ اور یہاں پر یہ مفہوم مراد ہے کہ یہ پرندوں کے جھنڈ ہی تھے جو ہاتھی والوں پر کنکریاں پھینکتے تھے اور جس کے نتیجے میں اصحاب فیل کا لشکر تباہ و برباد ہو گیا۔

متجددین نے یہاں پر ایک اور نکتہ بھی نکالا ہے، وہ کہتے ہیں کہ عربی زبان میں رمی کا فعل کسی چیز کو صرف بازو یا فلاخن کے ذریعے پھینکنے کے معنوں میں آتا ہے، اور اُوپر سے کسی چیز کو گرانے کے لئے یہ لفظ استعمال نہیں ہو سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ عربیت میں رمی کا فعل کئی معنوں میں آتا ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو ہاتھ یا فلاخن سے پھینکنے کے بھی ہیں اور بلندی سے نشانہ باندھ کر کوئی چیز نیچے گرانے کے معنی میں بھی رمی ہی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ دراصل اس لفظ کے مفہوم میں بلندی یا پستی کا کوئی تصور نہیں ہے بلکہ کسی چیز کا نشانہ لے کر اس پر کوئی شے پھینکنا اس لفظ کا بنیادی مفہوم ہے۔ اہل عرب آج کل لڑاکا اور بمبار طیاروں کی گولہ باری اور بمباری کے لئے بھی یہی رمی کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں رمی کے مجازی معنی "کسی پر تہمت لگانے" "الزام تراشی کرنے" اور "بہتان طرازی کرنے" کے بھی آئے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ نور آیت ۴ میں ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ   اور جو لوگ پاک دامن عورتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْمُحْصَنٰتِ پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں۔

لہذا رمی کے لفظ کو صرف بازو اور فلاخن کے ذریعے کسی چیز کے پھینکنے کے معنوں میں محدود اور منحصر کر لینا عربیت کے خلاف ہے۔

۵۔ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ کے معنی:

متجددین حضرات نے اس سورہ کے الفاظ بِحِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ پر تدبر نہیں کیا اور نہ ہی ان الفاظ کو قرآن مجید کے دوسرے نظائر کی روشنی میں سمجھنے کی کوئی کوشش کی ہے۔ وہ اگر صرف انہی دو الفاظ پر تھوڑا سا غور و تدبر فرما لیتے تو اُن کے ذہن میں کبھی وہ نرالی تاویل پیدا نہ ہوتی جیسے وہ بیان کیا کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں حِجَارَۃٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ کے الفاظ اسی صورت میں صرف دو بار آئے ہیں اور دونوں مرتبہ ان سے مُراد "عذابِ الٰہی کے پتھر" ہیں، نہ کہ انسانوں (یا قریش) کے پھینکے ہوئے پتھر۔

پہلی مرتبہ یہ الفاظ سورۂ ہود کی آیت ۸۲ میں اسی طرح وارد ہوئے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا	پھر جب ہمارا حکم آن پہنچا تو
عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا	ہم نے اس (بستی) کے بلند
عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ	کو اُس کا پست بنا دیا اور
سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۙ	ہم نے وہاں کھنگر کے پتھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برسادیئے۔

یہ قومِ لوطؑ پر عذابِ الٰہی کی کیفیت کا بیان ہے۔ اور اس میں حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ کے الفاظ صریحاً اللہ کی طرف سے بھیجے ہوئے عذاب کے پتھروں پر دال ہیں۔ انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھر یہاں کسی صورت مراد نہیں لئے جاسکتے۔ آیتِ مذکورہ میں جن پتھروں کا ذکر ہے۔ اُن سے مُراد اللہ تعالےٰ کے وہ آسمانی پتھر ہیں جو قومِ لوطؑ پر اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے برسائے گئے تھے۔

دوسری مرتبہ یہی الفاظ سُورۂ الحجر کی آیت ۷۴ میں آئے ہیں:

فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا	پھر ہم نے اُس بستی کو زیرو
وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً	زبر کر دیا اور اُن لوگوں پر
مِّن سِجِّيلٍ ۝	کھنگر کے پتھر برسا دیئے۔

اس جگہ پر بھی حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ کے الفاظ انسانوں کے پھینکے ہوئے پتھروں کے لئے نہیں آئے ہیں، بلکہ اللہ تعالےٰ کے عذاب کی صورت میں برسائے گئے پتھروں کے لئے استعمال ہوئے ہیں، کہ جن کے ذریعے قومِ لوطؑ کو تباہ و برباد کر دیا گیا تھا۔

بالکل یہی الفاظ جب سورۂ فیل میں آئے ہیں تو ہم کیوں نہ ان سے بھی اللہ تعالےٰ کی طرف سے ابرہہ کے لشکر پر عذاب کی صورت میں برسائے گئے پتھر ہی مُراد لیں؟ کیوں ان الفاظ کی دور از کار تاویلیں کرنے لگیں اور اللہ تعالےٰ کی کتاب کو سمجھنے کے لئے خود اپنی آنکھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر پٹیاں باندھ لیں اور اپنے دلوں پر قُفل چڑھالیں ؟

۶ - حاصب یعنی سخت آندھی :

متجدد پسند حضرات سُورۂ فیل کی تفسیر میں یہ بھی کہتے ہیں کہ اصحابِ فیل کا لشکر تباہ کرنے میں دو عناصر کا بڑا ہاتھ ہے ایک قریش کی طرف سے کنکریاں پھینکنا اور دوسرے اچانک سخت آندھی (حاصب) کا چل پڑنا ۔ اُن کی یہ تاویل بھی کئی لحاظ سے صحیح نہیں ہے ۔

اوّل یہ کہ سُورۂ فیل میں حاصب یعنی سخت آندھی کے چلنے کا کوئی ذکر نہیں ۔ صرف پرندوں کے جھنڈ بھیجے جانے کا ذکر آیا ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ اِن میں سے کون سی تاویل اختیار کی جائے ۔ وہ جسے قرآن مجید بیان کرتا ہے یا وہ جسے قرآن بیان نہیں کرتا ؟ قرآن کی تفسیر میں اُس کے اپنے مذکورہ الفاظ معاون ثابت ہو سکتے ہیں یا پھر وہ چیزیں جن کو کسی انسان کا تخیّل خود تراش لیتا ہے ؟ ہم سمجھتے ہیں کہ اصحابِ فیل کے واقعے میں حاصب (سخت آندھی) کے چلنے کا عنصر شامل کرنا ایک من گھڑت افسانے سے زیادہ نہیں ہے ۔

ب ۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالےٰ سے اگر یہ ممکن ہے کہ وہ بے جان ہَوا میں اتنی قوّت پیدا کر دے کہ اُس کے ذریعے لشکر تباہ ہو جائیں تو کیا اللہ تعالےٰ سے یہ ناممکن ہے کہ وہ جاندار پرندوں کے پھینکے ہوئے سنگریزوں کے ذریعے کسی لشکر کو برباد نہ کر سکے ۔ افسوس ! اِن متجدّدین کی عقل پر،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو ایک جگہ اللہ تعالےٰ کی قدرت تسلیم کر لیتے ہیں مگر دوسری جگہ اُس کی عاجزی ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ افسوس! معجزات کو نہ ماننے کی ضد بھی انسان کی عقل کو کہاں لے جاتی ہے!

۷۔ نُصرتِ الٰہی کا قانون :

متجدّدین حضرات کا کہنا ہے کہ اصحابِ فیل کے واقعے کو بھی اللہ تعالےٰ کی اس سُنّت کی روشنی میں سمجھنا چاہیئے۔ کہ افراد کی جدّوجہد ہو گی تو اللہ تعالےٰ اُن کی مدد کرے گا۔ بندے اگر کوئی کوشش نہیں کرینگے تو اُن کے لئے اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید بھی نہیں ہو گی۔

مگر متجدّدین یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ کی یہ سُنّتِ نُصرت و تائید بندوں کی جدّوجُہد کے ساتھ ہر حال میں مشروط نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ایسے واقعات بکثرت ملتے ہیں اور تاریخِ اسلام بھی اس پر شاہد ہے کہ جب اللہ تعالےٰ یہ دیکھتا ہے کہ اُس کے عاجز بندے کسی بوجھ اور ذمہ داری کو اُٹھانے کی قدرت و استطاعت نہیں رکھتے تو وہ اپنا خاص فضل و کرم فرما کر اپنے بندوں پر کوئی ناقابلِ برداشت بوجھ نہیں ڈالتا اس ضمن میں قرآن مجید کا یہ اصل الاُصول ہرگز نہیں بھولنا چاہیئے کہ :

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (البقرۃ ۲۰۶) — اللہ کسی کو ذمہ دار نہیں بناتا مگر اُس کی بساط کے مطابق۔

گویا تکلیفِ مالایُطاق کی صورت میں اللہ تعالےٰ کی سنّت یہی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بندوں کی سعی و کوشش کے بغیر ہی اُن پر اپنا فیضانِ رحمت کرتا اور اُن کو تائید و نصرت سے نوازتا ہے۔

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب آگ کے الاؤ میں ڈالا گیا تھا تو اُس وقت آپؑ نے وہ کونسی تدابیر اور جدّوجہد کی تھی جس کے ذریعے وہ آتشِ نمرود سے اپنے آپ کو محفوظ کر سکتے تھے؟ اور خلیل اللہ کی وہ کونسی کوشش تھی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُس آتشکدے کو گلزار بنا دیا تھا؟

یا جب سیّدنا یُونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چلے گئے تھے تو اُن کی وہ کونسی عملی جدّوجہد اور تدبیر تھی جس کے نتیجے میں اُن کو وہاں سے نجات بخشی گئی تھی؟ اور اللہ تعالیٰ کی سُنّتِ تائید و نصرت حاصل ہوئی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُنہوں نے اُس کے لئے دُعا کی اور تسبیح پڑھی تھی تو یہ کوئی ایسی عملی جدوجہد یا کسب نہیں ہے جسے متجدّدین حضرات نُصرتِ الٰہی کے قانون سے متعلق قرار دیں۔ تاہم اگر صرف دُعا و تسبیح یُونس علیہ السلام اُن کے لئے مچھلی کے پیٹ سے رہائی کا سبب بنی تھی تو یہی مُحرّک اصحابِ فیل کے واقعہ میں بھی موجود ہے۔ صحیح واقعات کے مطابق عبدالمطلب اور بعض دوسرے سردارانِ قریش نے بھی خانۂ کعبہ کی چوکھٹ پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دُعا کی تھی کہ وہ اُن کو ابرہہ کے لشکر کے خطرے سے بچائے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ دُعا قبول کی اور قریش کو اس آفت سے نجات دلائی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یا پھر جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ السلام مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینے جانے کا عزم کر رہے تھے۔ اور اُن کے گھر کا محاصرہ شمشیر بدست جوانوں نے کر رکھا تھا تو اُس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تحفظ کیلئے کونسی عملی جدوجہد اور تدابیر کی تھی جس کے نتیجے میں آپ کو اللہ تعالےٰ کی نصرت و تائید حاصل ہوئی تھی اور آپ دشمن کی آنکھوں میں دھول جھونک کر گھر سے بحفاظت نکل گئے تھے؟ اللہ تعالےٰ کی سنّتِ تائید و نصرت اِس واقعے میں بھی انسانی جدّوجہد کے ساتھ ہرگز مشروط نہ تھی۔

اور یہ تو انفرادی واقعات کی مثالیں تھیں، اجتماعی صورت میں اللہ تعالےٰ کی نصرت کا قانون صرف وہی نہیں جو متجدّدین نے سمجھ رکھا ہے۔

جب موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ساتھ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر فلسطین جا رہے تھے اور اُن کے سامنے بحیرۂ قلزم کی خوفناک لہریں تھیں اور پیچھے کی جانب فرعون اور اُس کا لشکرِ جرّار اُن کے تعاقب میں قریب آن پہنچا تھا۔ تو اُس وقت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے وہ کونسی عملی تدبیر اور جدوجہد کی تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے سمندر کے اندر خشک راستے بنا دیئے تھے؟ اور دیکھتے ہی دیکھتے فرعون اور اس کا سارا لاؤ لشکر غرقاب ہو گیا تھا؟ کیا اُس وقت اللہ تعالےٰ کی یہ سنّت کارفرما نہ تھی کہ اُس کے کمزور اور ناتواں بندے ایک طرف سمندر کی موجوں اور دوسری طرف فرعون کی فوجوں کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں رکھتے، اس لئے اُن کو اِس سخت آزمائش کی ہولناکی اور خطرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بچا لیا جائے؟

متجدّدین حضرات اس واقعے کی خجالت سے یہ تاویل کر دیتے ہیں کہ بحرِ قلزم کے مدّ و جزر کی دو مختلف حالتوں کے پیشِ نظر موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل تو بسلامت پار اتر گئے لیکن اندھا فرعون اور اس کے اندھے لشکر کو اس صورتِ حال کا علم نہیں ہو سکا تھا اس لئے وہ مدّ و جزر کی زد میں آ کر غرقاب ہو گئے تھے۔ مگر یہ تاویل قرآن مجید کے صریح الفاظ اور نصوص کے اس قدر خلاف اور عقلی اعتبار سے اس قدر بھونڈی ہے کہ اس کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۸ - اجماعِ اُمت کے خلاف:

متجدّدین نے سورۃ فیل کی جو نئی اور من مانی تاویل کی ہے وہ چودہ سو برس سے اِس اُمت کے مفسّرین کرام کی اس متفقہ اور مُجمع علیہ تفسیر کے خلاف ہے جو وہ اصحابِ فیل کے واقعے کے بارے میں بیان فرماتے ہیں۔ اس صورت میں کیا ہم یہ مفروضہ قائم کر لیں کہ اُمتِ مُسلمہ کی یہ جلیل القدر، وسیع العلم اور مایۂ صد افتخار شخصیات تو چودہ سو برس سے قرآن مجید کی ایک نہایت مختصر سورہ کے الفاظ کا مطلب سمجھنے سے قاصر رہی ہیں اور ہمارے زمانے کے جو متجدّدین اور مُنکرینِ حدیث پیدا ہوئے ہیں وہ اس اُمت کو واقعۂ اصحابِ فیل کی صحیح صحیح تفسیر بتا رہے ہیں؟ مگر ہم اِس طرح کے مفروضہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر نہیں جی سکتے۔ اُمّت کے تمام علمائے اسلام کے خلاف ہم عدمِ اعتماد کی تحریک پیش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اس صورت میں ہم پورے دینِ اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ پھر کون کہہ سکتا ہے کہ آج ہمارے پاس وہی قرآن مجید محفوظ اور موجود ہے جو خاتم النبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور آپ کا اُسوۂ حسنہ آج ہمارے درمیان مِن وعَن موجود ہو سکتا ہے؟ اور جب ہمارے ہاتھ سے کتاب وسُنّت دونوں نکل جائیں تو پھر ہمارے ہاتھ میں باقی کیا رہ جاتا ہے؟ عقلِ سلیم یہی کہتی ہے کہ چودہ سو برس پر محیط ہزاروں اور لاکھوں اہلِ علم مفسّرین کرام جن میں عرب وعجم کے علمائے اسلام شامل ہیں، اُن لوگوں کی نسبت بہت بہتر طور پہ قرآن مجید کی تفسیر بیان کر سکتے ہیں جن کا سرمایۂ افتخار ہی مغرب زدگی کا احساس ہے اور جن کا ذہن مغرب سے مرعوب ہو کر اصولِ دین کو بگاڑنے میں سرگرم عمل ہے۔

۹۔ "قریش پر بے حمیتی کا الزام":

تجدّد پسند حضرات کہتے ہیں کہ اگر سورۃ فیل کی روایتی تفسیر مان لی جائے تو اِس سے اُن کے ممدوح "قریش پر بے حمیتی کا الزام" عائد ہوتا ہے جو کہ اُن کے خیال میں ایک نامناسب بات ہے۔

سُبحان اللہ! مُشرک، بُت پرست اور کمزور قریش نے اگر ابرہہ کے لشکرِ جرّار کا اور ہاتھیوں کا مقابلہ نہیں کیا اور وہ اتنے بڑے لشکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا مقابلہ کر بھی نہیں سکتے تھے، اس چیز کو اگر مفسرین کرام نے بطورِ واقعہ بیان کر دیا ہے تو اس سے متجددین کے نزدیک "غیور قریش پر بے حمیتی کا الزام" لگتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر کوئی مورخ یا صاحبِ تفسیر یہ تاریخی حقائق پیش کرے کہ بت پرست قریش نے توحید کے مرکز خانہ کعبہ کے اندر ۳۶۰ بت نصب کر کے خانۂ خدا کو بتخانے میں تبدیل کر دیا تھا، اور یہ کہ قریش کے لوگ اپنی بیٹیوں کو خود زندہ درگور کر دیا کرتے تھے تو کیا اُس وقت اِن تاریخی واقعات کے ذکر سے قریش پر بے حمیتی کا الزام نہیں لگتا۔

دراصل سورۂ فیل کا مرکزی مضمون اور موضوع اللہ تعالےٰ کو محض مُعاون و مددگار ثابت کرنا اور قریش کو ہیرو بنا کر پیش کرنا نہیں ہے جیسا کہ متجددین حضرات نے سمجھ رکھا ہے بلکہ اس سُورہ کا موضوع اور مرکزی مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے ساری نوعِ انسانی کے سامنے یہ حقیقت کھول کر بیان کر دی ہے کہ فی الواقع وہی قادرِ مطلق ہے۔ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے جو چاہے، کر سکتا ہے۔ سب کے سامنے اصحابِ فیل کا واقعہ ہوا تھا، اور یہ صرف اللہ تعالےٰ ہی کی قدرتِ قاہرہ تھی جس نے خانہ کعبہ کی حفاظت فرمائی کیونکہ قریش کے لئے بیت اللہ کا دفاع ممکن نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی ایک کمزور اور حقیر مخلوق پرندوں کے ذریعے ایک بڑے طاقتور دشمن کو نیست و نابود کیا اور قریش کو بھی ہلاک و برباد ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بچا لیا۔ شرک کے پجاری اور جھوٹے معبود سب بے بس تھے۔ اور اس موقع پر صرف اللہ کی قوت و قدرت تھی جس نے اپنے گھر کو اور اہلِ مکہ کو ایک عظیم خطرے سے محفوظ کر دیا۔ لہذا اللہ تعالیٰ ہی قادرِ مطلق ہے، معبودِ حقیقی ہے، اُس کا کوئی شریک نہیں اور بندوں کو صرف اُسی کی عبادت کرنی چاہیئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ کوثر

تعارف قرآن حکیم کی مختصر ترین سورۃ کا نام "الکوثر" ہے۔ اس کی تین آیتیں اور کل بارہ الفاظ ہیں۔ اس قدر اختصار کے باوصف یہ سورۃ قرآن کے اعجازِ کلام کا نہایت ہی اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس کے صرف ۴۲ حروف میں اتنا کچھ کہہ دیا گیا ہے جسے ادا کرنے کیلئے دنیا کی تمام زبانیں قاصر ہیں۔

اس کے الفاظ یہ ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّاۤ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَؕ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْؕ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۠

ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا، پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور اسی کے لئے قربانی کر۔ یقیناً تیرا دشمن ہی بے نام و نشان ہے۔

زمانہ نزول جمہور مفسرین کے نزدیک یہ سورۃ مکی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، کلبی اور مقاتل کی بھی یہی رائے ہے۔ مگر حضرت حسن بصریؒ، عکرمہ، مجاہد اور قتادہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمہم اللہ نے اسے مدنی کہا ہے۔ ان حضرات کے اس قول کی بنیاد دراصل حضرت انسؓ کی روایت ہے جسے امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہم نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:-

عن انس قال بینا رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم بین اظهرنا، اذا اغفی اغفاءة ثم رفع رأسه متبسما، فقلنا: ما اضحكك یا رسول الله؟ قال: انزلت علی آنفا سورة، فقرأ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ۝ ثم قال أتدرون ما الكوثر؟ فقلنا الله و رسوله اعلم۔ قال: فانه نهر وعدنیه ربی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں آپؐ پر اونگھ سی طاری ہوئی پھر آپؐ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا، اس پر ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ آپؐ کس بات پر مسکرائے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھ پر ایک سورہ ابھی نازل ہوئی ہے، پھر آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر سورۂ کوثر تلاوت کی۔ پھر ہم سے پوچھا جانتے ہو کوثر کیا چیز ہے؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ اس پر فرمایا: یہ ایک نہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزوجل علیہ خیر کثیر ھو حوض ترد علیہ اُمتی یوم القیامۃ آنیتہ عدد النجوم۔

(مسلم۔ کتاب الصلوٰۃ)

ہے جس کے دینے کا میرے پروردگار عزّوجل نے وعدہ فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑی دولت ہے اور یہی حوض ہے جس پر قیامت کے روز میری اُمّت پہنچے گی۔ اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں کہ چونکہ حضرت انسؓ مدینہ میں تھے لہٰذا اِس سُورت کا نزول بھی مدینے ہی میں ہوا ہے اور یہ سورت بھی اس پر گواہ ہے۔

مگر انہی حضرت انسؓ سے بخاری، مسلم، ابو داؤد اور دیگر محدثین نے وہ مستند روایات بیان کی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میں نہر کوثر دکھائے جانے کا تذکرہ موجود ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے کہ واقعۂ معراج ہجرت سے قبل مکہ میں پیش آیا تھا۔ اس لئے مجرّد اس روایت کی بنیاد پر اس سورت کو مدنی قرار نہیں دیا جا سکتا ـــــ پھر اس سُورہ کا مضمون خود اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ مکّی دور ہی میں نازل ہوئی اور مکّی دَور بھی وہ جس میں دعوتِ اسلامی کی مخالفت شدید ہو چکی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھی نہایت بے سرو سامانی کے عالم میں کفارِ مکہ کے مظالم برداشت کر رہے تھے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حوصلہ افزائی اور اطمینان کے لئے یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سُورہ نازل فرمائی۔

شانِ نزول اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں بہت سے اقوال ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ حضرت ابن عباسؓ، مجاہد، سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے کہ یہ سُورہ عاص بن وائل کے بارے میں اُتری ہے۔ جب کسی مجلس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے تو یہ شخص کہتا:

دعوہ فانہ رجل ابتر، لا عقب لہ فاذا اھلک انقطع ذکرہ۔

" اس کو چھوڑو، یہ تو لاولد آدمی ہے، اس کا کوئی پیچھے ہے نہیں، جب مر جائے گا تو اس کا نام ونشان مٹ جائے گا "

نیز یہ شخص کہا کرتا تھا کہ انا شانی محمد " میں محمدؐ کا دشمن ہوں "، چنانچہ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل فرمائی۔

۲۔ شمر بن عطیہ کا یہ قول ہے (اور اس کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ کا بھی ایک قول ہے) کہ یہ سورہ عُقبہ بن ابی مُعیط کے متعلق اُتری جو یہ کہتا تھا کہ: اس نبی کا کوئی بیٹا نہیں۔ اس کے مرنے کے بعد کوئی اس کا نام لیوا نہیں رہے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی۔

۳۔ عِکرمہ اور شہر بن حوشب کے نزدیک یہ سورہ یہودی سردار کعب بن اشرف اور سردارانِ قریش کے بارے میں نازل ہوئی۔ (اس کی تائید میں بھی حضرت ابنِ عباسؓ کا ایک قول موجود ہے)۔ حضرت ابن عباس رضؓ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روایت ہے کہ:

قدم كعب بن الأشرف مكة فقالت له قريش أنت سيدهم ألا ترىٰ إلى هذا الصنبر المنبتر من قومه ؟ يزعم أنه خير منا ونحن أهل الحجيج وأهل السدانة وأهل السقاية - فقال : "أنتم خير منه - قال فنزلت إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

کعب بن اشرف مکہ آیا تو قریش نے اس سے کہا: تم مدینہ والوں کے سردار ہو، اس آدمی کو دیکھو جو اپنی قوم سے کٹ کر جُدا ہو گیا ہے اور اس پر بھی اپنے آپ کو ہم سے بہتر خیال کرتا ہے، حالانکہ ہم حاجیوں کے نگران، خانہ کعبہ کے متولّی اور کلید بردار اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں۔ اس پر کعب بولا "تم اس سے بہتر ہو" اس پر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اُتری۔

اس روایت کو ابن جریر اور بزار نے بھی صحیح اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۴ - عطاء کا قول ہے کہ ابولہب کے بارے میں یہ سورہ اُتری ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک صاحبزادہ فوت ہوا تو ابولہب نے مشرکین مکہ کے پاس جاکر کہا: بتر محمد الليلة - "محمدؐ رات کو لاولد ہو گیا" چنانچہ اس پر اللہ تعالٰی نے یہ سورت اُتاری۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵ ۔ حضرت ابن عباسؓ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ سورہ ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ۔ جب حضورؐ کے صاحبزادے فوت ہوئے تو ابوجہل نے اپنے ساتھیوں سے جا کر کہا : بتر محمدؐ " محمدؐ لاولد ہو گیا " اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سُورت نازل فرمائی ۔

یہ پانچوں اقوال حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں درج کر دیئے ہیں ایک عام قاری یہ دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ اتنے مختلف اقوال ایک ہی سورہ کی شانِ نزول میں موجود ہیں ۔ اکیلے حضرت ابن عباسؓ ہی سے اس سورہ کی شانِ نزول کے بارے میں چار اقوال ملتے ہیں ۔ دراصل یہ اُلجھن شانِ نزول کا صحیح مفہوم نہ سمجھنے کی بدولت پیدا ہوتی ہے صحابہؓ تابعین کے نزدیک کسی آیت کی شانِ نزول کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس آیت کے عمومی حکم کا اطلاق چونکہ فلاں فلاں واقعے پر بھی ہوتا ہے لہذا وہ تمام واقعات بھی اس آیت کی شانِ نزول ہیں ۔ گویا شانِ نزول کا تعلق کسی متعین و محدود وقت سے نہیں ہوتا بلکہ حالت و کیفیت کی یکسانی سے ہوتا ہے ۔ چنانچہ اسی سورہ میں شانئک (تیرا دشمن) کا لفظ جو آیا ہے اس سے مراد ہر وہ شخص یا گروہ ہے جو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھے ، قطعِ نظر اس سے کہ وہ خاکِ مکّہ کا ابوجہل ہو یا دُنیائے عجم کا ابوالفضل ، آج سے چودہ سو برس پہلے پیدا ہوا ہو یا چودہ سو برس بعد متولد ہو ۔

ماقبل سُورہ سے ربط اس سورہ سے قبل سورۂ ماعون میں مشرکینِ مکّہ کی تکذیبِ دین بیان کی گئی ہے جس کے ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے طور پر اُن کی تین صفات کی طرف اشارہ کیا گیا تھا یعنی بُخل، نماز سے بے پروائی اور ریاکاری - اب اس سُورۃ میں ان تینوں صفات کے مقابل میں انفاق فی سبیل اللہ، نماز کی پابندی اور اخلاص و للٰہیت کی تین صفات سے حضورؐ کو متّصف کیا گیا - اس طرح ان سورتوں میں دونوں طرف کی دین پرستی کا حقیقی نقشہ کھینچ کر بتا دیا گیا کہ دیکھنے والی ہر آنکھ کے لئے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل نہ رہے - سب لوگ اچھی طرح سے جان لیں کہ ابراہیم علیہ السلام کا سچّا پیروکار کون ہے اور ان کے نام کو بٹّہ لگانے والے کون کون سے لوگ ہیں - تصدیقِ دین کس گروہ کا شیوہ ہے اور تکذیبِ دین کس گروہ کا پیشہ -

اس طرح یہ سورہ اپنی ماقبل سورہ کے بعد یوں آتی ہے جیسے عذاب کے بعد انعام اور دوزخ کے بعد جنّت کا ذکر آتا ہے - قرآنِ حکیم میں "مقابلہ" کا یہ اُسلوب بہت عام ہے -

مابعد سُورۃ سے ربط سورۂ کوثر میں دشمنوں کے مقابل میں خیرو برکت اور عزت وشوکت کی بشارت دی گئی ہے -

اُگلے کی سورہ (کافرون) میں یہ بتایا گیا ہے کہ چونکہ چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی میں ازلی دشمنی ہے اس لئے اب کفارِ مکّہ سے بالکل علیٰحدگی اور قطع تعلقی کا اعلان کر دیا جائے اور یہ ایک قسم کا اعلانِ جنگ ہے - پھر آگے کی سورہ (نصر) میں فتح و نصرت اور غلبے کا پیغام دیا گیا ہے - اس طرح ان سُورتوں کے مابین گہرا معنوی ربط پایا جاتا ہے -

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ

لغوی تحقیق اَعْطَيْنَا اَعْطٰی يُعْطِیْ اِعْطَاءً اسے فعل ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ لغت میں اِعْطَاءٌ کے معنی اِنَالَۃٌ کے ہیں۔ یعنی کسی کو کوئی چیز دینا، بخشنا، عطا کرنا، عنایت کرنا۔

كَوْثَرٌ یہ کثیر سے فَوْعَلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے نفل سے نوفل اور جہر سے جوہر۔ کوثر کے لغوی معنی "خیر کثیر" کے ہیں یعنی بہت زیادہ مال یا بھلائی۔ اَلْكَوْثَرُ اسی سے اسم معرف باللام ہے، اور یہ لفظ بطور صفت بھی مستعمل ہے۔ اس وقت اس کے معنی "بہت زیادہ مال وثروت والا یا بہت زیادہ بھلائی والا شخص" کے ہوتے ہیں۔ الکمیت کہتا ہے۔ ؎

وَانت کثیر یا ابن مروان طیب   وکان ابوک ابن العقائل کوثرا

اے ابن مروان! تم بہت مال والے اور بھلے آدمی ہو اور تمہارا باپ جو شریف زادوں کا بیٹا تھا بہت زیادہ مال وثروت والا اور بہت بھلا آدمی تھا۔

کوثر کی تاویل کوثر کی تاویل کے بارے میں سلف سے تین مشہور اقوال ملتے ہیں:

۱۔ کوثر سے مراد جنّت کی وہ نہر ہے جس کا مشاہدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج میں کرایا گیا تھا۔ اس تاویل کو حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس، مجاہد اور ابوالعالیہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے اختیار کیا ہے۔ روایاتِ صحیحہ کی رُو سے اس نہر کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور اس کی مٹی مُشک سے بڑھ کر خوشبودار ہے۔ اس کے کنارے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہیں جن پر عمدہ موتیوں کے محل ہیں۔ اس کی تہہ میں کنکر پتھروں کے بجائے یاقوت، مرجان اور زبرجد پڑے ہیں۔ اس کے کناروں پر آسمان کے تاروں کی تعداد کے برابر پیالے رکھے ہیں۔ جس نے ایک دفعہ اس کا پانی پی لیا اُسے کبھی پیاس محسوس نہ ہوگی اور جو اس سے محروم رہا اُسے کبھی سیرابی نصیب نہ ہوگی۔

بخاری کتاب التفسیر میں ہے۔

عن أنس رضی اللہ عنہ قال: لما عرج بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم الی السماء، قال: اتیت علی نھر حافتاہ قباب اللؤلؤ مجوفا۔ فقلت ما ھذا یا جبریل؟ قال ھذا الکوثر۔	حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے لئے (واپس آکر) فرمانے لگے: میں ایک نہر پر پہنچا جس کے دونوں کناروں پہ اندر سے کھلے کئے ہوتے موتیوں کے گنبد تھے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا یہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے کہا: یہ کوثر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عن ابی عبیدۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قال سألتھا عن قولہ تعالیٰ: إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ، قالت نھر أعطیہ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم شاطئاہ علیہ در مجوف آنیتہ کعدد النجوم۔	ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اللہ تعالیٰ کے اس قول إِنَّآ أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جو تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی ہے۔ اس کے دونوں کناروں پر اندر سے خالی موتی ہیں، اس کے پینے کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

۲ - کوثر سے مراد حوض ہے جو محشر کے روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔ اس سے آپؐ مومنین کو سیراب فرمائیں گے۔ یہ تاویل عطاءؒ سے مروی ہے۔ روایات میں اس حوض کے پانی کی وہی خصوصیات ملتی ہیں جو نہر کوثر کے پانی کے لئے بیان ہوئی ہیں۔ اس حوض پر بہت ہجوم ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو اُن کے وضو میں دھوئے جانے والے اعضاء کی چمک دمک سے پہچان لیں گے اور وہاں اپنی اُمت کی کثرت پر خوشی کا اظہار فرمائیں گے۔

حوضِ کوثر کے بارے میں بکثرت صحیح روایات موجود ہیں۔ مثلاً حضورؐ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انا فرطكم على الحوض	میں تم سے پہلے حوض پر ہونگا۔
(متفق علیہ)	
انا فرطكم على الحوض ليرفعن الي رجال منكم، حتّٰى اذا اهويت لاناولهم اختلجوا دوني، فاقول اي رب اصحابي، يقول: لاتدري ما احدثوا بعدك۔	میں تم سے پہلے حوض پر پہنچا ہوا ہوں گا، کچھ لوگ میرے قریب لائے جائیں گے۔ جب میں انہیں پانی پلانا چاہوں گا تو وہ مجھ سے دُور ہٹا دیئے جائیں گے۔ میں کہونگا اے میرے رب! یہ تو میرے صحابہ ہیں، وہ فرمائے گا تم نہیں جانتے انہوں نے تمہارے بعد کیسے اعمال کئے ہیں۔
(بخاری، کتاب الفتن عن ابی وائل عن عبد اللہ)	

۴۔ کوثر سے مراد خیرِ کثیر ہے اور اس کا اطلاق دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہونے والے تمام انعامات و احسانات پر ہوتا ہے۔ اس تاویل کو حضرت ابنِ عباسؓ، سعید بن جُبیر، عکرمہؓ، قتادہ اور مجاہد نے اختیار کیا ہے۔

اِن اقوال میں تطبیق

مذکورہ بالا تینوں اقوال میں سے پہلے اور دوسرے قول میں کوئی اختلاف نہیں ہے عین ممکن ہے کہ نہرِ کوثر ہی سے یہ حوض جاری ہو۔ صحیح احادیث سے اس امر کی پوری تائید ہوتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

... ثم قال أتدرون ما الكوثر؟ فقلنا: الله ورسوله اعلم۔ قال: فانه نهر وعدنيه ربّي عزّوجلّ عليه خير كثير هو حوض تردّ عليه امّتي يوم القيامة آنيته عدد النجوم۔
(مسلم۔ كتاب الصلوٰة عن انس)

... پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: یہ ایک نہر ہے جس (کے دینے) کا وعدہ خدائے عزّوجل نے مجھ سے کیا ہے۔ اس میں خیرِ کثیر ہے اور یہی حوض ہے۔ قیامت کے روز میری اُمّت اس پر پہنچے گی۔ اس کے پیالے ستاروں کی تعداد کے برابر ہیں۔

حوضِ کوثر کے بارے میں ایک اور روایت ہے کہ:

يغت فيه ميزابان يمدانه من الجنة احدهما من ذهب والآخر من ورق۔
(مسلم، كتاب الفضائل عن ثوبانؓ)

اس میں جنت سے دو نالیاں لا کر ڈال دی جائیں گی جو اُسے پانی فراہم کریں گی ان میں سے ایک سونے کی بنی ہوگی اور دوسری چاندی کی۔

اور اس روایت کی تصریح ملاحظہ ہو:

يفتح نهر من الكوثر الى

کوثر سے حوض کی جانب ایک نہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کھول دی جائے گی۔

(مسند احمد عن عبداللہ بن مسعودؓ)

پھر نہر کوثر اور خیر کثیر کی تاویلوں میں تطبیق دینا بہت آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ نہر کوثر کو بھی خیرِ کثیر کے اَن گنت انعامات میں سے ایک انعام سمجھا جائے اور یوں عام اور خاص میں مطابقت پیدا کی جاتے۔ حضرت ابنِ عباسؓ اور سعید بن جُبیرؒ سے یہی تطبیق منقول ہے:

حدثنا ابُو بِشر عن سعید	ابو بِشر نے سعید بن جُبیر سے اور
بن جُبَیر عن ابن عباس	انہوں نے ابنِ عباسؓ سے
رضی اللہ عنہما انہ قال	روایت کی ہے کہ انہوں نے کوثر
فی الکوثر ھو الخیر الذی	کے بارے میں کہا کہ یہ وہ "خیر"
اعطاہ اللہ ایاہ، قال	ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو
ابو بشر قلت لسعید	عطا کی۔ ابو بشر کہتے ہیں کہ میں
بن جبیر فان الناس	نے سعید بن جُبیر سے کہا کہ بعض
یزعمون انہ نھر فی	لوگوں کا خیال ہے کہ یہ کوثر جنت
الجنہ، فقال سعید النھر	کی ایک نہر ہے تو سعید نے کہا کہ
الذی فی الجنۃ	یہ جنت کی نہر بھی اسی "خیر"
من الخیر الذی اعطاہ	سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ
اللہ ایاہ۔	کو عطا کی ہے۔

(بخاری، کتاب التفسیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوثر کی تاویل میں سلف سے اور بھی بہت سے اقوال منقول ہیں۔ ان سب کو امام قرطبیؒ اور امام رازیؒ نے اپنی اپنی تفسیروں میں جمع کر دیا ہے۔ ان میں کوثر سے مراد نبوت، قرآن، اسلام، حکمت، اولادِ نبیؐ، علمائے امت، کثرتِ امت، کلمۂ طیبہ، سورۂ کوثر، حضورؐ کے فضائل، آپؐ کا علم، آپؐ کے اخلاقِ حسنہ، آپؐ کا حسنِ شہرت، دنیا میں آپؐ پر ہونے والے تمام انعامات، آپؐ کی شفاعت کبریٰ، مقامِ محمود، نماز پنجگانہ وغیرہ لئے گئے ہیں۔ دورِ جدید میں مولانا فراہیؒ نے کوثر سے خانہ کعبہ مراد لیا ہے۔ اُن کے نزدیک دنیا میں اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اور آخرت میں جنت کی نہرِ کوثر اسی خانہ کعبہ کی رُوحانی تمثیل ہے۔

مندرجہ بالا تمام تاویلات دراصل 'خیرِ کثیر' کے مفہوم کو آثار و قرآن سے مشخّص و متعین کرنے کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ یہ کوششیں اس لئے بھی ضروری سمجھی گئیں تاکہ ذہن کسی محسوس پیکر یا معلوم خیال کی طرف آسانی سے منتقل ہو سکے۔ اس کے لئے دنیا و آخرت میں جو عظیم نعمت بھی حضورؐ کو عطا ہوئی وہ 'کوثر' کہلائی۔ گویا یہاں بھی وہی معاملہ درپیش آیا کہ:

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

لیکن لفظِ کوثر کی وسعتوں کو محدود کرنا، اس کی کثرتوں کو احاطۂ خیال میں لانا اور اس کے معنوی جلووں کو تصور کے پردۂ سیمین پر لانا قطعاً ناممکن ہے۔ ہمارے نزدیک اس سے مراد 'خیرِ کثیر' کا عمومی مفہوم ہی ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم کوثر کے لئے اسی کو صحیح تاویل قرار دیتے ہیں۔ اس سے ان روایات کا انکار لازم نہیں آتا جن میں اس سے مراد جنت کی نہر یا حوض ہے۔ کوثر یعنی خیرِ کثیر میں اتنا وسیع ظرف موجود ہے کہ جس میں ہر چیز کی سمائی ہو سکتی ہے۔ گویا اس کی وہی کیفیت ہے کہ:

عباراتنا شتی وحسنك واحد
وکل الی ذاك الجمال یشیر

اس طرح کوثر کا یہ خواب اتنی تعبیروں کی کثرت کے باوصف پریشان نہیں ہوتا کیونکہ لغت کی رُو سے بھی یہی تاویل عمدہ ہے اور اسی سے قرآن، حدیث اور آثار سب میں توفیق وتطبیق پیدا ہو جاتی ہے۔

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ اب ہم سورۃ کوثر کی اس پوری آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض امور کی طرف مجمل اشارات کریں گے۔

الفاظ کا دروبست اور فصاحت و بلاغت سب سے پہلے الفاظ کے دروبست اور ان کی فصاحت و بلاغت پر غور کیجیے۔

آغاز میں حرفِ تاکید اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نا یعنی اِنَّا آیا ہے۔ کلامِ الٰہی میں اِنَّ کے آنے سے مزید تاکید پیدا ہو گئی ہے۔ ضمیر جمع متکلم کا استعمال لغت اور قرآن کی رُو سے کبھی جمع کے لئے اور کبھی تعظیم کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں یہ جمع کے لئے قطعاً نہیں آ سکتی کیونکہ خدا تو ایک ہی ہے لہٰذا اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں صرف تعظیم ہی کے لئے ماننا پڑے گا۔ اس ضمیر نے اس امر کی طرف واضح اشارہ کر دیا کہ کوثر عطا کرنے والی ذات کوئی معمولی ذات نہیں بلکہ بہت بڑی ہستی ہے۔ اس لئے اس کا عطیہ بھی غیر معمولی ہوگا۔

پھر دیکھئے یہاں فعل کو مبتدا پر بھی مقدم کر دیا گیا جس سے کلام میں خاص تاکید و توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ قرآن حکیم میں تاکید و تخصیص پیدا کرنے کیلئے الفاظ کی تقدیم و تاخیر کر دینے کا اسلوب عام ہے اور فعل کو مبتدا پر مقدم کرنے کا اُسلوب اسی کی ایک فرع ہے۔ اس کی ایک مثال سورۃ الحج کی آیت ۴۶ ہے۔

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ — تو یہ آنکھیں اندھی نہیں ہوجاتیں
وَلَكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ — بلکہ وہ دل اندھے ہوجاتے
الَّتِي فِي الصُّدُورِ — ہیں جو سینوں میں ہیں۔

یہاں پر فَإِنَّ الْأَبْصَارَ لَا تَعْمَى نہیں فرمایا گیا بلکہ فعل کو مبتدا پر مقدم کر کے اس سے تاکید کا مفہوم پیدا کیا گیا ہے۔

پھر غور کیجئے أَعْطَيْنَا (ہم نے عطا کر دیا) فعل ماضی استعمال ہوا ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ سَنُعْطِيكَ (ہم عنقریب تجھے عطا کر دیں گے) بلکہ پیش گوئی کے امر کی واقعیت اور قطعیت ظاہر کرنے کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ گویا کوثر عطا کرنے کا واقعہ رونما ہو چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ عطیہ مل گیا۔ قرآن میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کو ان کی قطعیت کی بنا پر فعلِ ماضی میں بیان کرنے کا اسلوب بہت عام ہے اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مثال ملاحظہ ہو۔

وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ	اور زمین اپنے رب کے نُور سے
بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ	چمک اُٹھی اور کتاب رکھ دی
الْكِتَابُ وَجِايءَ	گئی اور انبیاء اور گواہوں کو لے
بِالنَّبِيِّينَ وَالشُّهَدَاءِ	آیا گیا اور ان کے درمیان انصاف
وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ	سے فیصلہ کر دیا گیا اور ان پر
وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ٥	کوئی ظلم ہونے والا نہیں۔

(الزمر۔ ۶۹)

اس آیت میں اَشْرَقَتْ، وُضِعَ، جِيءَ اور قُضِيَ سب فعل ماضی کے صیغے ہیں اور معاملے کی قطعیت کی وجہ سے استعمال ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ سارا واقعہ آئندہ قیامت کے روز پیش آنے والا ہے۔ لیکن بیان اس طرح کیا گیا ہے کہ گویا وہ ہو گیا۔

پھر دیکھئے "الکوثر" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کثرت سے مبالغہ کا صیغہ ہے، اور اس کی کثرت اور وسعت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ یہ لفظ کثرت در کثرت اور بالائے کثرت کا مفہوم رکھتا ہے پھر اسے معرّف باللام کر کے کثرت و برکت کی جمیع انواع کو سمیٹ لیا گیا ہے۔

پھر اس لفظِ کوثر کو صفت کے طور پر لایا گیا اور اس کا موصوف حذف کر دیا گیا تا کہ ذہنِ انسانی خیر و برکت اور کثرت و فیضان کی کسی ایک چیز میں محدود نہ رہے بلکہ انسان کا خیال و تصور جن بھلی اور مفید، کثیر اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وسیع اشیاء کا احاطہ کر سکتا ہے وہ سب کی سب اس میں آگئیں۔ امام رازیؒ کے بقول اس میں خیرات الدنیا وخیرات الآخرۃ سب شامل ہیں پھر ذرا تدبر کیجیے کہ کوثر کا یہ عطیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی عمل کی جزا کے طور پر نہیں دیا گیا اور نہ یہ آپؐ کے منصب رسالت نبوت کے لحاظ سے آپؐ کو ملا ہے۔ کیونکہ اس سے قبل اس طرح کی کوئی علت بیان نہیں ہوئی۔ ظاہر ہے کہ اسے اللہ تعالےٰ کا محض فضل واحسان ہی سمجھا جائے گا۔ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کے ساتھ مخصوص ہے لفظ اَعۡطَیۡنٰكَ میں كَ کی ضمیر اسی بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

کوثر کے اس عطیے کا خدا تعالےٰ کا محض فضل واحسان ہونا اور اس کا جزائے عمل نہ ہونا صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ کوئی عارضی اور محدود شے نہیں ہے بلکہ ایک مستقل، پائیدار اور غیر محدود چیز ہے کیونکہ کسی صالح سے صالح عمل کی جزا بھی بہر حال ایک مقررہ حد، مقدار اور وقت میں محدود ہوتی ہے۔ مزید برآں اعطاء کا لفظ اپنے اندر تملیک وتخصیص کا پہلو بھی رکھتا ہے۔ سورۃ صٓ میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر ہونے والے انعامات کا تذکرہ کرکے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ:

هٰذَا عَطَاۗؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ۔	یہ ہماری بخشش ہے پس دے دیا ہے اب کسی کو اس میں سے کچھ شے کر، احسان کرے یا اپنے پاس رکھے۔ (اس کا تجھ سے کوئی
(آیت ۳۹)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حساب نہیں دلیا جائے گا)

اگر یہاں سورہ میں اَعْطَیْنَاکَ کے بجائے اٰتَیْنَاکَ (ہم نے تجھے دے دیا) کا لفظ آجاتا تو اس سے یہ مفہوم پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

پھر غور فرمایئے کہ اس آیت کا اندازِ مخاطبت اپنے اندر کیا شرف و فضیلت رکھتا ہے۔ اس میں مخاطِب اور مخاطَب کے لئے اسمائے معرفہ کا نہیں بلکہ ضمائر کا استعمال ہوا ہے۔ قرآنِ حکیم نے جب موسیٰ علیہ السلام کے شرف و مقام کا ذکر کیا تو فرمایا:

وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا (النساء ۱۶۴) — اور اللہ تعالیٰ نے موسیٰ (علیہ السلام) سے کلام کیا۔

مگر جب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرمایا تو یوں گویا ہوا:

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ — ہم نے تجھے کوثر عطا کر دیا۔

کلام کے دونوں انداز دیکھئے۔ ایک میں متکلّم اور مخاطَب کے لئے اسماءِ معرفہ آتے ہیں اور دوسرے میں ضمائر استعمال ہوتے ہیں۔ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ ان میں کون سا خطاب زیادہ اشرف و افضل ہے اور اپنے اندر کیا امتیاز و خصوصیّت رکھتا ہے؟

اس آیت پر یہ ایک سرسری نگاہ ہے جس سے اس کے الفاظ کا دروبست اور ان کی فصاحت و بلاغت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

کوثر کی بشارت پروردگارِ عالم کی طرف سے کوثر کی یہ بشارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّے میں اُس وقت دی گئی جب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں پر کفارِ قریش نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ سرزمینِ مکہ، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیلؑ کے ذریعے پرندوں تک کے لئے امن وسلامتی کا گہوارہ قرار دیا تھا، آج اُسی کو خلیل اللہ کے نام لیواؤں نے ملتِ ابراہیمی کے سچے پیروکاروں کے لئے ایک عظیم اذیت گاہ میں تبدیل کر دیا تھا۔ دائرۂ اسلام میں داخل ہونے والے ہر مسلمان کو تحقیر، نفرت، عداوت، سبّ وشتم اور تشدّد کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ قریشِ مکہ کی رعونت کا یہ عالم تھا کہ بجائے اس کے کہ وہ اپنی گم کردہ متاعِ حق کا بڑھ کر خیر مقدم کرتے، اُلٹا اُس کا منہ چڑاتے تھے۔ وہ اس زعم میں مبتلا تھے کہ اُن کے اندر سے ایک ایسے بے کس وبے نوا شخص نے ہنگامہ کھڑا کر دیا ہے جس کے ہاں کوئی نرینہ اولاد نہیں۔ اس لئے جب یہ خود دُنیا سے اُٹھ جائے گا تو اس کے ساتھ ہی یہ ہنگامہ بھی دفن ہو جائے گا۔ پھر اس کے ساتھی رہیں گے، نہ اس کی یہ دعوت وتبلیغ باقی رہے گی۔

مگر یہ اُن کی خام خیالی تھی!

اللہ ربّ العالمین نے پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرما دیا:۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ گویا ہم نے تجھے اس سے بھی بہت زیادہ عطا کر دیا ہے جس قدر طلب وتمنّا کی جا سکتی ہے۔ آپؐ کی جسمانی اولاد بھی قیامت تک باقی رہے گی اور روحانی اولاد کی کثرت آپؐ کے لئے آخرت میں بھی سرمایۂ افتخار ہوگی۔ دُنیا میں فتح ونصرت، عزّت وشوکت اور شہرت وبرکت کا تاج بھی آپؐ ہی کے سر پہ ہے اور آخرت میں مقام ومرتبہ، رفعت وعظمت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جنّت وکوثر آپؐ ہی کے لئے چشم براہ ہیں۔ اس کے برعکس آپؐ کے دشمن دنیا میں بھی ذلیل و رُسوا اور مغلوب و مرعوب ہوں گے اور عُقبیٰ میں ذلّت و نامرادی اور بدبختی و محرومی اُنہی کے لئے مُنتظر ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہوا؟

دَورِ جدید کے بعض تجدّد پسند حضرات نے نبی اور رسول کے درمیان فرق و امتیاز کی بحث کرتے ہوئے یہ نکتہ بھی پیدا کیا ہے کہ اللہ کے نبیوں کو اُن کی قوم بعض اوقات قتل بھی کر دیتی رہی ہے مگر کسی قوم کے ہاتھوں کوئی رسول کبھی قتل نہیں ہُوا۔ یہ لوگ اس امر کو ایک اصول بلکہ قانونِ الٰہی قرار دیتے ہیں کہ نبی کے لئے وفات پانے یا قتل ہونے کی دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ لیکن اس کے برعکس اللہ کا رسول وفات پاتا ہے، کبھی قتل نہیں ہوتا

چنانچہ بعض لوگوں کے امام صاحب اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"رسولوں کا کسی قوم کے ہاتھوں قتل ہونا ثابت نہیں ہے"

(تدبرِ قرآن، جلد ۷، ص ۵۴۲ - سورۂ ق کی آیت ۱۴ کے تحت)

انہی امام صاحب کے ایک مقلد اس کی مزید شرح کرتے ہوتے تحریر کرتے ہیں کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"رسولوں کے بارے میں اس اہتمام کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ خُدا کی زمین پر خدا کی کامل حجت بن کر آتے ہیں۔ وہ آفتابِ نیم روز کی طرح قوم کے آسمان پر چمکتے ہیں۔ کوئی دانا و بینا کسی دلیل و بُرہان کی بنا پر اُن کا انکار نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ اُن کو کسی حال میں ان کی تکذیب کرنے والوں کے حوالے نہیں کرتا۔ نبیوں کو ہم دیکھتے ہیں، کہ اُن کی قوم ان کی تکذیب ہی نہیں کرتی، بارہا اُن کے قتل کے درپے ہو جاتی ہے۔ اور ایسا ہُوا بھی ہے کہ وہ اس میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ توریت کا اپنا بیان ہے کہ زکریاؑ کو عین ہیکلِ سلیمانی میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگسار کر دیا گیا۔ یرمیاہ نبی رسّی سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیئے گئے۔ حضرت یحییٰؑ کا سر قلم کر کے ہیرودیس نے اپنی محبوبہ کی نذر کر دیا۔ قرآن مجید نے بھی یہود کی فردِ قرار دادِ جُرم میں نبیوں پر اس تعدّی کا ذکر اکثر مقامات پر کیا ہے۔ لیکن قرآن ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کے معاملے میں اللہ کا قانون اس سے مختلف ہے۔"

(ملاحظہ ہو ماہنامہ اشراق، ماہ اگست ۱۹۸۹ء مضمون "نبوت و رسالت")

اس کے بعد امام صاحب کے یہ پیروکار رسولوں کے معاملے میں اللہ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مختلف قانون کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسٰی علیہم السلامؑ اور پھر آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالیں دے کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اپنے نبیوں کے برعکس رسولوں کے لئے خاص حفاظت کا اہتمام کرتا ہے۔ نہ اُن کو اُن کی قوم کے حوالے کرتا ہے اور نہ قوم اُن کو کسی حال میں قتل کر سکتی ہے۔

مگر ان متجددین کی یہ نکتہ طرازی خود قرآن مجید کے نصوص ہی کے خلاف ہے جس کی تفسیر و تشریح میں انہوں نے نبی اور رسول کے درمیان یہ نیا اور نرالا فرق پیدا کر دیا ہے۔

قرآن کے نصوص

قرآن مجید کے جن شواہد اور نصوص کی بنا پر ہم نبی اور رسول کے اس فرق و امتیاز کو غلط قرار دیتے ہیں، اُن کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ سورۂ آلِ عمران میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دوسرے رسولوں کی طرح ایک رسول ہونے کی حیثیت سے وفات پانے یا قتل ہونے کی دونوں صورتوں کا امکان موجود ہے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ	اور محمدؐ تو بس ایک رسول ہی
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ	ہیں۔ اُن سے پہلے اور بھی رسول
الرُّسُلُ ۚ أَفَائِنْ	گزر چکے ہیں۔ پس اگر یہ وفات

---

[1] واضح رہے کہ اس ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے صاحب مضمون نے اُن کی وفات بھی ثابت کر دی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ	یا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا
عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ ط وَمَنْ	تم اُلٹے پاؤں واپس چلے جاؤ
یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْهِ	گے اور جو کوئی بھی اُلٹے
فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰهَ	پاؤں واپس چلا جائے گا
شَیْئًا ط	وہ اللہ کا کچھ بھی نقصان نہ
(آل عمران آیت ۱۴۴)	کرے گا۔

۲ - سورۃ بقرہ کی آیت ۸۷ میں ہے کہ

اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌۢ	تو کیا جب کبھی کوئی رسول تمہارے
بِمَا لَا تَهْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ	پاس وہ چیز لے کر آیا جو تمہارے
اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا	نفس کو پسند نہ آئی تو تم نے
کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا	تکبر کی راہ اختیار کی پھر
تَقْتُلُوْنَ ۝	بعض کو تم نے جھٹلایا اور بعض
	کو تم قتل ہی کرتے تھے۔

مفہوم یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے پاس جو رسول بھی آیا تو اُسے اُنکے استکبار کا سامنا کرنا پڑا۔ احکام الٰہی پر عمل کرنا اُن کو گوارا نہ ہوا۔ پھر کسی رسول کی تو صرف تکذیب ہی کی مگر کسی کو قتل ہی کر ڈالا۔

۳ - پھر سورۃ مائدہ آیت ۷۰ میں ہے کہ:

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ	بے شک ہم نے بنی اسرائیل سے
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ	عہد لیا اور اُن کے پاس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِلَیۡهِمۡ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا	کئی رسول بھیجے جب کبھی
جَآءَهُمۡ رَسُوۡلٌۢ	کوئی رسول اُن کے پاس وہ
بِمَا لَا تَهۡوٰۤی اَنۡفُسُهُمۡ ۙ	چیز لائے جو اُن کو پسند نہ
فَرِيۡقًا كَذَّبُوۡا وَ	آئی تو بعض کو وہ جھٹلاتے
فَرِيۡقًا يَّقۡتُلُوۡنَ ٥	تھے اور بعض کو قتل ہی کر
	ڈالتے تھے۔

گویا بنی اسرائیل سے اللہ تعالےٰ نے میثاق لیا تھا۔ اُن کی طرف اپنے بہت سے رسول بھیجے تھے۔ مگر بنی اسرائیل کا رویّہ کیا رہا؟ وہ ہر ایسے رسول کی جو اُن کی نفسانی خواہشات کے خلاف احکامِ الہٰی لاتا، تکذیب کر دیتے اور کبھی اُسے قتل بھی کر دیتے تھے۔

۴۔ اسی طرح سُورۂ آلِ عمران آیت ۱۸۳ میں بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا گیا کہ:

اَلَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ	یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے
اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيۡنَاۤ اَلَّا	ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم کسی
نُؤۡمِنَ لِرَسُوۡلٍ	رسول پہ ایمان نہ لائیں جب
حَتّٰى يَاۡتِيَنَا بِقُرۡبَانٍ	تک وہ ہمارے سامنے
تَاۡكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلۡ	ایسی نیاز نہ پیش کرے جسے
قَدۡ جَآءَكُمۡ رُسُلٌ	آگ کھا جاتے۔ آپ کہہ
مِّنۡ قَبۡلِىۡ بِالۡبَيِّنٰتِ	دیجیے کہ مجھ سے پہلے یقیناً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ بِالَّذِیْ قُلْتُمْ — تمہارے پاس رسول آئے،
فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ — دلائل لے کر اور اُس چیز کے
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ — ساتھ جسے تم کہہ رہے ہو پھر
تم نے اُن کو کیوں قتل کیا، اگر تم سچے ہو۔

بنی اسرائیل کے بارے میں بتایا گیا کہ اُن کا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ کسی ایسے رسول پر کبھی ایمان نہ لائیں جو اُن کے سامنے نیاز یا قربانی کو آسمانی آگ سے نہ جلا دکھائے۔ اس دعوے کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا ہے کہ اے نبیؐ! آپؐ ان سے کہہ دیں کہ اگر یہی بات ہے تو جو رسول اُن کے پاس دلائل اور مذکورہ معجزہ بھی لاتے رہے اُن کی انہوں نے کیوں تکذیب کی تھی اور ان میں سے بعض کو کیوں قتل کر ڈالا تھا۔

قرآن مجید کے یہ دلائل و براہین اس امر کی صراحت کرتے ہیں کہ اللہ کے نبیوں کی طرح رسول بھی بعض اوقات اپنی قوم کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ بالخصوص بنی اسرائیل کے بارے میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے بہت سے رسولوں کی نہ صرف تکذیب کی بلکہ اُن کو قتل بھی کر ڈالا تھا۔ لہٰذا یہ دعویٰ کرنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ قانونِ الٰہی یہی رہا ہے کہ کبھی کوئی رسول کسی قوم کے ہاتھوں قتل نہیں ہوا؟

متجددین کا فکری تضاد

متجددین حضرات کے ہاں فکری تضاد کی بہتات ہے۔ ایک جگہ جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امر کا اثبات کریں گے دوسری جگہ اُسی کی نفی کر دیں گے۔ حدِ رجم کا معاملہ ہو یا اجماعِ اُمّت کے حجّت ہونے کا، صحیح احادیث کے واجب العمل ہونے کی بات ہو یا خبرِ واحد کی حجیّت کی۔ ہر جگہ اُن کا تضادِ فکری نمایاں ہو کر سامنے آئے گا۔ یہی صورتِ حال قتلِ رسول کے ممکن ہونے یا نہ ہونے کی بحث میں ہے۔ اس مسئلے میں بھی اُنہوں نے اپنے تضادات کا کمال دکھایا ہے۔

صاحبِ تدبرِ قرآن نے سورۂ قٓ آیت ۱۴ کے تحت یہ لکھا ہے کہ:

"رسولوں کا کسی قوم کے ہاتھوں قتل ہونا ثابت نہیں ہے"۔

(تدبرِ قرآن، جلد ۷، ص ۵۴۲)

مگر اسی تفسیر میں بعض مقامات پر یہ بھی لکھ دیا ہے کہ رسول بھی قتل ہو سکتا ہے اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں بہت سے رسول قتل ہوئے ہیں۔

مثال کے طور پر:

۱۔ آلِ عمران کی آیت ۱۴۴ کی تفسیر کرتے ہوئے صاحبِ تدبرِ قرآن یہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"مطلب یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں بہت سے رسول گزرے ہیں اسی طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اللہ کے رسول ہیں۔ جس طرح کی آزمائشیں اور مصیبتیں دوسرے رسولوں کو پیش آئیں اسی طرح کی آزمائشیں اور مصیبتیں انہیں بھی پیش آسکتی ہیں۔ جس طرح تمام رسولوں کو موت کے مرحلہ سے گزرنا پڑا، انہیں بھی ایک دن وفات پانا ہے۔ ان کے رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہونے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ یہ وفات نہیں پائیں گے یا قتل نہیں ہوسکتے یا کسی مصیبت یا ہزیمت کا ابتلا انہیں پیش نہیں آسکتا ۔ اگر کسی نے اس غلط فہمی کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور اب اُحد کے حادثے کے بعد کسی تذبذب میں مبتلا ہو گیا ہے اور وہ از سرِ نو جاہلیت کی زندگی کی طرف پلٹ جانا چاہتا ہے تو پلٹ جائے وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا بلکہ اپنی ہی دنیا اور آخرت برباد کرے گا "

(تدبر قرآن، جلد ۲، ص ۱۸۵ تا ۱۸۶)

۲ - پھر سورۂ آلِ عمران آیت ۱۸۳ کے تحت اسی تفسیر میں بنی اسرائیل کے بارے میں لکھا ہے کہ :

" ان سے کہہ دو کہ مجھ سے پہلے ایسے رسول آچکے ہیں، جو نہایت واضح نشانیاں لے کر آئے اور وہ معجزہ بھی انہوں نے دکھایا جسکا تم نے ذکر کیا تو تم نے اُن کو قتل کیوں کیا ؟ تمہارا یہ فعل تو اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ تم اپنی اس بات میں بھی جھوٹے ہو ۔ اگر تم کو یہ معجزہ بھی دکھا دیا جائے گا ۔ جب بھی اپنی اسی ضد پر اڑے ہو گے اور ایمان نہ لانے کا کوئی اور بہانہ تلاش کر لو گے " (تدبر قرآن، جلد ۲، ص ۲۲۰ تا ۲۲۱)

۳ - پھر اسی تفسیر میں سورۂ مائدہ آیت ۷۰ کی تفسیر کرتے ہوئے بنی اسرائیل سے متعلق لکھتے ہیں کہ :-

" فرمایا کہ ان سے جس کتاب و شریعت کی پابندی کا عہد لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا تھا اور جس کی تجدید اور یاد دہانی کے لئے اللہ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رسول اور نبی بھیجے، اس عہد کو انہوں نے توڑ دیا اور جو رسول اس کی تجدید اور یاد دہانی کے لئے آئے ان کی باتوں کو اپنی خواہشات کے خلاف پاکر یا تو ان کی تکذیب کردی یا ان کو قتل کر دیا۔"

(ملاحظہ ہو تدبر قرآن جلد ۲، ص ۵۶۶)

اس طرح ہمارے زمانے کے متجددین ایک ہی سانس میں رسول کے قتل ہونے کو ممکن بھی قرار دیتے ہیں اور ناممکن بھی، جیسے حدِ رجم کو جرم زنا کی سزا مانتے بھی ہیں اور نہیں بھی مانتے۔ کہیں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرتے ہیں اور کہیں صرف رفعِ عیسیٰ ملتے ہیں۔ کہیں حدیثِ رسول ؐ کو اصولِ تفسیر میں حجت قرار دیتے ہیں اور کہیں اسے غیر ضروری سمجھتے ہیں کسی جگہ اجماعِ اُمت کو اصولِ دین تسلیم کرتے ہیں اور کسی جگہ اسے کوئی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں۔ کسی مقام پر خبر واحد اور صحیح حدیث کو حجت مانتے ہیں اور کسی مقام پر اسے حجت نہیں مانتے۔ ایک مرحلے پر بائیبل کو محرف منسوخ اور ناقابلِ اعتبار بتاتے ہیں اور دوسرے مرحلے پر اس سے اُمتِ مسلمہ کے لئے احکامِ شریعت کا استنباط بھی کرتے ہیں ———

——— کبھی اسلامی حدود و تعزیرات کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں اور کبھی ان کا پورا پورا دفاع کرنے لگ جاتے ہیں، کبھی سُنت کے ذریعے قرآن مجید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے کسی حکم کی تخصیص و تقیید ہونے سے انکار کر دیتے ہیں اور کبھی محض قیاس کی بنا پر قرآن مجید کے احکام میں تخصیص و تقیید پیدا کر دیتے ہیں ۔

صاحبِ تدبّرِ قرآن نے اپنی تفسیر میں تضادِ فکری کے ایسے بہت سے شاہکار پیش کئے ہیں اور لطف یہ ہے کہ اس کے باوصف دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کو سمجھنے اور اُس پہ تدبّر کرنے کے جو اصول انہوں نے پیش نظر رکھے ہیں اور جو معیارِ تفسیر انہوں نے قائم کیا ہے وہ چودہ سو برس سے کسی مفسّرِ قرآن کو نصیب نہیں ۔ فیا للعجب !

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور عُشر

یہ ایک حقیقت ہے کہ مُفلس آدمی بھی اللہ تعالیٰ کی اَن گنت نعمتوں سے فیضیاب ہوتا ہے اور منعمِ حقیقی کی ہر نعمت اپنے منعم علیہ بندے سے مناسب شکر گزاری کا تقاضا کرتی ہے۔ مال و دولتِ دُنیا جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے لئے ایک آزمائش ہے، وہاں ایک عظیم نعمت بھی ہے اور اس پر شکر گزاری کی معیّن صُورت یہ ہے کہ اس نعمت سے مستفید و متمتع ہوتے ہوئے اس کا کچھ خاص حصہ اُن لوگوں تک منتقل کر دیا جائے جو اس سے بالکل محروم ہیں۔ اگر ایسا نہ کیا جائے تو خدا تعالیٰ کی یہ نعمت خود انسان کے لئے نقمت بن جاتی ہے جس کے نتیجے میں اسے دُنیا و آخرت میں ناکامی و نامرادی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

خدائے رحیم نے اپنے مالدار بندوں کو ایسی صورت حال سے بچانے، انکو اپنا فرمانبردار بنانے اور دنیا و عقبیٰ میں فلاح یاب کرنے کے لئے مال و دولت پر بطور شکر گزاری زکوٰۃ کی ادائیگی لازم ٹھہرائی ہے اور اس سلسلے میں زرعی پیداوار پر عُشر ادا کرنا واجب کیا ہے۔ غور کرنے سے زکوٰۃ و عشر کے اس وجوب و حکم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی حکمت سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ جس طرح مال و دولت اکثر و بیشتر خدا تعالیٰ کی خاص بخشش کا فیضان ہوتا ہے، بالکل اسی طرح پھل اور اناج کی زرعی پیداوار بھی ربُّ العالمین کے مخصوص فضل و کرم کی مرہونِ منّت ہوتی ہے۔

اب ظاہر ہے کہ ہر استحقاق اپنے ساتھ کچھ نہ کچھ ذمّہ داری بھی رکھتا ہے۔ مال و دولت اور زرعی پیداوار کے اسی استحقاق پر زکوٰۃ و عُشر کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں اس حقیقت کو کئی مقامات پر مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سُورہ واقعہ میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ	بھلا تم اس بات پر غور کرو کہ جو کچھ تم کاشتکاری کرتے ہو، اسے تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے چُورا کر دیں اور تم صرف باتیں بناتے رہ جاؤ۔ کہ "ہم پر اُلٹی چٹی پڑ گئی بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں ہی سے محروم ہو گئے" اچھا تم نے دیکھا کہ یہ پانی جو تمہارے پینے کے کام آتا ہے۔ اسے کون برساتا ہے؟ تم برساتے ہو یا ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ برساتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری کر دیں، تم کیوں شکر نہیں کرتے؟

(سورہ الواقعہ ۶۳ تا ۷۰)

گویا جس ہستی کی ربوبیت کے فیض سے تمہیں اناج اور پھلوں کا رزق عطا ہوا، اسی ربِّ کائنات کا یہ حق ہے کہ اس کے دیتے ہوئے رزق کا کچھ حصہ محروم المعیشت لوگوں کو بھی ادا کیا جائے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝

(عبس: ۲۴ تا ۳۲)

انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے — ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں، پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں، پھر اس سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، سبزی ترکاری، زیتوں کا تیل، کھجور کے خوشے، گھنے باغات، قسم قسم کے میوے، پھل اور طرح طرح کا چارہ — یہ سب کچھ تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے۔

ایک اور مقام پر فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝
(النمل ۶۰)

بھلا آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ آسمان سے تمہارے لئے کس نے پانی برسایا؟ پھر اُس کے ذریعے سے ہم نے خوش نما باغ اُگا دیئے۔ حالانکہ تمہارے بس کی یہ بات نہ تھی کہ اِن باغوں کے درخت اُگاتے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے؟ افسوس یہ لوگ راہِ حق سے ہٹے ہوئے ہیں!

پھر ارشاد ہوا:

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖۗ وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۚ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ

اور ہم نے ایک خاص اندازے کے مطابق آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اُسے زمین میں ٹھہرائے رکھا، اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ اُسے واپس لے جائیں۔ پھر اُسی پانی سے ہم نے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(المؤمنون ۱۸ تا ۱۹) کر دیئے جن میں بہت سے پھل لگتے ہیں اور انہی سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

اسی طرح ایک اور جگہ فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ (الانعام ۹۶) یقیناً اللہ ہی کی قدرت ہے کہ وہ دانے اور گٹھلی کو شق کرتا ہے (پھر اس سے ہر چیز کا پودا یا درخت پیدا کر دیتا ہے)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

وَهُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ

اور وہی (اللہ) ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس کے ذریعے سے ہر قسم کی نباتات اُگائی، پھر اُس سے سر سبز کھیت اور درخت پیدا کیے۔ پھر اُن سے تہ برتہ چڑھے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے پیدا کیے جو بوجھ کی وجہ سے جھکے پڑتے ہیں۔ اور انگور، زیتون اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ اُنْظُرُوْٓا	انار کے باغ اُگائے جن کے پھل
اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ	ایک دوسرے سے ملتے جُلتے
يَنْعِهٖ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ	بھی ہیں اور پھر ذائقے الگ
لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○	الگ بھی ہیں۔ جب یہ درخت
(الانعام ۱۰۰)	پکتے ہیں، تو ان میں پھل آنے

اور ان کے پکنے کی کیفیت پر نظر ڈالو۔ ان تمام چیزوں میں ایمان لانے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔

پھر فرمایا:

وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً	اور اسی (اللہ) نے آسمان سے
فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ	پانی برسایا اور اس کے ذریعے
رِزْقًا لَّكُمْ ۚ ○	سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر
(البقرۃ : ۲۲)	تمہارے لئے روزی فراہم کردی۔

قرآن حکیم کی درج بالا آیات کا مدعا و مطلب یہ ہے کہ ربوبیت الٰہی کی کارفرمائی انسان کو اس کی معمولی محنت و مشقت کے صلے میں زمین سے بہت زیادہ اناج اور پھل مہیا کر دیتی ہے۔ اس کے بعد انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ بخشش رحمانی اور عطائے ربانی سے جہاں خود بہرہ یاب ہوا ہے۔ وہاں خدا تعالٰے کے ان بندوں کو فراموش نہ کر بیٹھے جو تہی دامن اور بے سروسامان ہیں بلکہ ان کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے اور ان کو معاشی سہارا دینے کے لئے اس نعمتِ خداوندی کا ایک مخصوص حصہ اُن تک پہنچا دے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عشر کیا ہے؟ عشر کے لغوی معنی ہو کسی چیز کا دسواں حصّہ" کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں یہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ بارانی زمین کی صورت میں اس کی پیداوار کا دسواں حصّہ اور غیر بارانی اراضی یعنی نہری یا چاہی وغیرہ کی صورت میں اس کی پیداوار کا بیسواں حصہ شرعاً عشر کے طور پر واجب الادا ہوتا ہے بشرطیکہ کل پیداوار شرعی نصاب کے مطابق ہو۔

قرآن اور عشر جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے، عُشر دراصل زرعی پیداوار کی زکوٰۃ کا دوسرا نام ہے۔ اس لئے جہاں تک مطلق زکوٰۃ کے حکم کا تعلق ہے تو اس کی فرضیت اور وجوب کے لئے قرآن مجید میں بیسیوں آیات موجود ہیں۔ بالعموم اقامتِ صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ یعنی نماز و زکوٰۃ کا حکم ساتھ ساتھ آیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی اس خاص قسم یعنی عشر کا ثبوت ہمیں قرآن حکیم کی درج ذیل آیات سے ملتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِيٓ أَنشَأَ جَنَّٰتٍ	اور وہی (اللہ) ہے جس نے وہ
مَّعْرُوشَٰتٍ وَغَيْرَ	باغات پیدا کئے جو ٹٹیوں پر
مَعْرُوشَٰتٍ وَالنَّخْلَ وَ	چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں اور
الزَّرْعَ مُخْتَلِفًا أُكُلُهُۥ	بعض نہیں چڑھائے ہوتے،
وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ	نیز کھجوروں کے درخت اور
مُتَشَٰبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَٰبِهٍ	کھیتیاں اُگائیں جن میں مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿ (الانعام ۱۴۱)	قسم کے کھانے کی چیزیں ہوتی ہیں اور زیتون اور انار بھی باہم مشابہ اور بعض مشابہ نہیں ہوتے۔ تم ان کے پھلوں اور پیداواریں سے کھاؤ اور (ان نعمتوں کے شکریے ہیں)

ان کے کاٹنے اور توڑنے کے دن اُن کا معین حصہ ادا کیا کرو۔ فضول خرچی نہ کرو کیونکہ فضول خرچی کرنے والوں کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کے الفاظ " وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ " (اور فصل کی کٹائی اور پھل توڑنے کے دن ان کا معین حصہ ادا کیا کرو) سے ظاہر ہے کہ کھیت سے فصل اور پیداوار حاصل کرتے وقت اس کا ایک خاص حصہ بطور حق المال الگ کر کے ادا کرنا واجب ہے، اور عشر کا یہ وجوب اسی لمحے عائد ہو جائے گا جس لمحے زرعی پیداوار حاصل کر لی گئی۔

اس آیت کے تحت چند مفسرین کرام کی آراء ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ تفسیر طبری: (از ابن جریر طبری)

اس تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ، حسنؒ، انس بن مالکؓ، جابر بن زید، سعید بن مسیب، قتادہ، طاؤس، محمد بن حنفیہ، ضحاک اور زید بن اسلم کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ھذا امر من اللہ بایتاء	یہ اللہ کا حکم ہے کہ پھلوں اور
الصدقۃ المفروضۃ	اناج سے فرض زکوٰۃ یعنی عشر
من الثمر والحب"	ادا کیا جائے ۔

(ابوجعفر محمد بن جریر
الطبری : تفسیر الطبری:
۱۲ : ۱۵۸ طبع مصر)

۲ ۔ تفسیر الکشاف (از علامہ زمخشری)
اس تفسیر میں آیت مذکورہ کے تحت درج ہے کہ :

الآیۃ مکیۃ والزکاۃ	یہ آیت مکی ہے اور مدینہ میں
انما فرضت بالمدینۃ"	زکوٰۃ فرض ہوئی ہے لہٰذا
فأرید بالحق ما کان	اس آیت میں "حق" سے
یتصدق بہ علی	مراد وہ صدقہ ہے جو فصل کی
المساکین یوم الحصاد	کٹائی کے وقت مسکینوں کو
وکان ذلک واجبا حتی	دیا جاتا ہے ۔ ابتدا میں یہ
نسخہ افتراض العشر و	صدقہ واجب تھا ، پھر عشر
نصف العشر وقیل مدنیۃ	اور نصف عشر کی فرضیت
والحق ھو الزکاۃ المفروضۃ	کے بعد منسوخ ہو گیا ۔ یہ بھی

کہا گیا ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور اس میں "حق" سے مراد وہ زرعی پیداوار پر زکوٰۃ ہے جو فرض ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۳ - احکام القرآن (از ابن العربی):

وقد افادت هذه الآية وجوب الزكاة فيما سمّى الله سبحانه وافادت بيان ما يجب فيه من مخرجات الارض التي اجملها في قوله: "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" فسّرها هاهنا، فكانت آية البقرة عامّة في المخرج كلّه مجملة في القدر وهذه الآية خاصّة في مخرجات الارض مجملة في القدر فبيّنه رسول الله صلى الله عليه وسلم الّذي أمر بأن يبيّن للناس ما نزّل عليهم، فقال: فيما سقت

اس آیت سے اس چیز کے واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کا نام دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی اس جگہ پر اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد "وَمِمَّآ أَخْرَجْنَا لَكُم مِّنَ الْأَرْضِ" یعنی (اے ایمان والو!) ان اشیاء میں سے (اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔) جو ہم نے زمین سے نکالی ہیں - البقرہ ۲۶۷) کی تشریح بھی مل جاتی ہے کہ وہاں پر "زمین سے نکالی ہوئی اشیاء" سے کیا مراد ہے۔ سورۃ بقرہ کی آیت کے مفہوم میں وہ تمام اشیاء آ جاتی تھیں جو زمین میں سے نکلتی ہیں اور اس کے علاوہ وہاں نصابِ زکوٰۃ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السماء العشر، وما سقي بنضح او دالية نصف العشر." فكان هذا بيانا لمقدار الحق المجمل في هذه الآية۔ وقال ايضا صلى الله عليه وسلم "ليس فيما دون خمسة أوسق من حب او تمر صدقة" خرجه مسلم وغيره۔ فكان هذا بيانا للمقدار الذي يؤخذ منه الحق والذي يسمى في السنة العلماء نصابا۔

(ابن العربي: احكام القرآن: ۲/۳۱۲، ۳۱۳ طبع مصر ۱۳۳۱ھ)

بھی ذکر نہیں تھا۔ مگر اب سورہ انعام کی آیت زیر بحث کے مفہوم میں زمین سے نکلنے والی اشیاء کی خاص نوعیت بیان کر دی گئی ہے اگرچہ یہاں پر بھی نصابِ زکوٰۃ کا ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر اس آیت کی تشریح وتبیین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ جنہیں قرآن کی تشریح وتبیین کرنے کا حکم خود خدا نے قرآن مجید میں دیا ہے[1] وہ تشریح اور تبیین یہ ہے۔

---

[1] قرآن مجید میں ہے: وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ ۔ (اور اے نبیؐ، ہم نے اس سراپا ذکر یعنی قرآن کو آپ پر نازل کیا ہے تاکہ آپ کی طرف جو کچھ بھیجا گیا ہے اسے آپ لوگوں پر واضح فرما دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"فيما سقت السماء العشر	جو زمین بارش سے سیراب ہوتی
وما سقی بنضح او دالية	ہے اور جو دوسرے وسائل
نصف العشر"	آبپاشی کے ذریعے سیراب ہو،
	اس پر نصف عشر ہے۔"

سنتِ نبویؐ نے آیت مذکورہ کے لفظ "حَقَّهُ" میں حق کے اجمال کی یہی تفصیل بیان کی ہے۔

پھر اس کے علاوہ اسی سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ليس فيما دون خمسة	غلے اور کھجور میں پانچ وسق
اوسق من حب او تمر	سے کم مقدار پر زکوٰۃ (عشر)
صدقة" (صحیح مسلم)	نہیں ہے۔

گویا اس حدیث نے وہ مقدار بھی معین کر دی جس پر "حق" کی وصولی کی جائے گی اور جسے علماء کرام اپنی اصطلاح "نصاب" کہتے ہیں۔

۴۔ تفسیر کبیر (از امام فخر الدین رازی)

فی تفسیر قوله (آتوا	اللہ تعالیٰ کے قول "وَآتُوا
حَقَّهُ) ثلاثة اقوال۔	حَقَّهُ" کی تفسیر میں تین قول
القول الاول: قال ابن	ہیں۔ پہلا قول جسے عطاؒ نے
عباس فی رواية عطاء	ابن عباسؓ کے حوالے سے بیان
يريد به العشر فيما سقت	کیا ہے یہ ہے کہ اس سے بارانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمآء ونصف العشر فیما سقی بالدوالیب وهو قول سعید بن المسیّب والحسن وطاؤس والضّحاك۔"

زمین کا عشر اور غیر بارانی کا نصف عشر ہے ۔ یہی قول سعید بن مُسَیَّبؓ، حسنؒ، طاؤس اور ضحاک کا بھی ہے ۔

(الفخر الرازی، التفسیر الکبیر، ۱۳: ۲۱۳)

۵- تفسیر قرطبی (الجامع لاحکام القرآن ــ امام قرطبی):

"اختلف الناس فی تفسیر هذا الحق ما هو فقال انس بن مالك وابن عباسؓ وطاؤس والحسن وابن زید وابن الحنفیة والضحاك وسعید بن المسیّب هی الزكاة المفروضة العشر ونصف العشر" (ابو عبد الله محمد بن احمد الانصاری القرطبی: ۷: ۹۹ طبع مصر ۱۹۶۷ء)

اس آیت میں لفظ "حق" کے بارے میں مختلف رائیں ہیں ۔ حضرت ابن عباسؓ انس بن مالکؓ، طاؤس، حسن، ابن زید، ابن الحنفیہ، ضحاک اور سعید بن مسیّب کی رائے میں اس سے مراد وہ فرض زکوٰۃ ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے ۔

۶ - تفسیر ابن کثیر:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"عن ابن عباس رضؓ وآتوا حقه يوم حصاده يعني الزكوٰة المفروضة يوم يكال ويعلم كيله" (عماد الدين إسماعيل ابن كثير: تفسير القرآن العظيم ۲: ۱۸۱ طبع سہیل اکیڈمی، لاہور۔)

ابن عباسؓ کا قول ہے کہ وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ سے مراد وہ فرض زکوٰۃ یعنی عشر ہے جب فصل کی مقدار معلوم کر لی جائے۔

۷۔ احکام القرآن — ابوبکر جصّاص۔

"روی عن ابن عباس و جابر بن زید ومحمد بن حنفية والحسن وسعيد بن المسيب وطاؤس و زيد بن اسلم وقتادة والضحاك انه العشر ونصف العشر"

ابن عباسؓ، جابر بن زید، محمد بن حنفیہ، حسن، سعید بن مسیّبؒ، طاؤس، زید بن اسلم، قتادہ اور ضحّاک کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں عشر اور نصف عشر مراد ہے۔

۸۔ تفسیر جلالین:

"العشر أو نصفه۔" (جلال الدين سيوطي: تفسير

اس سے عشر یا نصف عشر مراد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلالین :۹۸ طبع دھلی

(۱۹۲۲ء)

۹ - تفسیر مظہری (از قاضی ثناء اللہ پانی پتی)

"قال ابن عباس وطاوس والحسن وجابر بن زید وسعید بن المسیب انہ الزکوٰۃ المفروضۃ من العشر ونصف العشر لان الامر للوجوب"	ابن عباس، طاؤس، حسن، جابر بن زید اور سعید بن مسیّب کا قول ہے کہ اس جگہ فرض زکوٰۃ مراد ہے جو عشر اور نصف عشر کی صورت میں ہے کیونکہ فعل امر سے وجوب کا حکم ثابت ہوتا ہے۔
(قاضی ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری: ۳: ۲۹۴ طبع دھلی ۱۹۶۷ء)	

۱۰ - تفسیر روح المعانی (از علامہ محمود آلوسی):

"وَاٰتُوْا حَقَّہٗ" الذی أوجبہ اللہ تعالی فیہ "یَوْمَ حَصَادِہٖ" عن ابن عباسؓ العشر ونصف العشر، والیہ ذھب الحسن و	"وَاٰتُوْا حَقَّہٗ" میں حق، سے مراد وہ حق ہے جسے اللہ تعالےٰ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اس بارے میں ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے عشر اور نصف عشر مراد ہے یہی رائے حسن،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعید بن المُسَیّب وقتادۃ وطاؤس وغیرھم۔ (علامہ محمود آلوسی : ۸: ۳۸ طبع بیروت)	سعید بن مسیب، قتادہ اور طاؤس وغیرہم کی ہے

اس طرح تقریباً تمام مفسرین حضرات نے آیت زیر بحث سے عشر کی فرضیت کا اثبات کیا ہے
دوسری جگہ پر حکم خداوندی ہے کہ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْہُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْہِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْہِ وَ اعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ (البقرۃ : ۲۶۷)	اے ایمان والو! اپنی کمائی میں سے عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو، اور ان چیزوں سے بھی جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہوں۔ لیکن خراب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا ارادہ نہ کرو (انحالیکہ تم خود بھی اسے لینا پسند نہیں کرتے الا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ خوب جان لو کہ اللہ بے نیاز اور ستودہ صفات ہے۔

اس آیت کے الفاظ " اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (اپنی کمائی میں سے بھی چیزوں کا انفاق کرو) کے بعد وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِّنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْاَرْضِ مِنَ (اور ان چیزوں میں سے بھی انفاق کرو، جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کیں)، سے واضح ہے کہ زمینی پیداوار میں سے کچھ خاص حصے کے انفاق کا حکم دیا گیا ہے۔ غور کیجیئے، زمینی پیداوار سے کچھ خاص حصے کا یہ حکم انفاق سوائے حکم عشر کے اور کیا ہو سکتا ہے؟

ایک اور مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:

وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ	اور ان (متقیوں) کے مالوں
لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ o	میں مانگنے والے اور محتاج کا
(الذاریات ۱۹)	حصہ ہوتا تھا۔

یہ آیت اپنے سیاقِ کلام کے لحاظ سے متقین کے اوصاف کے ضمن میں آئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سائل اور محروم المعیشت آدمی کے لئے اپنے مال میں سے ایک معیّن حصہ بطور حق ادا کرتے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ نہ تو زرعی پیداوار کو "اموالھم" کے قرآنی عموم سے خارج سمجھا جا سکتا ہے اور نہ ہی زرعی پیداوار کے لئے سائلوں اور مفلسوں کا فقدان ہو سکتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ صاحبِ نصاب متقین جہاں دوسرے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں وہاں وہ زمینی پیداوار کی زکوٰۃ یعنی عشر بھی دیتے ہیں اور ان کی طرف سے عشر کی یہ ادائیگی بطور حق ضروری متصوّر ہوئی ہے۔

قرآن کی ایک اور آیت یہ ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِیْنَ فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ (المعارج ۲۴ تا ۲۵)	اور جن لوگوں کے اموال میں ایک معلوم و معین حصہ ہے، مانگنے اور نہ مانگنے والے حاجت مندوں کے لئے۔

آیاتِ بالا اپنے سیاق و سباق میں جنتی لوگوں کی صفات کے تذکرے میں وارد ہوئی ہیں ـــ وہ اعمال جن کی جزا کے نتیجے میں نیک لوگ جنت کے مستحق قرار پائیں گے ان میں سے ایک عمل یہ گا کہ اُن کے اموال میں دستِ سوال دراز کرنے والے غریبوں اور نہ مانگنے والے محتاجوں کی معاشی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے ایک خاص حصہ بطورِ حق معین ہوتا تھا۔ "اموالهم" کے عموم میں زرعی پیداوار بھی شامل ہے ۔ لہٰذا ان دونوں آیات سے جہاں ایک طرف زکوٰۃ کے حکم کا اثبات ہوتا ہے وہاں دوسری طرف عشر کا ثبوت بھی فراہم ہو جاتا ہے ۔

ایک اور مقام پر ارشادِ خداوندی ہے :

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (التوبة : ۱۰۳)	(اے نبیؐ!) ان لوگوں کے مال سے بھی زکوٰۃ لے لیا کریں تاکہ اس طرح آپؐ انکو گناہوں سے) پاک و صاف کریں اور ان کے حق میں دعائے خیر کریں کیوں کہ آپؐ کی دُعا ان کے لئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکون بخش ہے اور اللہ بہت سننے والا جاننے والا ہے۔

یہ آیت سیاق بیان میں اُن لوگوں کے بارے میں آئی ہے جو ایمان کے باوصف مرضِ منافقت میں بھی مبتلا تھے۔ گویا قانونی اعتبار سے اُن پر مسلمان ہونے کا اطلاق ہوتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے اس مقام پر یہ حکم دیا ہے کہ ایسے لوگوں سے زکواۃ وصول کریں۔ آیت میں مستعمل لفظ صَدَقَۃً" یا صدقات کا لفظ، قرآن مجید میں زکواۃ کے ہم معنیٰ ہے جیسا کہ سورۃ توبہ میں ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ ۔۔۔ (التوبہ:۶۰) زکواۃ تو اُن کا حق ہے جو فقرا ہوں، مساکین ہوں ۔۔۔

تو یہاں پر صدقات سے مراد صرف صدقۂ واجبہ یعنی زکواۃ ہے (اُن کے اموال میں سے زکواۃ وصول کرو۔ اس طرح آیت زیرِ بحث میں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً" کے عام معنیٰ میں زرعی پیداوار بھی بطور مال شامل ہے جس میں سے زکواۃ یعنی عشر کی وصولی بہ حکم اللہ تعالےٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ (البقرہ ۳) (متقین وہ ہیں) جو غائبانہ طور پر ایمان رکھتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے اُس میں

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔

آیتِ مذکورہ میں آمدہ الفاظ "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (اور جو کچھ ہم نے ان کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جو روزی عطا کی ہے تو اُس کے بندے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روزی میں سے اِنفاق کرتے ہیں۔

اس آیت کے سیاقِ کلام میں متقین کے جو اوصاف بیان ہوئے ہیں ان میں جہاں ایمان بالغیب اور اقامتِ صلوٰۃ کی خصوصیات کا ذکر ہوا ہے وہاں انفاق کو بھی متقین کی ایک خصوصیت کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اہلِ نظر سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ قرآن مجید کا یہ ایک عام اسلوب ہے اور اسکے بیسیوں نظائر بھی موجود ہیں کہ نماز پر انفاق کا عطف بالعموم زکوٰۃ کے مفہوم کا حامل ہوتا ہے کیونکہ خود نماز پہ زکوٰۃ کا عطف آنا قرآن مجید کا عام اندازِ بیان ہے۔

اب زیرِ نظر مقام پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ قرآنی الفاظ "وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ" (اور ہمارے دیئے میں سے خرچ کرتے ہیں) کا مطلب یہ ہے کہ متقین کے اوصاف میں سے ہے کہ وہ حالتِ ایمان میں اقامتِ صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ ایتائے زکوٰۃ بھی کرتے ہیں۔ یا اُس کا دوسرا اور جامع مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ متقین نماز پڑھتے اور انفاق کرتے ہیں اور پھر اس انفاق میں صدقاتِ واجبہ یعنی زکوٰۃ عشر اور صدقاتِ نافلہ یعنی خیرات دونوں مفاہیم بیک وقت موجود ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض دونوں مذکورہ مطالب کی رو سے زکوٰۃ کا مفہوم اس آیت میں شامل رہتا ہے۔

اب دوبارہ اصل قرآنی الفاظ پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کی عطا کردہ روزی اور اس کے بخشے ہوئے رزق کے تحت جہاں دوسرے اموال آتے ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے وہاں وہ روزی اور وہ رزق بھی بطور مال آجاتا ہے جو ہم زمین سے حاصل کرتے ہیں اس لئے زرعی پیداوار پر عشر کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

پھر یہ امر بھی یاد رہے کہ اس مقام پر متقین کے صرف تین ہی بنیادی اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے — ایمان، نماز اور انفاق کا — اور صرف انہی تینوں خصوصیات کی بنا پر ایسے لوگوں کے راہ ہدایت پر ہونے اور ان کے فلاح یاب ہونے کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

" وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ " کے الفاظ اسی انداز میں صلوٰۃ پر عطف کے ساتھ قرآن حکیم میں چند اور مقامات پر بھی وارد ہوئے ہیں اور وہاں بھی بالعموم زکوٰۃ ہی کا مفہوم لئے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ انفال میں ہے کہ:

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥	(مومنین وہ ہیں) جو نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے اُن کو جو روزی دی ہے اس میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں
(الانفال : ۳)	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

البتہ اس ساری بحث پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہم نے يُنْفِقُونَ کے مضارع سے وجوبِ حکم ثابت کیا ہے جبکہ عربی زبان میں مضارع وجوبِ حکم کے لئے نہیں آتا بلکہ وجوبِ حکم کے لئے فعلِ امر آنا چاہیئے ۔

مگر اوّل تو یہ اصول بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن مجید کے بہت سے نظائر اس اصول کے خلاف موجود ہیں اور ہمیں قرآن حکیم کے مقابل میں بہر حال اپنے بنائے ہوئے اصولوں کو کچھ بھی وقعت نہیں دینی چاہیئے ۔ اس لئے کہ جن مقامات کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ۔ وہاں ساتھ ہی معطوف علیہ کے طور پر يُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ بھی فعل مضارع کے ساتھ آیا ہے ۔ تو کیا اس فعلِ مضارع کے سبب صلوٰۃ کا وجوب باقی نہیں رہے گا اور ایسے تمام مقامات پر فرض نمازوں کی بجائے نفل نمازیں مراد لی جائیں گی ؟

دوسرے یہ کہ خود قرآن حکیم میں اہلِ ایمان کے لئے جہاں يُنْفِقُونَ کی خصوصیت فعلِ مضارع کے ساتھ آئی ہے وہاں وہ فعل امر میں اہلِ ایمان کو انفاقِ وجوبی کا حکم دیتا ہے جیسے کہ سورۂ بقرہ میں آیا ہے

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا	ایمان والو! ہمارے دیے میں
اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ	سے راہ خدا میں بھی خرچ کرلو
قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا	اس سے پہلے کہ وہ دن آموجود
بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا	ہو جس میں نہ خرید و فروخت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شَفَاعَةٌ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (البقرۃ : ۲۵۴)

ہوگی اور نہ دوستی کام آئے گی اور نہ سفارش کام دیگی۔ اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ (ہمارے دیئے ہیں سے راہ خدا میں خرچ کرو) میں اَنْفِقُوْا کا صیغہ فعلِ امر کا ہے جس سے انفاق واجب ثابت ہوتا ہے نیز اس آیت کے آخری ٹکڑے وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔) سے اس بات کا اشارہ بھی نکلتا ہے کہ جو لوگ اس انفاق کے وجوب کو نہ مانیں اور اس حکم پہ عمل نہ کریں تو ایسے لوگوں کی یہ روش مومنانہ کردار کی نہیں بلکہ کافرانہ طرزِ عمل کی غماز ہے۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ " اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ " (ہمارے دیتے میں سے خرچ کرو) سے زکوٰۃ اور عشر کا حکم ثابت ہوگیا۔ کیونکہ کفر کا معاملہ صرف ضروریاتِ دین کے انکار ہی سے پیدا ہوسکتا ہے اور زکوٰۃ و عشر کے ضروریاتِ دین میں ہونے سے کسے انکار ہے۔

اس سلسلے میں " وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ " کی تفسیر میں علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر " الکشاف " میں لکھا ہے کہ :

" وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ " ارادوا التارکون الزکوٰۃ ھم الظالمون فقال والکٰفرون للتغلیظ

" وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ " (اور کافر لوگ ہی ظالم ہیں) سے مراد یہ ہے زکوٰۃ نہ دینے والے ظالم ہیں۔ اَلْكَافِرُوْنَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كما قال في آخر آية الحج " وَمَنْ كَفَرَ " مكان ومن لم يحج، ولأنه جعل ترك الزكاة من صفات الكفار في قوله " وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ "

کا لفظ شدت کیلئے آیا ہے جیسا کہ آیت حج کے آخر میں آتا ہے کہ وَمَنْ كَفَرَ اور جس نے کفر کیا، آل عمران آیت، آیا ہے، حالانکہ وہاں پر مفہوم یہ تھا کہ " اور جس نے حج نہ کیا"۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں ترک زکوٰۃ کو کافروں کی علامت کے طور پر بیان کیا ہے : وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ (اور مشرکین کے لئے ہلاکت ہے کیونکہ وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔

ایک دوسرے مقام پر فعلِ امر کے وجوب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا اہلِ ایمان سے ارشاد ہے۔

وَأَنْفِقُوا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِينَ (المنافقون: ۱۰)

اور (اے ایمان والو) ہمارے دیئے میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے رہا کرو، اس سے پہلے کہ تمہیں موت آئے اور آدمی کہنے لگے کہ "اے میرے رب! کاش تو مجھے کچھ دنوں کی مزید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہلت دیدیتا تو میں صدقہ دیتا اور پھر صالحین میں سے ہوتا"

آیتِ بالا میں اہلِ ایمان مخاطب ہیں اور اس آیت سے پہلے کی آیت میں وہ مذکور ہیں اور اس جگہ بھی اہلِ ایمان ہی کو فعلِ امر کے وجوب کے ساتھ انفاق کا حکم دیا گیا ہے اور ایسا انفاق اور "صدقہ" کرنے کا حکم موجود ہے جو کسی آدمی کو زمرۂ صالحین میں شامل ہونے کے لئے شرط کی حیثیت رکھتا ہے۔ اللہ کی دی ہوئی روزی سے وہ انفاق اور وہ صدقہ کیا چیز ہے جو صالحین کی خصوصیت اور اہلِ ایمان کا وصف خاص ہے؟ کیا اس سے زکوٰۃ و عشر مراد نہیں ہو سکتے اور کیا یہاں پر بھی صرف صدقاتِ نافلہ یا خیرات مراد لی جا سکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ البتہ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (اور ہمارے دیئے میں خرچ کرو)، کے عمومی الفاظ میں زکوٰۃ و عشر اور خیرات دونوں کا مفہوم بیک وقت ممکن ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ۝

(ابراہیم: ۳۱)

(اے نبیؐ) میرے ان بندوں کو جو ایمان لائے ہیں، کہہ دو کہ نماز قائم کیا کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر (خدا کی راہ میں) خرچ کیا کریں، اس سے پہلے کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دن آجائے جس میں نہ کچھ خرید و فروخت ہوگی۔ اور نہ ہی دوستی کچھ کام آسکے گی۔

آیتِ بالا میں بھی فعلِ امر (غائب) کے ساتھ اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک تو نماز کا اہتمام کریں اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے اس کا کچھ حصہ اسی کی راہ میں خرچ کیا کریں۔ انفاق کے اس حکم میں زکوٰۃ و عشر کے ساتھ ساتھ صدقہ و خیرات بھی شامل ہیں۔ اوّل الذکر کے لئے آیت کے لفظ "عَلَانِيَةً" اور ثانی الذکر کے لئے "سِرًّا" کا اشارہ اور قرینہ موجود ہے۔ اور اس سے بڑھ کر فعل امر غائب کا صیغہ اس انفاق کو وجوب و حکم کا درجہ دیدیتا ہے۔ پھر نماز پہ انفاق کا یہ عطف بھی زکوٰۃ و عشر کا مفہوم لئے ہوئے ہے جس کے نظائر قرآن حکیم میں موجود ہیں اور جن کی مثالیں اس سے قبل ہم نے بیان کردی ہیں۔

آیت مذکورہ بھی منجملہ اُن آیاتِ قرآنیہ میں سے ہے جن سے زکوٰۃ و عشر کے فرض و واجب ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

اس مختصر سے مضمون میں ہم نے قرآن حکیم کی چند ایسی آیات پیش کردی ہیں جن سے صراحتاً یا اشارۃً عُشر کے فرض و واجب ہونے ثبوت ملتا ہے۔ باقی رہیں اس نظامِ عُشر کی عملی تفصیلات تو نظامِ زکوٰۃ کی وہ بھی سنّت نبوی ﷺ کے نصوص صحابہ رضی اللہ عنہم کرام کے اجماع اور باقی اُمت کے تعامل سے معلوم کرلینی چاہئیں۔

البتہ اس سلسلے میں ایک ضروری امر پیشِ نظر رہنا چاہیئے کہ قرآن حکیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے عمومی حکم کے باوصف بعض اموال و اشیاء کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ و عشر سے مستثنیٰ بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر گھوڑوں، غلاموں اور سبزیوں کے بارے میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ان پر زکوٰۃ و عشر واجب نہیں ہے۔ لیکن آج ایسی تمام مستثنیات پر بھی زکوٰۃ و عشر عائد کیا جا سکتا ہے بشرطیکہ وہ مالِ تجارت کی تعریف میں آ جاتے ہوں اور نصابِ مقررہ کے مطابق ہوں۔

حضرت سمُرہ بن جُندبؓ کی روایت ہے کہ:

"ان رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یا مرنا ان نخرج الصّدقة من الذی نعِدُّ للبیع" (السنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ)	رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ایسی تمام اشیاء سے زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیتے تھے جن کو ہم لوگ بغرضِ تجارت استعمال کرتے تھے۔

"اس حدیث کی رو سے اُن گھوڑوں پر بھی زکوٰۃ عائد ہو سکتی ہے جو تجارت کی غرض سے ہوں اور نصاب کے مطابق ہوں، اور ان تمام پھلوں اور سبزیوں پر بھی عشر عائد ہو گا جو بغرضِ تجارت ہوں اور مقدارِ نصاب ہوں۔ پہلے معاملے کے لئے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عمل ہمارے لئے بہترین مثال ہے اور دوسرے کے لئے آج ہم خود اجتہاد کر سکتے ہیں اور ہمارے اس طرزِ عمل سے حدیث یا شریعت کی خلاف ورزی نہیں ہو گی بلکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا عین منشا پورا ہوگا۔

نفاذِ زکوٰۃ و عشر کے سلسلے میں البتہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ قرآن حکیم کے پیشِ نظر انسان کی صرف معاشی صلاح و فلاح نہیں ہے بلکہ وہ پوری حیات انسانی کی ہدایت و فلاح کے لئے اپنا ایک عالمگیر اور ہمہ گیر نظام فکر و عمل رکھتا ہے۔ قرآن کی معاشی ہدایات و احکام دراصل اس کی مجموعی دعوت کا محض ایک حصّہ ہیں۔ اس لئے اسلام کے صرف کسی جُز کو نافذ کر کے اس کے ذریعے سے اس کے کُلّی نفاذ کی برکات حاصل نہیں کی جا سکتیں۔ لہٰذا جب تک نظامِ اسلام کو اس کے ہمہ جہتی اصولوں کی بنیاد پر پورے اِخلاص سے قائم کرنے کی کوشش نہیں ہوگی اس وقت تک اسلامی انقلاب کی منزلِ مقصود کا حصول ایک خواب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرآن اور جرم زنا کی سزا

جرمِ زنا کی شناعت ایک صالح معاشرے کے قیام کے لئے صالح خاندان کا وجود ناگزیر ہے اور ایک صالح خاندان وجود میں آ نہیں سکتا اگر مرد اور عورت کے تعلق کی بنیاد نکاح پر نہ ہو۔ معاہدۂ نکاح ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی رُو سے ایک صالح خاندان وجود میں آتا ہے۔ اسی سے زوجین کے درمیان حقوق و فرائض کی عادلانہ تقسیم ہوتی ہے۔ اسی کے تحت اولاد اور والدین کا باہمی تعلق اور صحیح خُون و نسب کا پاکیزہ رحمی رشتہ قرار پاتا ہے۔ پھر یہی رحمی رشتہ انسان کے صالح جذبات و احساسات کے ساتھ استوار ہوتا ہے۔

اس کے برعکس اگر مرد اور عورت کے درمیان نکاح کے جائز تعلق کی بجائے زنا کا ناجائز تعلق قائم ہو تو اس چیز کے نتیجے میں نہ تو کوئی صالح خاندان وجود میں آسکتا ہے اور نہ ہی اس کی بنیاد پر کسی صالح معاشرے کی تشکیل ہو سکتی ہے بلکہ ایسے معاشرے کو انسانی معاشرہ کہنے کی بجائے جانوروں کا ایک گلہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

اسلام نے زنا کو کبائر گناہوں میں شمار کیا ہے۔ قرآن حکیم نے جہاں شرک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور قتلِ ناحق کا تذکرہ کیا ہے وہاں زنا کو بھی ان کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے۔ اس کے بعد تینوں گناہوں کا یکساں انجام بیان فرمایا ہے۔ جس سے زنا کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا۔

ارشادِ خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (الفرقان ۲۸-۲۹)

اور جو لوگ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام ٹھہرائی ہوئی کسی جان کو ناحق قتل نہیں کرتے اور نہ ہی زنا کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر کوئی ایسا کام کرے گا تو وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہوگا اور قیامت کے روز اُسے کئی گنا عذاب ہوگا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلیل وخوار رہے گا۔

اسی سلسلے میں ایک حدیثِ صحیح ملاحظہ ہو:

عن عبد الله بن مسعود قال سألت النبي صلى الله عليه وسلم أي الذنب أعظم عند الله - قال

حضرت عبداللہؓ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ کے ہاں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تجعل للہ ندًّا وھو خلقک۔ قلت ان ذالک لعظیم۔ قلت ثم ای قال وان تقتل ولدک تخاف ان یطعم معک۔ قلت ثم ای۔ قال ان تزانی حلیلۃ جارک۔

آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کسی کو اللہ کا شریک ٹھہرائے حالانکہ تیرا خالق تو اللہ ہی ہے میں نے پھر کہا یہ تو سنگین جرم ہے میں نے پھر پوچھا۔ "اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟" فرمایا "کسی شخص کا اپنے بیٹے کو اس اندیشے سے قتل کر دینا کہ وہ اس کے کھانے میں حصہ دار بن جائے"

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر۔ جلد ۶ صـ۲۲، طبع مصر ۱۳۴۵ھ)

میں نے تیسری بار پوچھا کہ "اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے"۔ فرمایا "کسی شخص کا اپنے ہمسایہ کی بیوی سے زنا کرنا۔

اس حدیث نے مذکورہ بالا قرآنی آیت کی گویا تفسیر کر دی ہے۔

زنا مجموعۂ جرائم ہے

زنا کوئی مفرد جرم نہیں بلکہ مجموعۂ جرائم ہے اور ایک زانی بیک وقت حسب ذیل جرائم کا مرتکب ہوتا ہے:-

۱۔ قرآن نے مرد اور عورت کو غضِ بصر کا حکم دیا ہے اور ارتکابِ زنا اس حکم قرآنی کی خلاف ورزی کے بعد ہی ممکن ہوتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲ - اسلام نے عورت کو غیر محرم مرد سے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے اور ایک زانیہ عورت اسلام کے اس حکم کی پرواہ نہیں کرتی ۔

۳ - دینِ اسلام میں حیا کو جو اہمیت حاصل ہے وہ محتاجِ بیان نہیں ۔ حدیثِ نبوی ہے الحیاء من الایمان یعنی حیا ایمان کا حصہ ہے ۔ زنا کا مجرم حیاداری کے بنیادی تقاضوں کو ٹھکرا دیتا ہے ۔

۴ - اسلام نے مرد اور عورت کے مابین آزادانہ میل جول اور بے تکلفانہ گفتگو کو ناپسند کیا ہے زنا کا مرتکب اسلام کے اس ضابطے کو توڑ دیتا ہے

۵ - قرآن نے فرمایا ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا یعنی زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو ۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ فعلِ زنا کے تمام محرّکات و دواعی سے بھی اجتناب کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔ زنا کا مجرم قرآن کے اس حکم کی صریحاً خلاف ورزی کرتا ہے ۔

۶ - اسلام نے غیر محرم مرد اور عورت کو باہمی ملامست یعنی ایک دوسرے کو چھونے سے منع کیا ہے ۔ اسلام کا یہ ضابطہ ایک زانی کے ہاتھوں ٹوٹ جاتا ہے ۔

۷ - اسلام نے مرد اور عورت کو اپنے اپنے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا ہے اور سوائے شوہر اور بیوی کی مخصوص حالت کے، کسی اور کے سامنے ستر کھولنے سے منع کیا ہے ۔ زنا کے جرم میں اسلام کے اس حکم کی خلاف ورزی موجود ہوتی ہے ۔

۸ - قرآن نے طیّبات یعنی پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبائث یعنی ناپاک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ۔ اس کے نزدیک نکاح ایک حلال اور طیب چیز ہے اور زنا کو اس نے حرام اور بے حیائی کا کام بتایا ہے ۔ زنا کا مرتکب شخص قرآن کے اس ضابطہ حلّت و حرمت کو توڑ دیتا ہے ۔

۹ ۔ اسلام نے وراثت کے احکام محض قرابت داری کی بنیاد پر دیتے ہیں ۔ اولاد اپنے والدین کے ترکے کی جائز وارث ہوتی ہے ۔ مگر زنا کے نتیجے میں پیدا شدہ ناجائز اولاد اپنے نام نہاد "باپ" کی جائداد اور وراثت سے بلا قصور محروم ہو جاتی ہے اور اس محرومی کی تمام تر ذمہ داری "زانی باپ" پر عائد ہو جاتی ہے ۔

۱۰ ۔ قرآن نے عورت کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ گھر میں ٹک کر رہے اور کسی خاص ضرورت کے سوا گھر سے باہر نہ نکلے ۔ اس کے ساتھ ہی قرآن نے عورت کو یہ حکم بھی دیا ہے کہ وہ تبرّج یعنی بن ٹھن کر پھرنے سے اجتناب کرے ۔ ایک زانیہ عورت بالعموم قرآن کے ان احکامات کی خلاف ورزی کرتی ہے ۔ وہ ایسی جگہ زنا کی مرتکب ہوتی ہے جہاں اسے ایک چھوڑ چار آدمی بھی بآسانی دیکھ سکتے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ یہ صورتِ حال اس کے گھر میں تقریباً ناممکن ہے ۔

۱۱ ۔ قرآن مجید نے اشاعتِ فاحشہ یعنی بے حیائی پھیلانے والوں کو دنیا اور آخرت کے عذاب کی وعید سنائی ہے اور اس حرکت کو سخت ناپسند کیا ہے زنا کا مرتکب اشاعتِ فاحشہ کا مجرم بھی ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ابتداءً کم سے کم چار آدمیوں تک بے حیائی کے بُرے اثرات پہنچتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جو بعد میں وبا کی طرح پورے معاشرے میں پھیل جاتے ہیں۔

۱۲۔ زنا کے نتیجے میں بعض اوقات خودکشی کے واقعات جنم لیتے ہیں۔ فریقین کے متعلقین میں اشتعال پیدا ہوتا ہے جس کا انجام اتلافِ جان و مال کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ پھر فتنہ و فساد اور انتقام کی وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے جو بجھائے نہیں بجھتی۔

شادی شدہ آدمی کا جُرمِ زنا

شادی شدہ زانی کا معاملہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ قبیح ہے۔ اس میں علاوہ ان تمام بُرائیوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں، مزید یہ بُرائیاں مضمر ہوتی ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کی رُو سے ایک شخص کی منکوحہ بیوی کے لئے کسی اور مرد سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کے بعد زنا تو بدرجہ اولیٰ حرام ٹھہرا۔ ایک زانیہ عورت قرآن کی قائم کردہ اس حرمت کو پامال کرتی ہے

۲۔ قرآن مجید کہتا ہے کہ ایک شوہر کے لئے اس کی بیوی بمنزلہ حَرث یعنی کھیتی کی حیثیت رکھتی ہے جس سے اولاد کی پیداوار حاصل ہوتی ہے۔ مگر ایک زانیہ بیوی کھیتی کی اپنی اس حیثیت کو بدل کر ایک کھلی چراگاہ میں تبدیل کر لیتی ہے جس کے بعد صحیح اولاد کی پیدا آوری ممکن نہیں رہتی اور عورت کا مقصدِ تخلیق پورا نہیں ہوتا۔ اس طرح ایک شادی شدہ زانیہ عورت اللہ کی ٹھہرائی ہوئی فطرت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حیثیت بدلنے کی مرتکب ہوتی ہے۔

۳ قرآن کی رُو سے نکاح ایک معاہدہ ہے جو مرد اور عورت کے مابین ہوتا ہے۔ اسی معاہدے کی رُو سے وہ میاں بیوی ہوتے ہیں۔ قرآن اس معاہدے کو 'میثاقِ غلیظ' یعنی پختہ معاہدہ قرار دیتا ہے۔ اسی معاہدے کے تحت میاں بیوی ایک دوسرے کی عفّت و عصمت کے محافظ اور امین ہوتے ہیں۔ اس کے بعد کسی فریق کی طرف سے معاہدے کی اس حیثیت کو ختم کرنا قرآن حکیم کی صریحًا خلاف ورزی ہے۔

۴۔ نکاح کے بعد ایک میاں اور ایک بیوی کو اپنی اپنی جنسی خواہش کی تسکین کا ایک جائز ذریعہ میسر آجاتا ہے۔ اگر دونوں میں سے کوئی ایک فریق دوسرے کے لئے جنسی طور پر وجۂ تسکین نہیں بنتا تو دوسرا فریق اس سے علیحدگی حاصل کر سکتا ہے اور مرد کو اسلام نے ایک سے چار تک بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے اب سوال یہ ہے کہ جب کسی مرد یا عورت کو اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ حاصل ہے اور وہ اسے چھوڑ کر ایک ناجائز اور ممنوع ذریعہ کو اختیار کرتا ہے تو یہ اُس ربّ العالمین کی کھلی نافرمانی کے سوا اور کیا ہے جس نے نکاح کو حلال اور زنا کو حرام ٹھہرایا ہے؟

۵۔ اس دُنیا میں سب سے بڑی بے وفائی کسی بندے کا اپنے خدا سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بے وفائی کرنا ہے اس کے بعد دوسرے درجے پر وہ بے وفائی ہے جو ایک بیوی اپنے خاوند سے کرتی ہے قدیم صحیفوں میں مشرک آدمی کو اس زانیہ عورت سے تشبیہہ دی گئی ہے جو کسی کی بیوی ہو۔ توریت میں کئی جگہ یہ مضمون آیا ہے کہ تمہارا خداوند خدا بڑا غیور ہے۔ جس طرح تم یہ گوارا نہیں کرتے کہ تمہاری بیوی کسی اور کے بستر پہ سوئے اسی طرح وہ یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اس کا بندہ غیر کی بندگی کرے۔

قرآن مجید نے بھی سورۂ نُور میں شرک اور زنا کو ایک ساتھ بیان کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں بُرے کاموں میں ایک گہری مناسبت ہے۔ مشرک اپنے رب کا اقرار کرتا ہے، اس کی دی ہوئی تمام نعمتوں سے مُتمتع ہوتا ہے۔ مگر اس کے باوجود غیر کی اطاعت کرتا ہے۔ یہی حال ایک زانیہ بیوی کا ہے۔ وہ اپنے آپ کو ایک شوہر کی زوجیت میں دیتی اور اسے اپنی عصمت وناموس کا مالک بناتی ہے۔ نان ونفقہ اور دیگر تمام حقوق اسی سے حاصل کرتی ہے اور پھر اس کے حقِ زوجیت میں غیر مرد کو شریک کرکے اپنے شوہر سے خیانت اور بیوفائی کی مرتکب ہوتی ہے ایک مشرک کی اپنے خدا سے بے وفائی اور خیانت کی مثال اگر اس دنیا میں کوئی اور ہوسکتی ہے تو وہ کسی زانیہ بیوی کی وہ بے وفائی اور خیانت ہے جو وہ اپنے شوہر سے روا رکھتی ہے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ زنا ایک ایسا جرم عظیم ہے جس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ سے خاندانی نظام درہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برہم ہو جاتا ہے۔ لڑائی جھگڑے اور قتل و فساد تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ بعض اوقات خود کشی کے واقعات رُو نما ہوتے ہیں۔ لوگوں کا امن و سکون غارت ہوتا ہے اور فتنہ و فساد پھیلتا ہے۔ اس کے سبب سے معاشرے میں جنسی بے راہروی اور انارکی پیدا ہوتی ہے اور انسانوں کا اخلاق جانوروں کی سطح تک گر جاتا ہے۔

قرآن میں جرم زنا کی سزا

قرآن حکیم نے زنا کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے آغاز میں یہ سزا بیان کی تھی کہ اگر چار گواہ اس امر کی شہادت دے دیں کہ انہوں نے کسی مرد اور عورت کو زنا کرتے دیکھا ہے تو ان دونوں کو زدو کوب کیا جائے اور زانیہ عورت کو گھر میں قید کر دیا جائے۔ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَۃَ	اور تمہاری عورتوں میں سے
مِنْ نِّسَآئِکُمْ فَاسْتَشْھِدُوْا	جو عورتیں بدکاری کی مرتکب
عَلَیْھِنَّ اَرْبَعَۃً مِّنْکُمْ ج	ہوں تو ان پر اپنے میں سے
فَاِنْ شَھِدُوْا فَاَمْسِکُوْ	چار آدمیوں کی گواہی طلب
ھُنَّ فِی الْبُیُوْتِ	کرو۔ اگر چار آدمی گواہی دے
حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ	دیں تو ان عورتوں کو گھروں
اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ	میں بند رکھو، یہاں تک کہ
سَبِیْلًا ہ وَالَّذٰنِ	موت ان کا خاتمہ کر دے یا کسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ج	موقع پر اُن کے لئے اللہ تعالیٰ
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا	کوئی راستہ نکال دے، اور
فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط	تم میں سے اگر مرد اور عورت
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا	اسی جرم کا ارتکاب کریں تو ان
رَّحِيْمًا ہ	کو ایذا دو۔ پھر اگر وہ توبہ اور
(النساء ۱۵-۱۶)	اصلاح کرلیں تو ان کو چھوڑ دو۔
	بے شک اللہ توبہ قبول کرنے
	والا اور رحم کرنے والا ہے۔

جرم زنا کی مذکورہ بالا سزا قرآن مجید کا ایک ابتدائی اور عارضی نوعیت کا حکم تھا جس کی طرف اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا (ان کے لئے اللہ کوئی راستہ نکال دے گا) کے الفاظ اشارہ کررہے ہیں۔

اس کے بعد سورہ نور کی آیت ۲ میں اس سلسلے کا مستقل حکم نازل ہوا:

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ	زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں
فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ	میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے
مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ	مارو اور اللہ کے قانون کے معاملے
وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا	میں قطعاً کوئی نرمی اختیار نہ کرو،
رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ	اگر تم اللہ اور آخرت کے دن پر
اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ	ایمان رکھتے ہو اور ضروری ہے
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج ق	کہ ان کو سزا دیتے وقت مسلمانوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ کا ایک گروہ موجود رہے۔

اس آیت کے نزول کے بعد سورۂ نساء کے مذکورہ بالا احکام منسوخ ہو گئے۔ اب آئندہ کے لئے جرمِ زنا کی سزا سو کوڑے مقرر ہو گئی۔

مگر آیتِ جلد کا یہ حکم درحقیقت کوئی حکم عام نہ تھا کہ اس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو، کیونکہ قرآن حکیم نے زانیہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) پر اس حکم کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ ان کی تخصیص کرتے ہوئے فرمایا:

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ (النساء: ۲۵)	جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آ جائیں اور پھر اگر وہ کوئی بدکاری کریں تو ان کے لئے اس سزا کا نصف ہے جو محصنات، کے لئے مقرر ہے۔

واضح رہے کہ یہاں پر "العذاب" کی جو سزا بیان ہوئی ہے یہ وہی سزا ہے۔ جسے آیت جلد میں عَذَابَهُمَا کہا گیا ہے، اور اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔

اس طرح قرآن مجید نے قیدِ نکاح میں آئی ہوئی لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے لئے ارتکابِ زنا کی صورت میں نصف سزا یعنی پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں قرآن حکیم نے زنا کے آزاد اور غلام مجرموں کی دو قسمیں کر دی ہیں اور دونوں کے لئے الگ الگ سزا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معین فرمائی ہے۔ آزاد زانی اور زانیہ جن کے لئے آیتِ جلد کی رُو سے سو سو کوڑوں کی سزا ہے اور لونڈیاں اور غلام، جن کے جرمِ زنا پہ ان کو پچاس کوڑوں کی سزا دی جائے گی۔

قرآن کی اس تخصیص سے یہ بات صاف طور پہ معلوم ہو گئی کہ آیتِ جلد کا حکم صرف "محصنات" کے ساتھ خاص ہے اور غلاموں اور لونڈیوں پہ اس حکم کا اطلاق نہیں ہوگا گویا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

اب یہاں پہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیت مذکورہ کے الفاظ نِصْفُ مَا عَلَی الْمُحْصَنَاتِ میں مُحصنات سے کیا مُراد ہے؟ کیونکہ اسی لفظ کے مفہوم سے آیتِ جَلد کے حکم کی گِرہ کھلے گی اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ سو کوڑوں کی سزا کا حکم کس قسم کے افراد کے لئے آیا ہے۔ فنِ تفسیر کا ایک مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ:

القرآن یفسر بعضہ بعضا۔	قرآن مجید کا ایک حصہ اس کے دوسرے حصے کی تفسیر بیان کرتا ہے۔

"مُحْصَنَات" کا مفہوم

"محصنات" کا لفظ احصان سے بنا ہے جس کے معنیٰ ہیں: "روک یا قید میں آجانا" "قلعہ بند ہونا اور" "محفوظ ہو جانا"۔ اس طرح محصنات کے لغوی معنیٰ "اخلاقی طور پہ قلعہ بند یا محفوظ عورتوں" کے ہیں۔

قرآن مجید میں لفظ محصنات، کل آٹھ مرتبہ آیا ہے اور موقع و محل کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اعتبار سے یہ لفظ درج ذیل تین معنوں میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کے تینوں معنوں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ شادی شدہ عورتیں (قطع نظر اس سے کہ وہ آزاد ہوں یا لونڈیاں)

۲۔ آزاد کنواری عورتیں۔

۳۔ پاک دامن اور پاکباز عورتیں۔

گویا قرآن مجید کی رُو سے:

ا۔ وہ لونڈیاں بھی محصنات ہیں جو کسی کی قیدِ نکاح میں آجائیں۔ کیونکہ اس طرح ان کو اپنے شوہروں کی حفاظت وحمایت حاصل ہو جاتی ہے۔ سورہ نساء کی آیت ۲۵ کے الفاظ فَاِذَآ اُحْصِنَّ اور مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ سے یہی لونڈیاں مراد ہیں۔

ب۔ آزادی اور شادی شدہ عورتیں بھی محصنات ہیں کیوں کہ اُن کو اپنے شوہروں اور اپنے خاندانوں کی دوہری حفاظت وحمایت میسر ہوتی ہے اس معنی میں یہ لفظ سُورۂ نساء کی آیت نمبر ۲۴، جہاں محرّماتِ نکاح کا تذکرہ ہوا ہے۔ کے الفاظ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَآءِ (اور شادی شدہ عورتیں) میں 'المحصنات' سے یہی آزاد اور شادی شدہ عورتیں مراد ہیں۔

ج۔ آزاد اور کنواری عورتیں بھی 'محصنات' کہلاتی ہیں کیونکہ انہیں بھی اپنے خاندانوں کی حمایت وحفاظت حاصل ہوتی ہے۔ سورۃ نساء کی آیت ۲۵ کے آغاز میں ارشادِ الٰہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ ۔ — اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔

اس مقام پر المحصنات سے یہی آزاد اور کنواری عورتیں مراد ہیں ۔

د ۔ پاک دامن اور پاکباز عورتیں بھی 'محصنات' ہیں کیونکہ وہ "اخلاقی" طور پر "قلعہ بند" اور "بدکاری سے محفوظ" ہوتی ہیں ۔ سورۂ نور کی آیت نمبر ۴ کے الفاظ ۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ۔ — اور جو لوگ پاکدامن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں ۔

میں المحصنات کا لفظ انہی پاکدامن اور پاکباز عورتوں کے لئے آیا ہے ۔

لفظِ محصنات کے معانی کی اس تفصیل کے بعد اب درج ذیل آیت پر غور کریں قرآن حکیم کا ارشاد ہے ۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ۭ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ — اور تم میں سے جو شخص مومنہ 'محصنات' یعنی آزاد کنواری عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کرے۔ اللہ تمہارے ایمان کو خوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ	جانتا ہے۔ تم سب ایک ہی
اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ	جنس ہو۔ ان کے مالکوں کی
اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ	اجازت کے ساتھ ان کنیزوں
مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ	سے نکاح کر لو اور دستور کے
وَّلَا مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ ۚ	مطابق ان کے مہران کو ادا
فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ	کر دو۔ وہ قید نکاح میں آنے
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ	والی ہوں، بدکاری اور آشنائی
مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ	کرنے والی نہ ہوں۔ پھر اگر وہ
مِنَ الْعَذَابِ ط	قید نکاح میں آجانے کے بعد
(النسآء : ۲۵)	بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو
	سزا "محصنات" کے لئے مقرر
	ہے، اس کی نصف سزا ان پر
	ہوگی۔

اس ایک آیت میں لفظ "محصنات" تین مرتبہ آیا ہے۔ پہلی مرتبہ۔ اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنَاتِ میں جس سے آزاد کنواری عورتیں، مراد ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ اس جگہ یہ لفظ ایک توفتیات یعنی لونڈیوں کے مقابل میں آیا ہے جس کی وجہ سے یہاں صرف آزاد عورتیں ہی مراد لی جا سکتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ ان "محصنات" سے نکاح کی اجازت موجود ہے اور یہ معلوم ہے کہ اگر وہ پہلے سے کسی کی منکوحہ ہوں تو پھر "والمحصنات من النساء" (النساء ۲۴) کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تحت محرّماتِ نکاح میں شامل ہوجائیں۔ اس صورت میں ان سے نکاح کرنا ہی حرام ٹھہرتا ہے اور یہاں ان "محصنات" سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے اس لئے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اس پہلے مقام پر محصنات سے صرف آزاد اور کنواری عورتیں ہی مراد ہیں۔

دوسری مرتبہ لفظِ "محصنات" آیت کے اس ٹکڑے "محصناتٍ غیر مسافحات" ان لونڈیوں کی جن سے نکاح کی اجازت ہے، یہ کیفیت و حالت بیان کرتا ہے کہ وہ "قیدِ نکاح میں آنے والی ہوں، بدکاری کرنے والی ہوں۔" اس کے بعد فَاِذَا اُحْصِنَّ میں بھی انہی لونڈیوں کے نکاح کا ذکر کیا گیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے شوہروں کی حفاظت و حمایت حاصل کرکے داخلِ احصان یعنی محصنات ہوجائیں گی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ لونڈیاں جب بے شوہر تھیں تو وہ "محصنات" نہیں تھیں قیدِ نکاح میں آجانے کے بعد "محصنات" یعنی شوہر والیاں ہوگئیں۔

تیسری مرتبہ یہ لفظِ "محصنات" اس آیت کے فقرے فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ میں وارد ہوا ہے۔ اس جگہ اس لفظ سے وہی "محصنات" مراد ہیں جو ابتدائے آیت میں مذکور ہوئی ہیں یعنی "آزاد کنواری عورتیں"۔ اس مقام پر یہی معنی مراد لینے کے حق میں درج ذیل دلائل ہیں۔

۱۔ **سیاقِ کلام**: آیتِ مذکورہ کے آغاز سے فتیات یعنی لونڈیوں اور محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کے جانبین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا بیان تقابلی انداز میں ہوا ہے اس سلسلۂ کلام میں ایک جانب ۔ فتیات کی حالت میں یہ تبدیلی ہوئی ہے کہ وہ کسی کی قیدِ نکاح میں آنے کی جانب کے اعتبار سے مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ کے تحت محصنات ہو گئی ہیں اور پھر ان کی اس حالت کو فَاِذَآ اُحْصِنَّ " جب وہ محصنات ہو جائیں " سے بھی تعبیر کیا گیا ہے ۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ دوسری جانب ۔ محصنات یعنی آزاد کنواری عورتوں کی کیفیت میں قطعاً کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی اس کے بعد آخر میں انہی جانبین کا تقابل سزا کے لحاظ سے باین الفاظ بیان ہوا ہے کہ :

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ط	پھر اگر وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں تو جو سزا " محصنات " کے لئے مقرر ہے ، اس کی نصف سزا ان پر ہوگی ۔

اس طرح شادی شدہ لونڈیوں کے لئے ارتکابِ زنا پر اس سزا کا نصف بتایا ہے جو آزاد و کنواری عورتوں کے مرتکبِ زنا ہونے پر قرآن نے مقرر کی ہے ۔ یعنی شادی شدہ زانیہ لونڈیوں کے لئے پچاس کوڑے اور آزاد اور کنواری زانیہ عورتوں کے لئے سو کوڑے ۔

آیت کا یہ سیاقِ کلام ہی وہ واضح قرینہ ہے جو اس مقام پر لفظ " محصنات " کے معنی کو " آزاد کنواری عورتوں " کے ساتھ متعین کر دیتا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲ - حالتِ احصان حالتِ احصان کے پہلو سے دیکھا جائے تو معلوم ہے کہ ایک لونڈی غیر محصنہ ہوتی ہے اور کسی کی قیدِ نکاح کے آنے کے بعد ہی وہ مُحصنہ ہو سکتی ہے۔ اگرچہ نکاح کے بعد بھی وہ حالتِ احصان کے اعتبار سے کامل طور پر مُحصنہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ ایک شوہر کی حفاظت حمایت میں آملنے کے باوجود وہ ان لوگوں کی بندگی سے آزاد نہیں ہوتی جن کی وہ ملکیت ہے اور نہ ہی معاشرت میں اسے وہ مقام حاصل ہوتا ہے جو ایک آزاد عورت کو میسر ہوتا ہے۔

اس کے علی الرغم ایک آزاد عورت پہلے ہی سے محصنہ ہوتی ہے۔ خواہ وہ غیر شادی شدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ حُریت کی بنا پر اسے ایک خاندان کی حفاظت وحمایت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا مجرد حُرّہ ہونا ہی اس کے مُحصنہ ہونے کے لئے کافی ہے۔ اس کے مُحصنہ کہلانے کے لیے اُس کا کسی کی منکوحہ ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے اس زیرِ بحث مقام پر (محصنات) سے آزاد کنواری عورتیں ہی مراد ہیں اور یہاں اس لفظ میں ان کے شادی شدہ ہونے کا مفہوم داخل کرنا تکلّف کے سوا اور کیا ہے؟

۳ - اگر یہ کہا جائے کہ لونڈیوں کے مقابل میں جب لفظِ محصنات آتا ہے تو اس سے شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دونوں قسم کی آزاد عورتیں مراد ہوتی ہیں اور اس مقام پہ وہی مراد ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یہ بات قرآنِ حکیم کے نظائر اور شواہد کے خلاف ہے۔ خود اسی آیت کے آغاز میں قرآن مجید کا ارشاد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ	اور تم میں سے جو شخص آزاد مسلمان
طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ	عورتوں سے نکاح کرنے کی
الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ	استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ
فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ	ان مومنہ لونڈیوں سے جو تمہارے
مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ	قبضے میں ہوں، نکاح کرلے۔

(النساء آیت ٢٥)

اس جگہ "محصنات" کا لفظ لونڈیوں کے مقابل میں بھی آیا ہے اور اس سے صرف "غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں ان کے ساتھ شادی شدہ عورتیں قطعًا مراد نہیں لی جا سکتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ پہلے سے شادی شدہ اور کسی کی منکوحہ عورتیں ہیں تو پھر اُن سے نکاح کرنا جائز کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ "والمحصنات من النساء" یعنی شادی شدہ یا کسی کی منکوحہ عورتوں کو آیت زیر بحث سے پہلی آیت النساء ۲۴ میں محرماتِ نکاح کے طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

یہ ایک ایسی قطعی دلیل ہے جس کے بعد اس طرح کی بات کہنے کے لئے کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

۴۔ اگرچہ لغت کے اعتبار سے یہ درست ہے کہ جہاں ایک غیر شادی شدہ عورت محصنہ ہے وہاں ایک آزاد شادی شدہ عورت بھی محصنہ ہوتی ہے مگر قرآن حکیم میں یہ لفظ ان مشترک معنوں میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا۔ یہ لفظ جہاں بھی آیا ہے اپنے ایک ہی معنیٰ میں آیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی یا تو صرف شادی شدہ عورتوں کیلئے آیا ہے یا پھر صرف غیر شادی شدہ عورتوں کے لئے استعمال ہوا ہے یا پھر ان کے علاوہ اپنے تیسرے معنی، پاک دامن عورتوں، کے لیے بھی آیا ہے اور اس لفظ کے تینوں معنوں کی وضاحت ہم نے اس بحث کے آغاز میں کر دی ہے۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کسی ایک مقام پر بھی اپنے دو مختلف معنوں کے لئے مشترک لفظ کے طور پر مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ ہر جگہ یہ لفظ اپنے تینوں معنوں میں سے کسی ایک معنی میں آیا ہے۔

۵ - زیرِ بحث مقام پر "المحصنات" لام تعریف کے ساتھ آیا ہے۔ اور ہمارے نزدیک یہ ال تخصیص کے لئے ہے، اور اس سے خاص قسم کی محصنات یعنی "غیر شادی شدہ آزاد عورتیں" ہی مراد ہیں۔ اگر اس لام تعریف کو کوئی شخص تعمیم کے مفہوم میں لینا چاہتا ہے تو پھر اس کے معنیٰ میں صرف آزاد عورتیں ہی شامل نہ ہوں گی بلکہ لونڈیاں بھی اس لفظ کے داخلِ معنیٰ ہو جائیں گی کیونکہ قرآن حکیم نے ان کو بھی محصنات کہا ہے۔ اسی آیت زیرِ بحث میں ہے کہ:

فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ	پھر ان سے ان کے مالکوں کی
وَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ	اجازت لے کر نکاح کر لو اور
بِالْمَعْرُوفِ مُحْصَنَاتٍ	دستور کے مطابق ان کو مہر کر دو
غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا	قیدِ نکاح میں لا کر۔ نہ کہ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مُتَّخِذَاتِ اَخْدَانٍ ۔ بدکاری کرنے والیاں اور آشنائی
(النساء آیت ۲۵) گانٹھنے والیاں ہوں ۔

اس کے بعد مقام زیرِ بحث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ شادی شدہ لونڈیوں کو ارتکابِ زنا پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں اور شادی شدہ لونڈیوں کے لئے مقرر ہے" اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم کس قدر لغو اور بے معنیٰ ہے۔

۶ - اگر اس جگہ لفظ "محصنات" سے صرف "شادی شدہ آزاد عورتیں" مراد لی جائیں تو آیتِ جلد کا حکم انہی عورتوں کے ساتھ خاص ہو جاتا ہے اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام میں آزاد غیر شادی شدہ عورتوں کے ارتکابِ زنا کی کیا سزا کا ماخذ کیا ہے؟

۷ - یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ زیرِ بحث مقام پر محصنات کا لفظ مطلق لونڈیوں کے مقابل میں نہیں آیا ہے بلکہ منکوحہ لونڈیوں میں آیا ہے گویا لونڈیوں کے بعض افراد کی سزائے زنا کا تقابل آزاد عورتوں کے بعض افراد کی سزائے زنا سے کیا گیا ہے ۔ اس طرح ایک طرف تو لونڈیوں کی وہ خاص نوع ہے جس میں حالت احصان پائی جاتی ہے اور دوسری جانب ہر قسم کی آزاد عورتیں مراد نہیں بلکہ آزاد عورتوں کی صرف وہ خاص نوع مراد ہے جس میں حالتِ احصان کا تحقق موجود ہو اور اوّلین طور پر اس سے غیر شادی شدہ آزاد عورتیں ہی مراد ہو سکتی ہیں ۔ کیونکہ انکی مجرّد حریت کے بسبب قرآن مجید نے ان کو اسی آیت کے آغاز میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"محصنات" کہا ہے۔

۸۔ عقل و حکمت اور عدل و انصاف کے نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں اسلام کا منشا کیا ہے؟ اسلامی شریعت نے ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اپنی فطری جنسی خواہش پوری کرنے کا کوئی جائز ذریعہ حاصل نہیں ہو سکا — اور ایک ایسے شخص کے ارتکابِ زنا میں کہ جس کو اس کی فطری صنفی خواہش پوری کرنے کا ایک جائز ذریعہ میّسر آ چکا ہے — بہرحال فرق کیا ہے اور دونوں کی حالتوں کے اختلاف کی بنا پر ان کے لئے الگ الگ سزائیں مقرر کی ہیں۔

فرض کیجیے دو عورتیں مرتکب زنا ہوتی ہیں۔ ایک کنواری اور دوسری شادی شدہ عورت ہے۔ پہلی عورت اپنی جنسی خواہش کے ہیجان میں تسکین کا کوئی جائز راستہ نہیں پاتی اور زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ دوسری عورت ایک شوہر کی بیوی ہے۔ اگر اُس کا شوہر اس کے لئے وجہ تسکین نہیں بنتا تو وہ عورت اس سے خلع کر کے کسی اور مرد سے نکاح بھی کر سکتی ہے۔ مگر ایک خاوند کی بیوی ہوتے ہوئے وہ مرتکبِ زنا ہوتی ہے۔ اسکا یہ فعل اس کے شوہر کی حق تلفی، اس سے بدترین خیانت اور پرلے درجے کی بے وفائی ہے۔ اس نے اپنے خاوند سے باندھے ہوئے اس معاہدے کا سرِعنوان مٹا ڈالا ہے جس معاہدے کو قرآن مجید نے "میثاقِ غلیظ" یعنی پختہ معاہدے سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعبیر کیا ہے۔ کیا ان دونوں عورتوں کا مقدمہ ایک جیسا ہے؟ نہیں! ہماری عقل ان کو دو مختلف مقدمے قرار دیتی ہے کیا ان دونوں عورتوں کا جرمِ زنا ایک ہی درجے کا ہے؟ نہیں، ہماری بصیرت کہتی ہے کہ دونوں کا جرم یکساں درجے کا نہیں ہے بلکہ متفاوت درجوں کا ہے۔ پھر اگر ایسا ہے تو کیا ان دونوں کو ایک جیسی سزا ملنی چاہیئے؟ ہرگز نہیں! عدل وانصاف کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ کنواری عورت کا جرم نسبتاً کم ہے اور شادی شدہ عورت کا نسبتاً زیادہ، لہٰذا سزا میں بھی یہ فرق ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ کیا ایک فطری اور عقلی شریعت کے لئے یہ امر ضروری نہیں کہ وہ پہلی مجرمہ کو نسبتاً کم اور دوسری مجرمہ کو نسبتاً زیادہ سزا دے؟

اسی حکمت کے پیشِ نظر اسلامی قانون میں غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کے لئے تو سو سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی ہے مگر محصن زانی اور محصنہ زانیہ کے لئے رجم کی حد رکھی گئی ہے۔ دو مختلف صورتوں کو یکساں حیثیت دے کر ان کے لئے ایک ہی سزا تجویز کرنا کسی طور بھی عقل وحکمت اور عدل وانصاف کے قرینِ قیاس نہیں ہے اور جو لوگ شریعت کے تمام تر احکامات کو عقل وحکمت ہی پر مبنی قرار دیتے ہیں ان کے لئے تو اس سے انکار کے لئے قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

الغرض مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی روشنی میں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ زیرِ بحث مقام فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ پر محصنات سے مراد صرف آزاد کنواری عورتیں ہیں اور سورۂ نور کی آیتِ جلد کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم بھی صرف غیر محصن زانیوں ہی کے ساتھ خاص ہے اور اُمّت کے تمام مفسّرین کرام کا اسی امر پہ اجماع ہے۔

مُحصنات کے مفہوم کے بارے میں مُفسّرین کرام کی آراء

اب ہم زیر بحث مقام " فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ میں لفظ محصنات کے معنی کے بارے میں اُمّت کے اکابر مفسّرین کی آراء پیش کرتے ہیں۔

۱ - تفسیر طبری (ابن جریر طبریؒ، متوفّٰی ۳۱۰ھ۔)

فعليهن نصف ما على الحرائر من الحد اذا هن زنين قبل الاحصان بالازواج۔	یعنی پھر ایسی لونڈیوں پہ ان آزاد عورتوں کی حد کا نصف ہے۔ جو شادی سے پہلے زنا کا ارتکاب کریں۔

۲ - احکام القرآن۔ (ابو بکر الجصّاص، م ۳۷۵ھ)

اراد به الاحصان من جهة الحرية لا الاحصان الموجب الرجم، لانه لو اراد ذلك لم يصح ان يقال عليها نصف الرجم	اس جگہ احصان باعتبار حرّیت مراد ہے اور وہ احصان مراد نہیں جس پہ رجم کی حد واجب ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر دوسرے معنی مراد ہوتے تو پھر رجم کا نصف کہنا صحیح نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لانہ لا یتبعض ۔	ہوتا کیونکہ رجم کی سزا ناقابلِ تقسیم ہے ۔

۳ - احکام القرآن (ابن العربی، م ۵۴۲ھ)

یکون التقدیر ھنا اذا	تقدیرِ کلام یوں ہے کہ جب
تزوجن فعلیھن	وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں
نصف ما علی الابکار	آجائیں اور زنا کی مرتکب
من العذاب وھو	ہوں تو ان کے لئے آزاد کنواریوں
الجلد ۔	کی اس سزا کا نصف ہے جو
	(سو) کوڑوں کی ہے ۔

۴ - مفاتیح الغیب المعروف تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی م ۶۰۶ھ)

اما ان یکون المراد منه	اس مقام پر محصنات سے یا
الحرائر المتزوجات	تو شادی شدہ آزاد عورتیں
او المراد منه الحرائر	مراد ہو سکتی ہیں یا کنواری آزاد
الابکار والسبب فی	عورتیں ۔ اس کا سبب ہے کہ ان
اطلاق اسم المحصنات	دونوں قسم کی عورتوں پر انکی
علیھن بحریتھن و	حریت کی وجہ سے لفظِ محصنات
الاول مشکل، لان الواجب	کا اطلاق ہو سکتا ہے ۔ پہلی
علی الحرائر المتزوجات	صورت محال ہے کیونکہ شادی شدہ
فی الزنا الرجم فھذا	عورتوں کے ارتکاب زنا کی حد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يقتضي أن يجب في زنا	رجم ہے اور اس صورت میں
الاماء نصف الرجم و	یہ امر مقتضی ہے کہ لونڈیوں
معلوم أن ذلك باطل	کو زنا کے ارتکاب پر نصف
والثاني وهو أن يكون	رجم کی سزا دی جائے اور ظاہر
المراد الحرائر الابكار	ہے کہ یہ ایک بے معنی بات
فنصف ما عليهن هو	ہے۔ دوسرے صورت میں
خمسون جلدة و هذا	محصنات کے معنی کنواری آزاد
القدر واجب في زنا	عورتوں کے ہو سکتے ہیں جس
الأمة سواء كانت	کے بعد زانیہ لونڈیوں کے لئے
محصنة اولم يكن۔	نصف سزا یعنی پچاس کوڑے
	ہونگے اور یہ حد ہر زانیہ لونڈی
	کے لئے ہے خواہ وہ شادی شدہ
	ہو یا شادی شدہ نہ ہو۔

۵۔ الجامع الاحکام القرآن (امام قرطبی، م ۶۷۱ھ)

ويعني المحصنات هاهنا	اس جگہ محصنات کے معنی ہیں
الابكار الحرائر۔	وہ کنواری آزاد عورتیں"۔

۶۔ تفسیر مدارک (علامہ حافظ الدین نسفی، م ۷۱۰ھ)

وان المحصنات هنا	اس مقام پر محصنات سے وہ
الحرائر اللاتي لم	آزاد عورتیں مراد ہیں جو غیر شادی شدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یتزوجن ۔	ہوں ۔

۷ ۔ تفسیر خازن (علامہ علاؤ الدین بغدادی، م ۷۲۵ ھ)

یعنی فعلی الاماء اللاتی	یعنی زانیہ لونڈیوں پر اس سزا
زنین نصف ما علی	کا نصف ہے جو کنواری آزاد
الحرائر الابکار اذا زنین	عورتوں کے لئے ان کے ارتکاب
من الجلد ۔	زنا پر کوڑوں کی صورت میں ہے ۔

۸ ۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ محمد بن عبد الرحمن الشافعی، م ۸۹۴ ھ)

المحصنات : الحرائر	محصنات سے مراد ہیں ''کنواری
الابکار	آزاد عورتیں'' ۔

۹ ۔ تفسیر جلالین (علامہ جلال الدین سیوطیؒ، م ۹۱۱ ھ و جلال الدین محلیؒ)

المحصنات : الحرائر	محصنات یعنی کنواری آزاد
الابکار اذا زنین ۔	عورتیں جب زنا کی مرتکب ہوں ۔

۱۰ ۔ تفسیرات احمدیہ (ملا احمد جیون ۔ سن تالیف ۱۰۷۵ ھ)

والمراد من ھذہ	اس جگہ ''محصنات'' سے مراد
المحصنات الحرائر	وہ آزاد عورتیں ہیں جو غیر
بلا تزویج ۔	شادی شدہ ہوں ۔

۱۱ ۔ فتح القدیر (امام شوکانیؒ، م ۱۲۵۵ ھ)

المحصنات : أی الحرائر	محصنات یعنی کنواری آزاد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الابکار۔ عورتیں۔

یہاں ہم نے صرف دس گیارہ قابلِ اعتماد مفسرین کی آراء درج کی ہیں اور طوالت سے بچنے کے لئے انہی پر اکتفا کرتے ہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ امت کے تمام تر مفسرین کی اس بارے میں متفقہ رائے یہی ہے کہ زیرِ بحث مقام پر "محصنات" سے صرف "کنواری آزاد عورتیں" ہی مراد ہیں۔

آیتِ جَلدُ کا حکم

لفظ "محصنات" کے مفہوم کی بحث اور اس بارے مفسرین کرام کی متفقہ رائے بیان کرنے کے بعد اب ہم سورۂ نور کی آیت جلد پر از سرِ نو غور کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ اس کا حکم کس قسم کے مرتکبینِ زنا کے لئے آیا ہے۔

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوْا	زانیہ عورت اور زانی مرد
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ	دونوں میں سے ہر ایک کو سو
جَلْدَةٍ وَّلَا تَأْخُذْكُمْ	سو کوڑے مارو اور اللہ کے
بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ	قانون کے معاملے میں قطعاً
اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ	کوئی نرمی اختیار نہ کرو اگر
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ج	تم اللہ اور آخرت کے دن پر
وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا	صحیح ایمان رکھتے ہو۔ اور ضروری
طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔	ہے کہ ان کو سزا دیتے وقت
(النور آیت ۲)	مسلمانوں کا ایک گروہ موجود رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آغازِ بحث میں ہم نے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ آیتِ جلد کا یہ حکم صرف آزاد مرد اور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے لونڈیاں اور غلام اس حکم میں داخل نہیں ۔ اس امر کی تصریح خود قرآنِ حکیم نے فرما دی ہے ۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ	جب وہ لونڈیاں قیدِ نکاح میں
اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ	آجائیں اور پھر اگر وہ بدکاری
نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ	کا ارتکاب کریں تو ان کے لئے
مِنَ الْعَذَابِ ط	اُس سزا کا نصف ہے جو
(النساء ۲۵)	"محصنات" کیلئے مقرر ہے ۔

اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ آیتِ جلد کا حکم درحقیقت حکمِ عام نہیں ہے اور آیتِ جلد کے الفاظ "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ" میں لامِ تعریف تعمیم کے لئے نہیں بلکہ تخصیص کے لئے آیا ہے کیونکہ اس سے ہر قسم کے زانی لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ لونڈیاں (اور غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ ان کی تخصیص خود قرآن نے کر دی ہے ۔ یوں آیتِ جلد کے حکم کو بالکل عام سمجھ لینا قرآن کی نصِ صریح کے خلاف ہے ۔

آیتِ جلد اور مفسرینِ کرام

اب ہم آیتِ جلد کے حکم کے بارے میں اُمتِ مسلمہ کے معتمد علیہ مفسرین کی آراء نقل کرتے ہیں ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱ ۔ تنویر المقباس من تفسیر ابن عباسؓ (ابن عباسؓ متوفی ۶۸ھ)

(اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ)	یعنی "اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ"
وھما بکران زنیا[1]	میں دونوں کنوارے قسم کے لوگ مراد ہیں جو زنا کے مرتکب ہوں ۔

۲ ۔ تفسیر طبری (ابن جریر طبری، م ۳۱۰ھ)

یقول تعالیٰ ذکرہ : من زانی من الرجال، او زنت من النساء، وھو حد بکر غیر محصن بزوج فاجلدوہ ضربا مائۃ جلدۃ	اللہ تعالیٰ نے یہاں پر جن زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کا تذکرہ کیا ہے اور اس میں جس حد کا حکم ہے وہ صرف غیر محصن کنوارے اور غیر محصنہ کنواری کے لئے ہے پس ان کو سو سو کوڑے مارے جائیں ۔

۳ ۔ تفسیر الکشاف (جاراللہ زمخشری، م ۵۲۸ھ)

وھو حکم من لیس	اس آیت کا حکم صرف کنوارے

---

[1] اَوْ یَجْعَلَ اللّٰہُ لَھُنَّ سَبِیْلًا (نساء آیت ۱۵) کی تفسیر کے تحت بھی حضرت ابن عباس کا یہ قول موجود ہے کہ "الرجم للثیب والجلد للبکر" یعنی شادی شدہ کے لئے رجم اور غیر شادی شدہ کے لئے جلد کی سزا دی جائے ۔ (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بمحصن منهم، فان	اور کنواری کے ارتکابِ زنا کے
المحصن حكمه الرجم.	لئے ہے اور شادی شدہ زانی
	کے لئے رجم کا حکم ہے۔

۴۔ احکام القرآن (ابن العربی، م ۵۴۲ھ)

قوله "فاجلدوا" جعل	جیسا کہ پہلے گزر چکا، اللہ تعالیٰ
الله كما تقدم حد	نے حدِ زنا کی دو قسمیں کر دی
الزنا قسمين رجمًا على	ہیں۔ شادی شدہ کے لئے
الثيب وجلدا على البكر	رجم اور غیر شادی شدہ کیلئے
وذلك لان قوله	سو کوڑوں کی سزا ہے۔ فرمایا
اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا	"زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں
كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا"	کو کوڑے مارو"، تو یہ حکم ہر قسم کے
عام في كل زان ثم شرحت	زانی کے لئے عام تھا۔ پھر سنت
السنة حال الثيب.	نے شادی شدہ کی الگ صورت
	واضح کی۔

۵۔ مفاتیح الغیب۔ تفسیر کبیر (امام فخر الدین رازی، م ۶۰۶ھ)

احتج الجمهور من	جمہور مجتہدین کے نزدیک زانی
المجتهدين على وجوب	محصن کے لئے رجم کی سزا مقرر
رجم المحصن لما ثبت	ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
بالتواتر انه عليه الصلاة	وسلم کے عمل سے متواتر کے ساتھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والسلام فعل ذلك، قال
ابوبكر الرازي روى
الرجم ابوبكر وعمر رض
وعلي رض وجابر بن عبد الله
وابو سعيد خدري و
ابوهريرة وبريدة الا
سلمي وزيد بن خالد
في اخرين من الصحابة
وبعض هؤلاء الرواة
روى خبر رجم ماعز و
بعضهم خبر اللخمية
والغامدية وقال عمر رض۔
"لولا ان يقول الناس
زاد عمر في كتاب الله لا
ثبته في المصحف۔ والجواب

یہی ثابت ہے۔ ابوبکر رازیؒ
نے کہا ہے کہ رجم کی احادیث
کو ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، جابر بن
عبداللہؓ، ابوسعید خدریؓ،
ابوہریرہؓ، بُریدہ اسلمیؓ اور زید
بن خالد نے روایت کیا ہے
پھر ان میں سے بعض راویوں
نے وہ احادیث روایت کی ہیں
جن میں حضرت ماعز، لخمیہ اور
غامدیہ دونوں عورتوں کے رجم
ہونے کا واقعہ بیان ہوا ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا "اگر مجھے
لوگوں کا یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ وہ
کہیں کہ "عمرؓ نے اللہ کی کتاب
میں اضافہ کیا" تو میں اس (رجم)
کو قرآن میں لکھوا دیتا۔

عما احتجوا به اولا انه
مخصوص بالجلد فان
قيل فيلزم تخصيص

جن لوگوں نے اس آیت کے
تحت یہ کہا ہے کہ اس میں صرف
کوڑوں کی سزا مذکور ہوتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

القرآن بخبر الواحد قلنا بل بالخبر المتواتر لما بينا ان الرجم منقول بالتواتر ايضًا فقد بينا فی اصول الفقہ ان تخصیص القرآن بخبر الواحد جائز۔	اگر رجم کو مانا جائے تو پھر خبر واحد سے قرآن کے حکم کی تخصیص ماننی پڑتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ رجم کی روایات متواتر ہیں۔ اس کے علاوہ اصول فقہ میں بھی ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ خبر واحد سے بھی قرآن کے حکم عام کی تخصیص ہو سکتی ہے۔

۶۔ الجامع الاحکام القرآن۔ تفسیر قرطبی (امام قرطبی، م ۶۷۱ھ)

(مِائَةَ جَلْدَةٍ) هذا حدّ الزانی الحر البالغ البکر وکذلک الزانیة البکر الحرة ... واما المحصن من الاحرار فعلیه الرجم دون الجلد۔	اس آیت میں آزاد، بالغ، کنوارے زانی کے لئے حد بیان کی گئی ہے اور اس طرح آزاد بالغہ کنواری زانیہ عورت کیلئے بھی یہی حد ہے۔ رہے آزاد محصن زانی اور محصنہ زانیہ، تو ان کے لئے رجم کی حد ہے کوڑوں کی حد نہیں ہے۔

۷۔ تفسیر مدارک (علامہ نسفی، م ۶۸۶ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وهذا حكم حر	یہ حکم اس آزاد زانی اور زانیہ کے
ليس بمحصن، اذا حكم	لئے ہے جو غیر محصن یعنی کنوارے
المحصن الرجم۔	ہوں جبکہ محصن کے لئے رجم کا حکم ہے۔

۸ - تفسیر خازن (علاؤ الدین بغدادی، م ۷۲۵ھ)

وان كان الزاني محصنًا	اور اگر زانی شادی شدہ ہو تو
فعليه الرجم۔	اس کے لئے رجم کی سزا ہے۔

۹ - تفسیر القرآن العظیم المعروف تفسیر ابن کثیر (حافظ ابن کثیرؒ م ۷۷۴ھ)

فاما اذا كان بكرا لم	جب کوئی غیر شادی شدہ کنوارا
يتزوج فان حده مائة	مرتکب زنا ہو تو آیت کے بموجب
جلدة كما في الاية	اس کی سزا سو کوڑے ہیں مگر
... فاما اذا كان محصنًا	جب کوئی شادی شدہ جس نے
وهو الذي قد وطئ	نکاح صحیح کے بعد مباشرت بھی
في نكاح صحيح وهو بالغ	کی ہو، مرتکب زنا ہو اور وہ عاقل
عاقل فانه يرجم۔	بالغ بھی ہو، تو اسے رجم کیا جائے گا۔

۱۰ - انوار التنزیل۔ تفسیر بیضاوی (قاضی بیضاوی، م ۷۹۱ھ)

وهو حكم يختص بمن	اس آیت کا حکم اس زانی کے
ليس بمحصن لما دل على	ساتھ خاص ہے جو شادی شدہ
ان حد المحصن هو الرجم۔	نہ ہو جبکہ یہ ثابت ہے کہ شادی شدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زانی کی حد رجم ہے۔

۱۱۔ جامع القرآن فی تفسیر القرآن (شیخ محمد بن عبدالرحمن الشافعی، م ۱۰۹۴ھ)

فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ..... وھذا مطلق محمول علی بعض، ھو حد بالغ عاقل ماجامع فی نکاح شرعی فان حکم من جامع فیه الرجم باحادیث الصحاح۔	اس آیت کا حکم بظاہر عام ہے لیکن اس پر قیود عائد ہیں جو یہ ہیں، حرّیت، عقل، بلوغ اور شرعی نکاح کے تحت عدم مباشرت، دوسرے قیود کے ساتھ مباشرت بھی شامل ہو تو پھر احادیث صحیحہ کی رُو سے رجم کی سزا ہے۔

۱۲۔ تفسیر جلالین (جلال الدین سیوطیؒ، م ۹۱۱ھ و جلال الدین محلی)

اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ، أی غیر المحصنین لرجمهما بالسنة۔	اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ .. یعنی غیر محصن زانی اور غیر محصنہ زانیہ کیونکہ محصن زانی اور محصنہ زانی کو سنّت کی رو سے رجم کرنے کا حکم ہے۔

۱۳۔ تفسیرات احمدیہ (ملا احمد جیون، سن تالیف ۱۰۷۵ھ)

الحکم المذکور فی الآیة وھو الجلد انما	اس آیت میں جو حکم مذکور ہوا ہے وہ کوڑوں کی سزا ہے جو صرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

هو لغير المحصن و	غیر محصن زانی کے لئے ہے اور
للمحصن الرجم ۔	محصن زانی کے لئے رجم کی
	سزا ہے ۔

١٤ - تفسیر مظہری (قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، م ١٢٢٥ھ)

اجمع عُلماء الامة على	علمائے اُمّت کا اس بات پر
ان الزانية والزاني	اجماع ہے کہ اس آیت کے
اذا كانا حُرّين عاقلين	حکم کی رُو سے آزاد، عاقل،
بالغين غير المحصنين فحدها	بالغ اور غیر محصن زانی اور غیر
ان يجلد كل واحد منهما	محصنہ زانیہ دونوں کو سَو سَو
مائة جلدة بحكم هٰذه	کوڑے مارے جائیں ۔
الآية ۔	

١٥ - فتح القدیر (امام شوکانی، م ١٩٥٠ھ)

(مِائَةَ جَلْدَةٍ)، هو حد	اس آیت میں آزاد بالغ کنوارے
الزّاني الحرّ البالغ	زانی اور کنواری زانیہ کی حد
البكر وكذلك الزانية،	بیان کی گئی ہے، مگر آزاد محصن
اما من كان محصنًا من	زانی اور آزاد محصنہ زانیہ کو
الاحرار فعليه الرجم	سنّتِ متواترہ اور اجماعِ مسلمین
بالسنة المتواترة وباجماع	کے موجب رجم کرنے کا حکم ہے۔
اهل العلم ۔	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۶ ۔ روح المعانی (علامہ محمود آلوسی، م ۱۲۷۰ھ)

... وقد اجمع الصحابة	اس امر پر صحابہ کرام رضوان اللہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہم	علیہم اجمعین، علمائے سلف و
ومن تقدم من السلف	خلف اور ائمۂ اسلام کا اجماع
وعلماء الامة وائمة	ہے کہ شادی شدہ زانی اور
المسلمین علی ان المحصن	زانیہ کو رجم کرکے ہلاک کیا جائے
یرجم بالحجارة حتی	گا، اس بارے میں خوارج کا اختلاف
یموت، وانکار الخوارج	باطل ہے کیونکہ اگر وہ اجماع
ذلك باطل لانهم ان انکروا	صحابہؓ کی حجیت کا انکار کرتے ہیں
حجة اجماع الصحابة	تو یہ جہل مرکب ہے اگر وہ محض
رضی اللہ تعالیٰ عنہم فجهل	خبرِ واحد کی حجیت سے انکار کرکے
مرکب۔ وان انکروا	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
وقوعه من رسول اللہ صلی	اس حکم کے ثبوت کا انکار کرتے
اللہ علیہ وسلم لانکارهم	ہیں تو اس ... بات کے
حجیة خبر الواحد فهو بعد	باطل ہونے کے لئے یہ دلیل کافی
بطلانه بالدلیل لیس ما	ہے کہ رجم متواتر المعنی احادیث
نحن فیه لان ثبوت الرجم	سے ثابت ہے۔
منه علیه الصلوٰة والسلام	
متواتر المعنیٰ۔	

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۷ - تفسیر مواہب الرحمٰن (سید امیر علی، م ۱۳۳۷ھ)

" اگر یہ کہا جائے کہ آیت میں زانیہ اور زانی بے شبہ عموم پر ہیں خواہ محصن ہوں یا غیر محصن ہوں تو تم نے کیوں اس پر عمل نہ کیا؟ جواب یہ ہے کہ عموم سے تخصیص واقع ہوئی ہے یعنی زانیہ باندی و زانی غلام کے واسطے سو درّے کا حکم نہیں بدلیل قطعی قولہ تعالیٰ۔

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنَاتِ مِنَ الْعَذَابِ۔ — تو ان (لونڈیوں) پر محصنات کی سزا کا نصف ہے۔

پس جب عموم نہیں رہا تو ہم نے معلوم کیا بذریعہ مشہور حدیث رجم و اجماع کے کہ زانیہ غیر محصنہ کا حکم درّے ہیں اور محصنہ کا حکم رجم ہے۔

۱۸ - تفسیر مراغی (احمد مصطفیٰ مراغی، م ۱۳۶۵ھ)

ان كان الزانيان محصنين	لیکن اگر زانی محصن ہو اور زانیہ
واستوفيا الشروط	محصنہ ہو اور ان میں درج ذیل
الآتيه وهى ان يكون	شرائط بھی پائی جائیں یعنی
بالغين عاقلين حرين	بلوغ، عقل، حریت، اسلام،
مسلمين متزوجين	نکاح صحیح کی زوجیت تو پھر
بعقد نكاح صحيح وجب	ان دونوں کے لئے رجم یعنی
رجمهما: اى رميهما	پتھر مار مار کرنے کی سزا ہے۔
بالحجارة حتى يموتا۔	

۱۹ - فی ظلال القرآن (سید قطب، م ۱۳۸۵ھ)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والجلد هو حد البكر من الرجال والنساء وهو الذي لم يحصن بالزواج ويرفع عليه متى كان مسلما بالغا عاقلا حرا۔ فاما المحصن وهو من سبق له الوطئ في نكاح صحيح وهو مسلم حر بالغ فحده الرجم وقد ثبت الرجم بالسنة وثبت الجلد بالقرآن ولما كان النص القرآني مجملا وعاما، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد رجم الزانيين المحصنين فقد تبين من هذا ان الجلد خاص لغير المحصنين۔

کوڑوں کی یہ سزا اس کنوارے مرد اور کنواری عورت کیلئے ہے جن میں نکاح کی حالت احصان نہ پائی جاتی ہو۔ اور پھر وہ مسلمان " بالغ عاقل اور آزاد رہتے ہوئے زنا کا ارتکاب کریں مگر جو محصن زانی اور محصنہ زانیہ ہو اور وہ مباشرت بھی کر چکے ہوں تو ان کے لئے رجم کی سزا مقرر ہے۔ حدِ رجم سنّت سے ثابت ہے اور کوڑوں کی حد قرآن سے ثابت ہے اور جبکہ قرآن کی نص مجمل اور عام نوعیت کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محصن اور محصنہ زانیوں کو چونکہ رجم کی سزا دی تو اس سے ظاہر ہوا کہ کوڑوں کی سزا صرف غیر محصن زانیوں کے لئے ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰ - تفہیم القرآن (ابوالاعلیٰ مودودی، م ۱۳۹۹ھ)

یہ امر کہ زنا بعدِ احصان کی سزا کیا ہے قرآن مجید نہیں بتاتا بلکہ اس کا علم ہمیں حدیث سے حاصل ہوتا ہے۔ بکثرت روایات سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف قولاً اس کی سزا رجم (سنگساری) بیان فرمائی ہے بلکہ عملاً آپ نے متعدد مقدمات میں یہی سزا نافذ بھی کی ہے۔ پھر آپ کے بعد چاروں خلفائے راشدین نے اپنے اپنے دور میں یہی سزا نافذ کی اور اس کے قانونی سزا ہونے کا بار بار اعلان کیا۔ صحابہ کرام اور تابعین تک یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ تھا۔ کسی ایک شخص کا بھی کوئی قول ایسا موجود نہیں ہے جس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکے کہ قرنِ اوّل میں کسی کو اس کے ایک ثابت شدہ حکمِ شرعی ہونے میں کوئی شک تھا۔ اس کے بعد تمام زمانوں اور ملکوں کے فقہائے اسلام اس بات پر متفق رہے ہیں کہ یہ ایک سنّت ثابتہ ہے کیونکہ اس کی صحت کے اتنے متواتر اور قوی ثبوت موجود ہیں جن کے ہوتے ہوئے کوئی صاحبِ علم اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اُمّت کی پوری تاریخ میں بجز خوارج اور بعض معتزلہ کے کسی نے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہے اور ان کے انکار کی بنیاد یہ نہیں تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حکم کے ثبوت میں وہ کسی کمزوری کی نشان دہی کر سکے ہوں بلکہ وہ اسے قرآن کے خلاف قرار دیتے تھے۔ حالانکہ یہ ان کے اپنے فہمِ قرآن کا قصور تھا۔ وہ کہتے تھے قرآن "اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِي" کے مطلق الفاظ استعمال کر کے اس کی سزا سو سو کوڑے بیان کرتا ہے لہٰذا قرآن کی رُو سے ہر قسم کے زانی اور زانیہ کی سزا یہی ہے اور اس سے زانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محصن کو الگ کرکے اس کی کوئی اور سزا تجویز کرنا قانونِ خداوندی کی خلاف ورزی ہے۔ مگر انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ قرآن کے الفاظ جو قانونی وزن رکھتے ہیں، وہی قانونی وزن انکی اس تشریح کا بھی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہو بشرطیکہ وہ آپؐ سے ثابت ہو۔

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اُمت کے تمام معتمد علیہ مفسرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ آیتِ جلد کے حکم اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد مردوں اور عورتوں کے ارتکابِ زنا پر ہوتا ہے اور اس حکم میں شادی شدہ زانی مرد اور عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کا معاملہ الگ نوعیت رکھتا ہے اور ان کے لئے رجم کی سزا مقرر کیا ہے۔

قرآنِ حکیم اور قتلِ نفس

یہ ایک مسلّمہ امر ہے کہ قرآن مجید اُصول وکلیات کی کتاب ہے اور اس میں بیشتر احکام ایسے ہیں جو مجمل طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اور ان کی تفصیل قرآن مجید میں موجود نہیں ہے۔ ایسے مجمل احکام کی تفصیل معلوم کرنے کے لئے ہمیں سُنّتِ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ تاکہ قرآن کے کسی اجمالی حکم کی تفصیلی صورت سامنے آئے اور اس پر عمل کرنا ممکن اور آسان ہو جائے۔

اس کی ایک مثال نماز ہے۔ وہ نماز جو اسلام کا ایک بنیادی رکن اور عماد الدین ہے، جو ایک مسلمان اور کافر کے درمیان عمل سرحد ہے، جس کا ادا کرنا سفر وحضر حتّٰی کہ عین میدانِ جنگ میں بھی ضروری ہے۔ لیکن سب جانتے ہیں کہ قرآنِ مجید نے اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (نماز قائم کرو) کا صرف مجمل حکم دیا ہے اور اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچ اوقات کا تعین، اس کی رکعات کی تعداد اور اس کی عملی ہیئت' ان میں سے کوئی چیز بھی قرآن میں مذکور نہیں ہوئی ہے۔ یہ ساری تفصیلات ہمیں سُنّت کے ذریعے ملتی ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اگر سنّت نے نماز پڑھنے کی تفصیل نہ بیان کی ہوتی تو کوئی شخص بھی قرآن کی مطلوبہ نماز ادا نہ کر سکتا۔

اس طرح قرآن مجید نے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا ہے جو نماز کے بعد دوسرا اہم ترین رکنِ دین ہے۔ مگر قرآن ہمیں یہ نہیں بتاتا کہ زکوٰۃ کس پر واجب ہے؟ اور کون صاحبِ نصاب ہے؟ زکوٰۃ کب اور کتنی ادا کی جائے؟ یہ ساری تفصیل ہمیں سُنّتِ مُبارکہ میں ملتی ہے جس کے بعد زکوٰۃ کے قرآنی حکم پر عمل کرنے کی صورت سامنے آتی ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کا ارشاد ہے کہ:

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ	اور کسی جان کو ناحق قتل نہ
حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔	کرو جس کا قتل کیا جانا اللہ نے
(الانعام: ۱۵۱)	حرام ٹھہرایا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں اہلِ ایمان کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ کسی جان کو ناحق قتل نہ کریں۔ البتہ اگر کوئی جان اِلَّا بِالْحَقِّ کے تحت مباح الدم ہو جائے تو اسے قتل کر سکتے ہیں۔

اس آیت میں " اِلَّا بِالْحَقِّ " کا استثنار مجمل طور پہ بیان ہوا ہے اور اس کی پوری تفصیل ہمیں قرآن مجید میں نہیں ملتی کہ کن کن صورتوں میں کون سی جان اِلَّا بِالْحَقِّ میں داخل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حدیث کی رُو سے کسی مسلمان کا خون اس وقت مباح ہو جاتا ہے جب وہ؛

۱ ۔ کسی شخص کو قتل کر دے ۔

۲ ۔ شادی شدہ ہو اور پھر ارتکاب زنا کرے ۔

۳ ۔ دینِ اسلام کو چھوڑ کر مُرتد ہو جائے ۔

اس حدیث کو امام بخاریؒ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کی روایت سے صحیح بخاری (کتاب الدیات) میں بیان کیا ہے اور سنن ابی داؤد میں حضرت عائشہؓ اور ابُو امامہ بن سہل عن عثمانؓ کی روایات میں بھی یہ حدیث موجود ہے

اب ہم سورۃ انعام کی اس آیت کے ٹکڑے اِلَّا بِالْحَقِّ کے بارے میں ان کی آراء معلوم ہو سکیں ۔

۱ ۔ تنویر المقباس من تفسیر ابنِ عباسؓ ۔

اِلَّا بِالْحَقِّ — بالعدل یعنی بالقود والرجم والارتداد ۔	اِلَّا بِالْحَقِّ کے معنی ہیں عدل و انصاف کی رُو سے، یعنی قصاص، رجم اور ارتداد کی صورتوں میں کسی جان کو قتل کیا جا سکتا ہے ۔

۲ ۔ تفسیر طبری ۔

اِلَّا بِالْحَقِّ — یعنی أباح قتلها به، من ان تقتل نفسا، فتقتل قوَدا بها، او تزنی وهی	یعنی وہ صورت جس میں کوئی جان مباح الدم قرار پاتی ہے یہ ہے کہ کوئی جان دوسری جان کو قتل کرے اور پھر قصاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محصنة، فترجم أو ترتد عن دينها الحق فتقتل، فذلك الحق الذی أباح اللہ جل ثناؤہ قتل النفس التی حرم علی المؤمنین قتلها بہ۔	کے طور پر قتل کی جائے۔ یا وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کی مرتکب ہوا در پھر اُسے رجم کر دیا جائے۔ یا وہ دین حق سے مرتد ہو جائے اور پھر مار ڈالی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمودہ یہی وہ "الحق" ہے جس کے تحت مسلمانوں کے لئے کسی جان کو قتل کرنا مباح ٹھہرتا ہے۔

۳۔ معالم التنزیل (امام بغوی، متوفی ۵۱۶ھ)

اِلَّا بِالْحَقِّ ـــ الّا بما ابیح قتلہ من ردۃ او قصاص او زنا موجب الرجم۔	الّا بالحق سے مراد وہ حقِ شرعی ہے جس کے تحت کسی شخص کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسے ارتداد، قصاص اور وہ زنا جس پر حدِ رجم ہے۔

۴۔ تفسیرِ کشّاف

اِلَّا بِالْحَقِّ ـ کالقصاص والقتل علی الردۃ والرجم۔	قصاص، مرتدین کا قتل اور رجم سب اِلَّا بالحق میں داخل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

٥. تفسیر کبیر

إِلَّا بِالْحَقِّ — ای قتل النفس المحرمہ قد یکون حقا لجرم یصدر منها۔ والحدیث أیضًا موافق لہٗ وھو قولہ علیہ السلام "لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث، کفر بعد ایمان، وزنا بعد احصان وقتل نفس بغیر نفس"۔

یعنی کسی جانِ محترم کو اس کے جُرم کی وجہ سے قتل کر دینا واجب بھی ہو جاتا ہے اور قرآن کے اس حکم کے موافق وہ حدیث ہے جس میں حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے حلال نہیں ۱۔ اگر وہ ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے یعنی مُرتد ہو جائے ۲۔ اگر وہ شادی ہو جانے کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، ۳۔ اگر وہ کسی کو ناحق قتل کر دے۔"

والقرآن دل علی سبب الرابع ———

اور قرآن نے چوتھا سبب یہ بتایا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وھو قولہٗ تعالیٰ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا ....)

میں فساد پھیلانے میں سرگرم عمل ہیں ان کی سزا بس یہ ہے کہ وہ چن چن کر قتل کر دیئے جائیں یا سولی پہ لٹکائے جائیں۔

٦۔ تفسیر قرطبی

اِلَّا بِالْحَقِّ۔ الذی یوجب قتلها ..... وقال صلی اللہ علیہ وسلم "لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث: الثیب الزانی والنفس بالنفس والتارك لدينه المفارق للجماعة.

الا بالحق یعنی جس کے تحت کوئی جان واجب القتل ہو جاتی ہے۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت ہوتا۔ یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو۔ ۲۔ یہ کہ وہ قاتل ہو۔ ۳۔ یہ کہ وہ دین کو چھوڑ کر جماعتِ مسلمین سے الگ ہو جائے۔"

٧۔ مجمع البیان فی تفسیر القرآن (شیخ ابو علی طبرسی)

الحق الذی یستباح قتل النفس المحرم قتلها ثلاثة اشیاء: القود

وہ حق جس کے تحت کسی محترم جان کا قتل مباح ہو جاتا ہے اس کی تین صورتیں ہیں قصاص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الزنا بعد احصان	حالتِ احصان کے بعد زنا کا
والکفر بعد ایمان۔	ارتکاب، ایمان لانے کے بعد
	کفر اختیار کرنا۔

۸۔ تفسیر مدارک

اِلَّا بِالحَقِّ۔ کالقصاص	قصاص، مرتدین کا قتل اور
والقتل علی الردة	(شادی شدہ زانی کیلئے) رجم،
والرجم۔	یہ سب اِلّا بالحق کے تحت آتے
	ہیں۔

۹۔ تفسیر خازن

اِلَّا بِالحَقِّ۔ وھی التی	"اِلّا بالحق" کے تحت قتل کرنا جائز
ابیح قتلھا من ردة	ہے جیسے مرتدین کو قتل کرنا، یا
او قصاص او زنا بعد	قاتل سے قصاص لینا یا زانی
احصان وھو الذی	محصن کو سنگسار کرنا حضرت
یوجب الرجم ـــ عن	(عبد اللہ) ابن مسعودؓ سے روایت
ابن مسعود قال قال	ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ	وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان
وسلم لا یحل دم امرئ	کا خون مباح نہیں، دراں حالیکہ
مسلم یشھد ان لا الٰہ	وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے
الّا اللہ وانی رسول اللہ الّا	سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باحدى ثلاث: الثيب
الزانى، والنفس بالنفس،
والتارك لدينه
المفارق للجماعة"

اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔
مگر تین صورتوں میں اس کا خون
مباح ہو جاتا ہے اولاً یہ کہ زانی
محصن ہو، ثانیاً یہ کہ وہ قاتل ہو
اور ثالثاً یہ کہ وہ دین اسلام چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے علیحدہ ہو

۱۰ - تفسیر ابن کثیر۔

فقد جاء فى الصحيحين
عن ابن مسعود رضى الله
عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وسلم
" لا يحل دم امرئ مسلم
يشهد ان لا اله الا
الله و انى رسول الله الا
باحدى ثلاث، الثيب
الزانى والنفس بالنفس
والتارك لدينه
المفارق للجماعة"...

صحیحین یعنی بخاری و مسلم میں
حضرت (عبداللہ) ابن مسعود رضی
اللہ عنہ، سے روایت ہے۔ کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا" کسی مسلمان کا خون حلال
نہیں اس حال میں کہ وہ یہ
گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا
کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں
اللہ کا برحق رسول ہوں، سوائے
تین حالتوں کے (جن میں اس کا
خون مباح ہو جاتا ہے، ۱۔ جبکہ
وہ زانی محصن ہو۔ ۲۔ جبکہ اس پر قصاص واجب ہو۔ ۳۔ جب وہ
دین اسلام کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے"۔ ....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وعن امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی الله عنه انه قال وهو محصور سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول "لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث: رجل کفر بعد اسلامه او زنی بعد احصانه او قتل نفسا بغیر نفس" فوالله ما زنیت فی جاهلیة ولا اسلام ولا تمنیت ان لی بدینی بدلا منه بعد اذ هدانی الله، ولا قتلت نفسا، فبم تقتلوننی؟

رواه الامام احمد و الترمذی والنسائی و

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے جب وہ دشمنوں کے نرغے میں تھے، کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں بغیر تین صورتوں کے اوّل یہ کہ وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔ دوم یہ کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے سوم یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر ڈالے" خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں کبھی زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور میں نے کبھی اپنا دین بدلنے کا ارادہ نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت بخشی اور نہ ہی میں نے کسی کو قتل کیا ہے پھر مجھے کس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن ماجة وقال الترمذی وھٰذا حدیث حسن۔	بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو؟ اس روایت کو امام احمدؒ، ترمذیؒ

نسائیؒ اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے اور امام ترمذیؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

۱۱۔ تفسیر بیضاوی

إِلَّا بِالْحَقِّ ـــ کالقود وقتل المرتد ورجم المحصن۔	قاتل سے قصاص لینا، مرتد کو قتل کرنا اور شادی شدہ زانی کو رجم کرنا "اِلَّا بالحق" کے تحت داخل ہے۔

۱۲۔ تفسیر جلالین

اِلَّا بِالْحَقِّ ـــ کالقود وحد الردة ورجم المحصن۔	قصاص، حدِ ارتداد اور زانیٔ محصن پر حدِ رجم اِلَّا بالحق میں شامل ہیں۔

۱۳۔ تفسیر مظہری

أی بحق یبیح قتله من ردة او قصاص او زنا بعد احصان او نقض عهد او بغی او قطع طریق۔	یعنی وہ حقِ شرعی جس کے سبب سے کسی شخص کا قتل مباح ہو جاتا ہے وہ ارتداد ہے، یا قصاص ہے، یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب ہے۔ یا اسلامی حکومت سے غیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم کی عہد شکنی ہے یا بغاوت ہے، یا رہزنی ہے۔

۱۴۔ تفسیر فتح القدیر

ومن الحق قتلها قصاصا وقتلها بسبب زنا المحصن، وقتلها بسبب الردة ونحو ذٰلك من الاسباب التی ورد الشرع بها۔

اور وہ "حق" یہ ہے: کسی کو قصاص میں قتل کرنا، کسی شادی شدہ کو زنا کے جرم میں قتل کرنا، کسی کے مرتد ہو جانے پر اسے قتل کرنا اور اسی قبیل کے وہ اسباب قتل جو شریعت میں وارد ہوئے ہیں۔

۱۵۔ تفسیر روح المعانی

وَ"بِالْحَقِّ" الذی هو أمر الشرع بقتلها وذٰلك كما روی فی الخبر بالكفر بعد الايمان والزنا بعد الاحصان وقتل النفس المعصومة۔

اور "بالحق" سے مراد وہ صورتیں ہیں جن کے تحت قتل نفس واجب ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ارتداد سے، شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرنے سے، اور کسی بے گناہ جان کو قتل کرنے سے کسی شخص کا خون مباح ہو جاتا ہے۔

۱۶۔ تفسیر مراغی

وقوله "إِلَّا بِالْحَقِّ"،

"إلا" "إِلَّا بِالْحَقِّ" کا اشارہ اس بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

إيماء إلى أن قتل النفس قد يكون لجرم يصدر منها كما جاء في الحديث "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بأمور ثلاثة: كفر بعد إيمان، وزنا بعد إحصان وقتل نفس بغير حق"۔	کی طرف ہے کہ کسی جرم کے صادر ہونے کے بعد اس مجرم جان کو قتل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "کسی مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں ہے۔ یہ کہ وہ ایمان لانے کے بعد کافر یعنی مرتد ہو جائے۔

یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر مرتکب زنا ہو۔ یہ کہ وہ کسی اور جان کو ناحق قتل کر دے"۔۔۔۔۔

والخلاصة - إن قتلها بالحق هو أمر الشارع بإباحة قتلها كقتل القاتل عمداً أو قتل الزاني المحصن۔	خلاصۂ کلام یہ ہے کہ کسی شخص کو حقِ شرعی کے تحت مباح الدم قرار دینے کے بعد قتل کر دینا شارع علیہ السلام کا حکم ہے جیسے قاتل کو قتل کرنا یا شادی شدہ زانی کو قتل کر دینا

۱۷۔ تفسیر کاشف

الأصل في قتل النفس التحريم، ولا يحل إلا	کسی جان کے قتل کے بارے میں اصل چیز حرمت ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسبب موجب، وهو واحد من أربعة: نصّت السنة النبوية على ثلاثة منها، وهي قوله (ص) "لا يحل دم امرئ مسلم إلا بإحدى ثلاث: كفر بعد إيمان وزنا بعد إحصان، وقتل نفس بغير حق"، ونص الكتاب على السبب الرابع في الآية ۳۳ من سورة المائدة:

إِنَّمَا جَزَآءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوٓا أَوْ يُصَلَّبُوٓا ....

کسی شرعی سبب کے بغیر قتلِ نفس جائز نہیں ہے۔ شرعی اسباب چار ہیں جن میں سے تین اسباب کے بارے میں سنّت کی نص موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، "کسی مسلمان کا خون سوائے تین حالتوں کے مباح نہیں ہے۔ ۱۔ یہ کہ وہ مرتد ہو جائے۔ ۲۔ یہ کہ وہ شادی شدہ ہو اور پھر زنا کا مرتکب ہو۔ ۳۔ یہ کہ وہ کسی کو ناحق قتل کر دے" اور قرآن میں سورہ مائدہ کی آیت ۳۳ کے اندر چوتھی حالت یہ بیان ہوئی ہے کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور ملک میں فساد مچاتے ہیں۔ ان کی سزا تو یہ ہے کہ وہ چن چن کر قتل کیے جائیں یا سولی پر لٹکا دیے جائیں"۔ ....

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸۔ تفسیر فی ظلال القرآن (سید قطب)

والحق الذی تؤخذ به النفس بینه اللہ فی شریعتہ ولم یترکہ للتقدیر والتأویل: فھو القصاص ..... وھو القتل فی ردۃ عن الاسلام ..... وھو القتل لحد فی زنا المحصن .... وھو القتل للافساد فی الارض، والخروج بالقوۃ تقییدا لنص ھذہ الحالۃ "اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْھِمْ

اور وہ "حق" جس کے تحت کسی کی جان لی جا سکتی ہے، اللہ تعالےٰ نے اپنی شریعت میں بیان فرما دیا ہے اور اسے لوگوں کی رائے یا قیاس پر نہیں چھوڑا ہے اور وہ قصاص ہے ....اور وہ ارتداد ہے ....اور وہ شادی شدہ زانی کی حد ہے .... اور وہ فساد فی الارض ہے اور وہ بغاوت ہے قرآن کی اس نص کے مطابق کہ "جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں ان کی سزا تو یہ ہے کہ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر قتل کر دیے جائیں یا سولی پر لٹکا دیتے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں اُلٹی ترتیب سے کاٹ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ ڈالے جائیں "......

خِلَافٍ "......

۱۹ - معارف القرآن (مفتی محمد شفیع مرحوم ۱۱ شوال ۱۳۹۶ ھ)

" یعنی جس شخص کا خون اللہ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر۔" اور اس حق کی تفصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں بیان فرمائی ہے جو بروایت عبداللہ بن مسعودؓ بخاری و مسلم نے نقل کی ہے وہ یہ کہ آپؐ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں، مگر تین چیزوں سے، ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے، دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو، اس کے قصاص میں مارا جائے، تیسرے یہ کہ اپنا دینِ حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔

حضرت عثمان غنیؓ جس وقت باغیوں کے نرغہ میں محصور تھے اور لوگ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے اس وقت بھی حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو یہ حدیث سُنا کر کہا کہ بحمد اللہ میں ان تینوں چیزوں سے ... بری ہوں، میں نے زمانۂ اسلام میں تو کیا زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی بدکاری نہیں کی، اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا، اور نہ کبھی میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ میں اپنے دینِ اسلام کو چھوڑ دوں، پھر تم مجھے کس بنا پر قتل کرتے ہو؟"

(معارف القرآن جلد ۳ ص ۴۸۶)

۲۰ - تدبرِ قرآن (مولانا امین احسن اصلاحی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ہر جان بجائے خود محترم ہے اس وجہ سے اس کی صفت اَلَّتِیْ حَرَّمَ اللہُ (جس کو اللہ نے حرام ٹھہرایا) وارد ہوئی ہے اس سے مستثنیٰ صرف وہ جان ہے جو کسی حق شرعی یا بالفاظ دیگر قانون کے تحت مباح الدم قرار پائے۔ مثلاً کسی پر قصاص عائد ہو یا وہ اللہ و رسول کے خلاف بغاوت کے لئے اُٹھ کھڑا ہو یا زنا کی اس شکل کا مرتکب ہُوا ہو جس پر رجم کی سزا ہے۔ اس قسم کے حقِ شرعی و قانونی کے بغیر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں۔" (جلد دوم ص ۵۷۷)

سُنّت اور سزائے رجم

اُب ہم تفصیل کے ساتھ ان تمام احادیثِ صحیحہ کا استقصاء کریں گے جن سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔ اس سلسلے میں ہم پہلے قول رسولؐ اور اس کے بعد فعلِ رسولؐ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۱۔ عن عائشہ رضی اللہ عنھا، قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم یشھد ان لا الٰہ الا اللہ"	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں اور یہ کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وان محمد رسول الله، الا باحدى ثلاث: رجل زنى بعد احصان فانه يرجم ورجل خرج محاربا بالله ورسوله فانه يقتل او يصلب او ينفى من الارض، او يقتل نفسا فيقتل بها۔

(ابوداؤد۔ کتاب الحدود)

محمد اللہ کے رسولؐ ہیں مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے۔ اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے بغاوت کرے تو (اس جرم کی پاداش میں) اسے قتل کیا جائے گا یا اسے پھانسی دی جائے گی یا اسے جلا وطن کر دیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی اور کو قتل کر دے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے گا۔

عن عبد الله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وانى رسول الله، الا باحدى ثلاث: النفس

حضرت عبداللہؓ (بن مسعود) سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی مسلمان کا خون مباح نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالنفس والثیب الزانی، والمارق من الدین التارك الجماعة... (صحیح بخاری، کتاب الدیات)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسولؐ ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہوگا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔

۳- عن ابی امامة بن سهل: قال: کنا مع عثمان، وهو محصور فی الدار، وکان فی الدار مدخل من دخله سمع کلام من علی البلاط، فدخله عثمان، فخرج الینا وهو متغیر لونه فقال: انهم لیتواعدوننی بالقتل آنفا،

حضرت ابوامامہ بن سہل کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے لوگ حضرت عثمانؓ کے پاس موجود تھے جب وہ اپنے گھر میں محصور تھے اور اس گھر کا ایک راستہ تھا جس کے اندر کھڑا آدمی مقام بلاط پہ کھڑے لوگوں کی بات بآسانی سن سکتا تھا۔ حضرت عثمانؓ وہاں تشریف لائے۔ انکے چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قال: قلنا يكفيكم الله يا امير المومنين ۔ . . . .

باہر نکلے اور فرمایا" ابھی یہ لوگ مجھے قتل کر دینے کی دھمکی دے رہے تھے" ہم نے عرض

قال: ولم يقتلونني؟

کیا "اے امیر المومنین! ان کے مقابل میں اللہ تعالیٰ آپ کے لئے کافی ہے" فرمایا" یہ لوگ کیوں میرے قتل کے درپے ہیں"؟

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "لا يحل دم امرئ مسلم الا باحدى ثلاث: كفر بعد اسلام او زنا بعد احصان، او قتل نفس بغير نفس، فوالله ما زنيت في جاهلية ولا في اسلام قط، ولا احببت ان لي بديني بدلا منذ هداني الله ولا قتلت نفسا، فبم يقتلونني"؟

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے اس کے کہ تین صورتوں میں سے کوئی ایک صورت واقع ہو، وہ اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرے یا شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، یا کسی کو ناحق قتل کر دے۔ خدا کی قسم! میں نہ تو جاہلیت میں زنا کا مرتکب ہوا اور نہ اسلام لانے کے بعد، دوسرے یہ کہ میں نے اپنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(سنن ابی داؤد۔ کتاب الدیات) دین بدلنا بھی پسند نہیں کیا جب سے مجھے اللہ نے ہدایت کی توفیق دی ہے۔ تیسرے یہ کہ میں نے کسی کو ناحق قتل بھی نہیں کیا، پھر یہ لوگ مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہیں؟

ان تینوں احادیث کو روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ از روئے سُنّت شادی شدہ کے لئے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

ب فعلِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۔ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال اتی رجلٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو فی المسجد فناداہ فقال یارسول اللہ! انی زنیت۔ فاعرض عنہ حتی ردد علیہ اربع مرات، فلما شھد علی نفسہ اربع شھادات۔ دعاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ اس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے آپؐ کو آواز دی اور کہا "اے اللہ کے رسولؐ! میں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے" آپؐ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی۔ اس آدمی نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"أبك جنون؟" قال "لا" قال "فهل احصنت؟" قال "نعم" فقال النبي صلى الله عليه وسلم: "اذهبوا به فارجموه" (صحيح بخاری)

آپ کو چار مرتبہ متوجہ کرنے کی کوشش کی پھر جس وقت اس نے چار دفعہ قسم کھا کر اپنے جُرم کا اقرار کر لیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بُلا کر پوچھا "کیا تو پاگل ہے؟ وہ بولا "نہیں" آپ نے پوچھا "کیا تو شادی شدہ ہے؟ جواب ملا "جی ہاں" اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا۔ "لوگو! اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔"

٥۔ عن جابر بن عبد الله الانصاری أن رجلا من أسلم أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فحدثه انه قد زنى، فشهد على نفسه اربع شهادات فامر به رسول الله صلى الله عليه وسلم فرجم وكان قد أحصن۔ (صحيح بخاری)

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی روایت ہے کہ قبیلۂ اسلم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر اس نے چار دفعہ قسم کھاتے ہوئے اپنے جُرم کا اعتراف کیا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جلانے کا حکم دیا اور پھر اسے رجم کیا گیا اور وہ شخص شادی شدہ تھا۔

۶ - عن أبي هريرة انه قال أتى رجل من المسلمين رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو في المسجد فناداه فقال يا رسول الله! اني زنيت فاعرض عنه يتنحّى تلقاء وجهه فقال له يا رسول الله! اني زنيت فاعرض عنه حتّى ثنّى ذالك عليه اربع مرات فلما شهد على نفسه اربع شهادات دعاه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أبك جنون؟ قال: "لا" قال: فهل

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ اس وقت مسجد میں تھے۔ اس شخص نے آواز دی اور کہا "اے اللہ کے رسول! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں"۔ حضورؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ کہا "اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں" آپ اس پر بھی متوجہ نہ ہوتے۔ اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی۔ پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا، "تو پاگل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احصنت؟ قال: نعم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهبوا به فارجموه۔
(صحيح مسلم، كتاب الحدود)

تو نہیں" بولا "نہیں" پھر آپ نے پوچھا "کیا تو شادی شدہ ہے"؟ وہ بولا "جی ہاں" (میں شادی شدہ ہوں) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔

٧۔ عن ابی هريرة وزيد ابن خالد الجهنی انهما قالا ان رجلا من الاعراب اتى رسول الله فقال انشدك الله الا قضيت لی بكتاب الله، فقال الخصم الآخر وهو افقه منه، نعم، فاقض بيننا بكتاب الله وائذن لی فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم، قل! قال ان ابنی كان عسيفا

حضرت ابوہریرہؓ اور زید بن خالد جہنیؓ دونوں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آکر کہنے لگا "اے اللہ کے رسولؐ! میں آپ کو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ خدا کی کتاب کے مطابق میرا فیصلہ فرما دیں اور دوسرا شخص جو پہلے سے زیادہ سمجھدار تھا کہنے لگا "مجھے اجازت دیجئے کہ میں واقعہ بیان کروں" آپ نے فرمایا "بیان کرو"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علی ھذا فزنی بامراتہٗ
وانّی اُخبرتُ ان علی
ابنی الرجم فافتدیتُ
منہ بمائۃ شاۃ و
ولیدۃ فسألت اھل
العلم فاخبرونی
انما علی ابنی جلد
مائۃ و تغریب عام
وانّ علی امرءۃِ ھذا
الرجم فقال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
والذی نفسی بیدہٖ
لاقضینّ بینکما
بکتاب اللہ، الولیدۃ
والغنم ردّ و علی
ابنک جلد مائۃ و
تغریب عام واغدُ یا
اُنیس الی امرءۃ ھٰذا۔
فان اعترفت فارجمھا،

وہ بولا، یہ میرا لڑکا اس شخص
کے ہاں مزدور تھا اور وہ
اس کی بیوی سے زنا کا مرتکب
ہوا۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے
لڑکے پر رجم کی سزا واجب
ہے تو میں نے اس کے فدیے
کے طور پر اس آدمی کو ایک
سو بکریاں اور ایک لونڈی
دی ہے۔ پھر جب میں نے
اہل علم لوگوں سے مسئلہ دریافت
کیا تو انہوں نے بتایا کہ میرے
لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب
ہے اور اس کے ساتھ ایک
سال کی جلاوطنی اور عورت
پر رجم کی سزا واجب ہے۔"
یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا وہ قسم ہے
اس ذات کی جس کے قبضہ
میں میری جان ہے، میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قال فغد اعلیها فاعترفت فامر بها رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرجمت ...... (صحیح مسلم، کتاب الحدود)

تمہارے درمیان کتاب الٰہی کے مطابق فیصلہ کرونگا۔ لونڈی اور بکریاں واپس کردی جاتی ہے۔ تمہارے لڑکے پر سو کوڑوں کی سزا واجب ہے اور ایک سال کے لئے جلاوطنی

اور اے اُنیس[1] اس عورت کے ساتھ جاؤ اگر یہ اپنے جُرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردینا۔ پھر جب وہ (صحابی) اس عورت کے ساتھ گئے تو اس نے اعترافِ جُرم کرلیا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اسے رجم کیا گیا۔

۸ عن جابر بن عبداللہ ان رجلا من اسلم جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاعترف بالزنا فاعرض عنہ ثم اعترف عنہ، حتی شہد علی نفسہ اربع

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہء اسلم کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ کے سامنے جرم زنا کا اعتراف کیا۔ آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اس نے پھر اقرار کیا۔ اور جب چار

---

[1] ایک انصاری صحابی کا نام ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شهادات فقال له النبي صلى الله عليه وسلم "أبك جنون؟" قال "لا" قال: "احصنت" قال "نعم" فقال: فأمر به النبي صلى الله عليه وسلم فرجم في المصلى، فلما اذلقته الحجارة فر، فادرك فرجم حتى مات۔
(سنن ابی داؤد، کتاب الحدود)

دفعہ قسم کھا چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا "کیا تو پاگل ہے؟" اس نے جواب دیا "نہیں" آپ نے پوچھا "کیا تو شادی شدہ ہے" وہ بولا۔ "جی ہاں" پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اسے عیدگاہ کی طرف لے گئے اور رجم کرنے لگے۔ جب اس پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ لوگوں نے تعاقب کر کے اسے پھر جا لیا اور سنگسار کر دیا۔

ان تمام احادیث کی روشنی میں یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنت نے زانیٔ محصن کے لئے رجم کی سزا مقرر کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالتِ احصان کو بھی منجملہ ان شرائط کے پیشِ نظر رکھا ہے جن کے تحقق کے بعد آپ نے حدِ رجم کا نفاذ فرمایا ہے۔ دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمۂ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ آپؐ نے ملزم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی "غنڈہ گردی" کا اثبات فرمانے کے بعد اسے غنڈہ قرار دیا ہے اور پھر اس پر رجم کی سزا نافذ کی ہو۔

اور نہ ہی ایسی کوئی حدیث ملتی ہے جسمیں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے "غنڈہ" ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر متحقق ہو جاتا ہے کہ زانیٔ محصن کے لئے حدِ رجم سُنّت کی نص سے ثابت ہے۔

فقہاء اسلام اور حدِ رجم

اب ہم فقہائے اسلام کا نقطۂ نظر معلوم کرنے کے لئے اُمت کے تمام مکاتیبِ فکر کی معتمد علیہ فقہوں کے حوالے نقل کرتے ہیں اور اس سلسلے میں بعض دوسرے مجتہدین کی آراء بھی پیش کرتے ہیں۔

۱۔ حنفیہ کی رائے۔ حنفیہ کے نزدیک زانیٔ محصن کی سزا رجم ہے۔
شمس الائمہ سرخسیؒ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

۱- فلابد للامام من ان	امام کے لئے ضروری ہے کہ
يتامل في ذلك فاذا	وہ اس بارے میں خوب غور
علم انه صحيح العقل	و تامل سے کام لے۔ جب سے
يسئل عن الاحصان	معلوم ہو کہ زنا کا ملزم صحیح
لان ما يلزمه من	العقل ہے تو پھر ملزم سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العقوبة يختلف باحصانه وعدمه احصانه، سأله عن ذلك فعسٰى يقربه ولا يطول الامر على القاضي في طلب البينة على احصانه، فاذا قال احصنت، استفسره في ذلك لان اسم الاحصان يطلق على خصال وبها لا يعرف المفسر بعضها فيسأله لهذا فاذا فسره امر برجمه.

احصان (شادی شدہ ہونے) کے بارے میں پوچھے کیونکہ حالتِ احصان کے ہونے سے سزا مختلف ہو جاتی ہے ممکن ہے اس کے بعد جلد فیصلہ ہو سکے اور قاضی کو اس بات کے ثبوت میں گواہی طلب نہ کرنی پڑے۔ پھر جب ملزم اقرار کرلے کہ وہ محصن ہے اس سے مزید پوچھا جائے کیونکہ احصان کا لفظ کئی ایک مفہوم رکھتا ہے اور بعض اوقات ملزم ان مفاہیم کو نہیں جانتا۔ اس لئے اس کی حالتِ احصان کا صحیح تعین کرنے کے بعد ہی اس کے بارے میں رجم کئے جانے کا حکم دے۔

(المبسوط، کتاب الحدود، ج ۹ ص ۹۴ طبع مصر)

ب۔ واذا وجب الحد وكان الزاني محصنا

اور جب کسی زانی محصن پر حد واجب ہو جائے تو اسے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رجمه بالحجارة حتى يموت) لانه عليه السلام. رجم ماعزًا وقد احصن وقال فى الحديث المعروف" و زنا بعد احصان" وعلى هذا اجماع الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم ۔ (الهدايه شرح هداية المبتدى، شيخ الاسلام برهان الدين مرغينانى، ج ۲ ص ۲، طبع مصر)

رجم کر دینا چاہیئے ۔ یہاں تک کہ وہ مر جائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو رجم کرایا جبکہ وہ شادی شدہ تھا مزید برآں ایک مشہور حدیث میں آپ نے شادی شدہ آدمی کو جرم زنا کے ارتکاب پر مباح الدم قرار دیا ہے ۔ اور اسی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع ہے ۔

۲ ۔ مالکیہ کی رائے ۔

والثيب حده الرجم بغير جلد والبكر حده الجلد بغير رجم ۔ (المدونة الكبرىٰ ج ۴)

شادی شدہ زانی کی حد رجم ہے بغیر کوڑوں کے غیر شادی شدہ زانی کی حد کوڑے ہیں بغیر رجم کے ۔

۳ ۔ شافعیہ کی رائے ۔

وحد المحصن والمحصنة ان يرجما بالحجارة حتى

شادی شدہ زانی اور شادی شدہ زانیہ کی حد شرعی یہ ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ۔ کہ دونوں کو سنگسار کردیا جائے۔

(امام شافعی۔ کتاب الام، کتاب الحدود ج ۶ ص ۱۵۴)

۴ ۔ حنابلہ کی رائے ۔

ان الرجم لا یجب الا علی المحصن باجماع اهل العلم وفی حدیث عمر: انّ الرجم حق علی من زنا وقد احصن وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم "لا یحل دم امرئ مسلم الا باحدی ثلاث ذکر منها" او زنا بعد احصان"

(المغنی، ابن قدامہ، جلد ۹، مطبوعہ قاہرہ)

اہلِ علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ رجم کی حد صرف شادی شدہ زانی کے لئے ہے۔ حضرتؓ عمرؓ کا فرمان ہے "رجم حد شرعی ہے اس زانی کے لئے جو شادی شدہ ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا خون بغیر تین صورتوں کے مباح نہیں اور ان میں آپ نے ایک صورت یہ فرمائی کہ وہ شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کا ارتکاب کرنا"

۵ ۔ ائمہ مجتہدین کی متفقہ رائے اور اجماعِ امت ۔

۱ ۔ فان الثیب الاحرار المحصنون فان المسلمین اجمعوا علی ان حدهم

رہے آزاد شادی شدہ زانی تو اس بارے میں اجماعِ اُمت یہی ہے کہ ان کے لئے رجم کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الرجم الا فرقة من اهل الاهواء فانهم رأوا ان حد كل زان الجلد وانما صار الجمهور للرجم لثبوت احاديث الرجم فخصصوا الكتاب بالسنة اعنى قوله تعالى (الزانية والزانی) الاية (بداية المجتهد از ابن رشد ج۲ ص ۴۲۶ طبع مصر)	حد واجب ہے سوائے ایک گروہ کے جو ہوائے نفس کا پیرکار تھا اس نے گمان کیا ہے کہ ہر قسم کے زانی کے لئے صرف کوڑوں کی سزا ہے۔ مگر جمہور علماء نے احادیثِ رجم کی بنا پر رجم کو حد تسلیم کیا ہے اور سنّت کے ذریعے قرآن کی آیتِ جلد کے حکم میں تخصیص مانی ہے۔
ب : اتفق الائمة على ان من كملت فيه شروط الاحصان ثم زنا بامرأة قد كملت فيها شروط الاحصان بان كانت حرة بالغة عاقلة مدخولا بها فی نكاح صحيح وهی مسلمة — فهما زانيان محصنان يجب	ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص میں احصان کی سب شرطیں پائی جائیں اور پھر وہ کسی ایسی عورت سے زنا کا مرتکب ہو جس میں بھی احصان کی تمام شرائط موجود ہوں یعنی وہ آزاد بالغہ عاقلہ ہو اور نکاحِ صحیح کے بعد مدخولہ ہو چکی ہو اور مسلمان بھی ہو — تو ایسے محصن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

على كل واحد منها الرجم حتی یموت۔	زانی اور محصنہ زانیہ میں سے ہر ایک کو رجم کرنا واجب ہے

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ از عبدالرحمٰن جزیری، جلد پنجم، کتاب الحدود)

ج۔ اجمع العلماء وجوب جلد الزانی البکر مائة ورجم المحصن وهو الثیب (شرح صحیح مسلم از امام نوویؒ، جلد دوم)	علمائے اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ کنوارے زانی پر سَو کوڑے اور شادی شدہ زانی پر حدِ رجم واجب ہے۔

۶۔ فقہ جعفریہ

ا۔ عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال: الرجم حد اللہ الاکبر والجلد حد اللہ الاصغر فاذا زنی الرجل المحصن یرجم ولم یجلد۔ (الفروع من الکافی از ابوجعفر محمد بن یعقوب الکلینی، م ۳۲۸ھ کتاب الحدود جلد ۷، ص ۱۷۷)	حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حدِ رجم اللہ کی سب سے بڑی حدِ شرعی ہے اور کوڑوں کی سزا اس سے کمتر ہے۔ اگر کوئی شادی شدہ مرتکب زنا ہو تو اسے کوڑے مارنے کی بجائے رجم کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ب : عن ابی عبد اللہ علیہ السّلام قال : الحرّ و الحرّة اذا زنیا جلد کل واحد منهما مائة جلدة فاما المحصن والمحصنة فعلیهما الرجم۔	حضرت ابو عبداللہ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: آزاد غیر شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارے جائیں مگر شادی شدہ زانی اور زانیہ کے لئے رجم واجب ہے۔ (حوالۂ مذکور)
ج ۔ و أما الرجم فیجب علی المحصن اذا زنی ببالغة عاقلة۔	رجم کی سزا ایسے شادی شدہ پر واجب ہوتی ہے جو کسی بالغہ اور عاقلہ عورت سے زنا کا مرتکب ہو۔
(شرائع الاسلام" از جعفر بن ابی زکریا۔ متوفی ۶۷۶ھ ۔ جلد ۲ ص ۲۴۵)	

۷ ۔ فقہ ظاہریہ

حد الحرّ و الحرّة المحصنین قالت طائفة : الحرّ و الحرّة اذا زنیا وهما محصنان فانهما	یعنی آزاد شادی شدہ زانیوں کی حد کے بارے میں ایک گروہ نے کہا ہے کہ "آزاد شادی شدہ زانی مرد اور زانیہ عورت کو رجم

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يرجمان حتى يموتا، وقالت طائفة: يجلد ان مائة ثم يرجمان حتى يموتا، . . . فاما الازارقة فليسوا من فرق الاسلام لانهم الذين اخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم عنهم بانهم يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية، فانهم قالوا لا رجم أصلاً وانما هو الجلد فقط.

کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔" دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ پہلے ان کو سو کوڑے مارے جائیں اور پھر رجم کیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائیں . . . جہاں تک ازارقہ (خوارج کا ایک گروہ) کا تعلق ہے وہ فرقہ اسلام نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ لوگ دین سے ایسے نکل گئے ہیں: جیسے تیر شکار کئے ہوئے جانور سے پار نکل جاتا ہے۔

ان لوگوں کی رائے یہ تھی کہ اس باب میں رجم کی کوئی سزا نہیں ہے بلکہ صرف کوڑے مارنے کی سزا ہے۔

(المحلّٰی از ابن حزم ظاہری، کتاب الحدود، جلد ۱۱، ص ۲۳۱ تا ۲۳۳)

۸ - امام شاطبیؒ کی رائے۔

من زعم ان قوله تعالی انی

جو کوئی یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاماء (فان أتين
بفاحشة فعليهن
نصف ما على المحصنات
من العذاب) لا يعقل
ماجاء في الحديث أن
النبي صلى الله عليه
وسلم رجم رجمت الائمة
بعده لانه يقتضي ان
الرجم ينتصف وهذا
غير معقول فكيف يكون
نصفه على الاماء ؟
ذهابا منهم الى ان
المحصنات هن ذوات
الازواج ، وليس كذلك
بل المحصنات هنا المراد
بهن الحرائر بدليل قوله
اول الآية : ومن لم
يستطع منكم طولا
أن ينكح المحصنات

تو لونڈیوں کے بارے میں فرمایا
ہے کہ "پھر اگر وہ بدکاری کا
ارتکاب کریں تو ان پر محصنات
کے مقابل میں آدھی سزا واجب
ہے"۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اور خلفاء راشدین نے کو رجم کی
سزا دی ہے جبکہ رجم کا نصف
ممکن نہیں تو پھر قرآن و حدیث
میں تطبیق کی کیا صورت ہے؟
اور لونڈیوں کے لئے نصف
سزا کیا ہو گی ؟ ایسے شخص نے
قرآن کے اس مقام پر محصنات
کے معنی شادی شدہ عورت
کے لئے ہیں، حالانکہ یہاں یہ
معنی لینا صحیح نہیں۔ بلکہ اس
جگہ محصنات سے آزاد غیر شادی
شدہ عورتیں مراد ہیں۔ اس کی
دلیل خود اسی آیت کے آغاز
میں موجود ہے کہ "جو تم میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المُؤمِنٰاتِ فَمِن مَّامَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِنْ فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ" وليس المراد هنا الا الحرائر، لان ذوات الازواج لا تنكح۔	محصنات مومنات یعنی آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ ان مومنہ کنیزوں سے جو تمہارے قبضے میں ہوں، نکاح کرلے"۔ اس مقام پر محصنات سے صرف آزاد کنواری عورتیں مراد ہیں کیونکہ شادی شدہ عورتوں سے تو نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے۔
(الاعتصام، امام شاطبی، ج ۲ ص ۳۱۵، ۳۱۶)	

ان حوالوں کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچ جاتی ہے کہ شادی شدہ زانی کے لئے حدِ رجم واجب ہونے پر اُمّت کے تمام فقہاء کرام کا اجماع ہے اور سب نے اسے سُنّت کی نصِ صریح قرار دیا ہے جس میں قیاس و اجتہاد کو کوئی دخل نہیں۔

حدِ رجم کا اثبات

گذشتہ صفحات میں ہم نے ان امور کا تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے جن کی رُو سے اسلامی شریعت میں زانی محصن پر حدِ رجم واجب ہوئی ہے۔ اب اس ساری بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم اپنے دلائل کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

۱ - قرآن مجید کی سُورہ نور میں جرمِ زنا کی سزا کے بارے میں جو حکم آیا ہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل کوئی "حکمِ عام" نہیں ہے جس میں ہر قسم کا مرتکب زنا شامل ہو بلکہ اس حکم کا اطلاق صرف آزاد زانیوں پر ہوتا ہے جبکہ لونڈیوں (اور ان کے ساتھ غلاموں) کے ارتکابِ زنا پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ خود قرآن نے اسی جُرمِ زنا پر اُن کے لئے پچاس کوڑوں کی حد بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا بالکل غلط ہے کہ آیتِ جلد کا حکم ہر قسم کے زانیوں کے لئے عام ہے کیونکہ اس سے قرآن کی ایک نصِ صریح کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

۲۔ قرآن کی آیتِ جلد کا مفہوم و مدعا صرف وہی معتبر ہو سکتا ہے جو صاحبِ وحی رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے ثابت ہو۔ اس لئے کہ رسولؐ کو ازروئے قرآن کی یہ حیثیت حاصل ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ کا ٹھیک مدعا و منشاء ان کی صحیح تعبیر اور ان کا عملی انطباق (PRACTICAL APPLICATION) واضح کریں۔

۳۔ روایاتِ صحیحہ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کی بیان کردہ کوڑوں کی سزا صرف غیر شادی شدہ زانیوں کو دی ہے اور آپؐ نے شادی شدہ زانیوں پر قرآن کے اس حکم کا اطلاق نہیں کیا بلکہ ان کو الگ سے رجم کی سزا دی ہے۔ اس سلسلے میں حضورؐ ہر مقدمۂ زنا میں ملزم کے بارے میں یہ امر بالخصوص دریافت فرما لیتے کہ آیا وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ؟ پھر ثبوتِ جرم پر پہلی صورت میں آپؐ سو کوڑوں کی حد نافذ کرتے اور دوسری صورت میں مجرم پر رجم کی حد جاری فرماتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۴ - جس طرح ایک مسلمان پر کتاب اللہ کی اطاعت واجب ہے بالکل اسی طرح اس پر رسولؐ کی اطاعت بھی واجب ہے اور آج سُنّت چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قائم مقام ہے اس لئے اس کی اطاعت بھی ہر مسلمان پر واجب ہے۔

۵ - خلفائے راشدین کے دَور میں بھی شادی شدہ زانی کے لئے حدِ رجم نافذ تھی اور اس دَور میں اسے ایک "سنّتِ ثابتہ" کی حیثیت حاصل تھی۔ پھر اس امر کے تاریخی شواہد بھی موجود ہیں کہ خلافتِ راشدہ کے دَورِ مُبارک کے بعد بھی مسلمان حکمرانوں نے۔ جن میں عمر بن عبدالعزیزؒ بھی شامل ہیں زانی محصن پر حدِ رجم نافذ کی۔

۶ - اُمّتِ مسلمہ کے ہر دور کے فقہاء و مجتہدین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سنّت کی رُو سے زانی محصن پر حدِ رجم واجب ہے۔ اس بات کے ثبوت میں انہوں نے درجِ ذیل امور پیشِ نظر رکھے ہیں۔

ا - قرآنِ حکیم کی آیتِ جلد کا حکم کوئی "حکمِ عام" نہیں ہے جس سے ہر قسم کے زانی مراد لے لیے جائیں اس لئے کہ خود قرآن نے زانیہ لونڈیوں کے لئے پچاس کوڑوں کی سزا مقرر کی ہے۔ اگر یہ "حکمِ عام" ہوتا تو اسی جرم کے دوسرے مرتکبین کے الگ سزا کیوں مقرر کی جاتی۔

ب - آیتِ جلد کے حکم کو اگر بالفرض "حکمِ عام" بھی مان لیا جائے جب بھی سُنّت (خبرِ متواتر یا مشہور) کے ذریعے قرآن کے کسی "حکمِ عام"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں تخصیص ہوسکتی ہے اور سنت نے چونکہ اس قرآنی حکم میں آزاد زانی محصن کی تخصیص کردی ہے لہٰذا اس حکم کا اطلاق آزاد محصن زانی پر نہیں کیا جائے گا بلکہ اُس پر از رُوئے سنت رجم کی حد واجب ہوگی۔

ج۔ آیت جلد کے حکم کو اگر "مطلق حکم" بھی مانا جائے جب بھی اس میں سنّت (خبر متواتر یا مشہور) کے ذریعے تقیید یا تحدید ہوسکتی ہے بلکہ اُسی طرح جس طرح آیتِ سرقہ (المائدہ ۳۸) کے بظاہر مطلق حکم میں سنّت نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ ایک خاص نصاب سے کم مالیّت اور غیر محفوظ مال کی چوری پر اس کا اطلاق نہیں کیا۔ بعینہٖ اس آیتِ جلد میں بھی سنّت (خبر متواتر یا مشہور) نے یہ تقیید و تحدید کی ہے کہ آزاد زانی محصن پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ صرف غیر محصن زانی پر اسکا اطلاق ہوتا

۷۔ مِلّتِ اسلامیہ کے تقریبًا تمام مفسرینِ کرام بھی اس بات پر متفق ہیں کہ سُورہ نور کی آیتِ جلد کا حکم صرف آزاد غیر شادی شدہ کنوارے اور کنواریوں کے ارتکابِ زنا کے بارے میں آیا ہے اور آیت کے الفاظ "اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي" میں لامِ تعریف تعمیم کیلئے نہیں بلکہ تخصیص کے لئے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ سزا ہر قسم کے زانیوں کے لئے نہیں ہے اپنی اس بات کے ثبوت میں انہوں نے مندرجہ ذیل دلائل دیتے ہیں۔

ا۔ قرآن مجید نے اپنے ایک اور مقام پر فرمایا ہے۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ	پھر اگر وہ قیدِ نکاح میں آجانے کے بعد بدکاری کا ارتکاب کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نِصۡفُ مَا عَلَى الۡمُحۡصَنٰتِ مِنَ الۡعَذَابِ ۔ (النساء ۲۵)

توجو سزا "محصنات" کے لئے مقرر ہے، اس کی نصف سزا ان (لونڈیوں) پر ہوگی ۔

اور "القرآن یفسر بعضہ بعضا" کے اصول تفسیر کے مطابق آیت جلد کی سزا کو محصنات کی سزا قرار دیا ہے اور سیاق وسباق کا واضح قرینہ اس بات پر شاہد ہے کہ اس سے "آزاد غیر شادی شدہ عورتیں" مراد ہیں کیوں کہ ابتدائے آیت میں یہ لفظ ان آزاد عورتوں کے لئے استعمال ہوا ہے جن سے نکاح ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہاں شادی شدہ عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں اس لئے کہ ان سے نکاح کرنا از روئے قرآن حرام ہے ۔ محصنات پر پوری بحث باب ۲ میں گزر چکی ہے ۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آیت جلد کا حکم صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لئے ہے ۔

ب ۔ قرآن مجید کی وہی تفسیر معتبر ہو سکتی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہؤا ور آپ کی سنت ثابتہ یہ ہے کہ آپؐ نے آیت جلد کے حکم کا اطلاق صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں پر کیا ہے اور ان پر سو کوڑوں کی حد جاری فرمائی ہے ۔ باقی رہے شادی شدہ آزاد زانی، تو ان کو آپؐ نے ہمیشہ رجم کی سزا دی ہے ۔

ج ۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے ۔

وَلَا تَقۡتُلُوا النَّفۡسَ — اور کسی جان کو ناحق قتل نہ کرو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۔ جس کا قتل کیا جانا اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے۔

(الانعام ۱۵۱)

اور "اِلَّا بالحق" کی تفسیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ معروف حدیث ملتی ہے جو حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت عثمانؓ سے مروی ہے اور جس میں منجملہ قاتل اور مُرتد کے شادی شدہ زانی کو بھی مُباح الدم قرار دیا گیا ہے۔ جس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آیتِ جلد کا حکم شادی شدہ آزاد زانی کے بارے میں نہیں ہے بلکہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانی کے ساتھ خاص ہے۔

۸۔ سلف سے لے کر خلف تک تمام علمائے اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ سنّت کے حکم رُو سے ہر شادی شدہ آزاد زانی پر حدِ رجم واجب ہے اور قرآن مجید میں جرمِ زنا پر جو سو کوڑوں کی سزا وارد ہوتی ہے وہ صرف غیر شادی شدہ آزاد زانیوں کے لئے خاص ہے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ اسلامی قانون میں زانیٔ محصن کے لئے رجم کی سزا مقرر ہے اور اس امر کی تائید میں قرآن مجید کے قرائن و شواہد ملتے ہیں، اس کے ثبوت میں سنّت نبویّہ کے نصوص موجود ہیں، اس کی حمایت میں صحابہ کرامؓ کا تعامل شامل ہیں، اس پر ائمۂ مجتہدین متفق ہیں، اس کے بارے میں امّت کے فقہاء، محدثین اور مفسّرین کے درمیان اتفاقِ رائے پایا جاتا ہے اور اس پر قرنِ اوّل سے لے کر آج تک ہر دَور کے تمام مکاتبِ فکر کے علمائے کرام کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجماع منعقد ہو چکا ہے ۔ لہٰذا ایسے منصوص اور اجماعی معاملے میں اختلافِ رائے کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص محض "ذوقِ اختلاف" اور "شوقِ اجتہاد" میں اس متفق علیہ چیز کا انکار کرتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں قرآنِ حکیم کا ارشاد یہ ہے کہ :

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ	جو شخص ہدایت واضح ہو جانے
مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ	کے بعد رسول ؐ کی مخالفت
لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ	کرے اور مسلمانوں کی راہ کے
غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ	سوا کسی اور راہ پہ چلے تو ایسے
نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ	شخص کو ہم اُسی طرف پھیر
نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَ	دیں گے جس طرف وہ پھرنا
سَآءَتْ مَصِيْرًا ۔	چاہتا ہے اور بالآخر اسے
	واصلِ جہنم کریں گے جو ایک
(سورہ النساء ۱۱۵)	بُرا ٹھکانہ ہے[1]

---

[1] اس موضوع پر مفصل بحث کے لئے میری کتاب "حدِ رجم" دیکھ لی جائے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

قتلِ خطا میں عورت کی دِیت

موجودہ حکومت کی جانب سے " نفاذِ اسلام " کی کوششوں نے
ہمارے ملک کے علمی، قانونی اور دینی حلقوں میں جن نئی بحثوں کو جنم دیا
ہے ان میں ایک بحث یہ ہے کہ قتلِ خطاء کی صورت میں از روئے شریعت
کیا عورت کی دیت بھی مرد کی دیت کے برابر ہے یا اُسکا نصف ہے ؟

اگرچہ ہم اُصولی طور پر" نفاذِ اسلام " کے موجودہ طریقِ کار سے قطعاً
متفق نہیں ہیں ۔ اس لئے کہ ہمارے نزدیک محض جزوی اور تدریجی
قانون سازی کے ذریعے " نفاذِ اسلام " کا موجودہ طریقِ کار کسی درخت
کی جڑ اور تنے کی خرابیوں سے صرفِ نظر کرکے محض اس کی شاخوں اور
پتّوں کی اصلاح کا طریقِ کار ہے ۔

تاہم جہاں تک عورت کی دیت کے زیرِ بحث مسئلے کا تعلق ہے
اس بارے میں ہم خالص شرعی نقطۂ نظر سے غور کریں گے ۔

لیکن آغازِ بحث سے پہلے بطور تمہید ہم یہ عرض کردیں گے کہ زیرِ بحث
مسئلہ قتلِ خطاء میں عورت کی دیت کا مسئلہ ہے اور قتلِ عمد اس سے الگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ایک بالکل مختلف مسئلہ ہے اور ان دونوں کو غلطی سے ایک سمجھ کر غلط مبحث پیدا نہیں کرنا چاہیئے۔

قرآن و سنت کی بنیاد پر قتلِ عمد اور قتلِ خطاء میں درج ذیل فرق ہے:

۱۔ قتلِ عمد میں قاتل سے قصاص لینا واجب ہے اِلاّ یہ کہ مقتول کے ورثاء قصاص نہ لینا چاہیں اور کچھ معاوضہ یا دیت لے کر یا بغیر کچھ معاوضہ لئے قاتل کو معاف کر دیں۔

۲۔ اس میں معاوضہ یا دیت کا ادا کرنا قاتل کی ذمہ داری ہے۔ اس کی عاقلہ (خاندان یا ادارے) پر اس کی ادائیگی لازم نہیں ہے۔

۳۔ اس میں اصل چیز معاوضہ یا دیت نہیں ہے بلکہ قصاص اصل چیز ہے۔

۴۔ اس میں دیت کی مقدار معیّن نہیں ہے۔

اس کے برعکس قتلِ خطاء میں:

۱۔ قاتل سے قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ صرف دیت لی جا سکتی ہے۔

۲۔ اس میں دیت کی ادائیگی قاتل پر نہیں بلکہ اس کی عاقلہ (خاندان یا ادارے) پر لازم ہے۔

۳۔ اس میں اصل چیز دیت ہے، قصاص لینا جائز نہیں ہے۔

۴۔ اس میں دیت کی مقدار از روئے سُنّت معیّن ہے۔

عموماً ہمارے ہاں اکثر لوگ قتلِ عمد اور قتلِ خطاء کی اِن دو مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورتوں کو ایک سمجھتے ہوئے بحث کرتے ہیں اور خود ایک غلط بات کرتے اور دوسروں کو غلط سمجھاتے ہیں۔ ضلوا واضلوا۔

اس جگہ پر یہ سوال نہایت اہم ہے کہ "کیا دیت کسی جان کی قیمت ہوتی ہے؟" اس کا جواب یہ ہے کہ "ہرگز نہیں"۔ اوّل تو جان ایک ایسی چیز ہے جس کی کوئی قیمت لگانا اس کی سخت ناقدری کرنا ہے۔ بفرضِ محال اگر ایسا ہوتا تو پھر اسلام میں:

۱۔ قتلِ عمد اور قتلِ خطاء میں کوئی فرق نہ ہوتا کیونکہ ایک مسلمان کی جان کا نقصان دونوں جگہ یکساں طور پر ہوتا ہے۔

۲۔ ہر جان کی ایک مقررہ قیمت طے ہوتی جو ہر قسم کے قتل کی صورت میں واجب الادا ہوتی جبکہ ایسا واقع میں ہرگز نہیں ہے۔

۳۔ جنین (وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو) اور عام آدمی کی دیت میں تفریق نہ ہوتی۔ جبکہ از روئے سُنّت جنین کے قتلِ خطاء میں دیت کا نصاب صرف ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا ہے اور سَو اُونٹ وغیرہ نہیں ہے۔

۴۔ کسی کافر یا اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) اور عام مسلمان کی دیت قتلِ خطاء میں بھی کوئی فرق نہ ہوتا۔ مگر احادیثِ صحیحہ میں ان دونوں کی دیتوں میں واضح فرق موجود ہے۔

قرآن اور مسئلہ دیت

جہاں تک قرآن حکیم میں قتلِ خطاء کی دیت کا تعلق ہے تو اس کے واجب ہونے کا ثبوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درج ذیل آیت میں ملتا ہے :

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ	کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے
يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً	کہ دوسرے مومن کو قتل کرے
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً	اِلّا یہ کہ اس سے چوک ہو
فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ	جائے ۔ اور جو شخص کسی مومن
وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ	کو غلطی سے قتل کر دے تو
أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَّصَّدَّقُوا	اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک
(النساء آیت ۹۲)	مومن کو غلامی سے آزاد کر

دے اور مقتول کے وارثوں کو دیت دی جائے اِلّا یہ کہ وہ دیت معاف کر دیں ۔

اس آیت میں مقتول کے لئے "مُؤْمِنًا" کا لفظ آیا ہے جس کے معنی عربی زبان میں "مومن مرد" کے ہیں اور مومن عورت کے لئے عربی زبان میں مُؤْمِنَةٌ کا لفظ آتا ہے جو یہاں مذکور نہیں ہے ۔ لہٰذا مفسرین کرام اور فقہاء اسلام نے اس جگہ بغیر کسی معنوی تاویل کے صرف "مسلمان مرد" مراد لیا ہے اور آیت کے الفاظ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ (اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کی جائے) سے دیت کی ادائیگی کے واجب ہونے کو قرآنی حکم قرار دیا ہے ۔ لیکن دیت کی مقدار کا تعین اس آیت میں نہیں کیا گیا ۔ مقدارِ دیت ہمیں صحیح احادیث سے ملتی ہے ۔

جیسا کہ ابوبکر جصاص نے "احکام القرآن" میں لکھا ہے کہ :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لمّا لم یکن مقدار الدیۃ مبینا فی الکتاب کان فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ذلک وارد مورد البیان وفعلہ صلّی اللہ علیہ وسلم اذا ورد مورد البیان فھو علی الوجوب (ج ۲ - ص ۲۳۹)

چونکہ الکتاب یعنی قرآن میں دیت کی مقدار بیان نہیں ہوتی ہے - اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے اس بارے میں وضاحت مل جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کی وضاحت سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ آیت میں صرف دیت کا واجب ہونا مراد ہے

اس بارے میں قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ بھی اپنی مشہور تفسیر "تفسیر مظہری" میں لکھتے ہیں:

"دیت کی مقدار مجمل ہے اور کس پر دیت واجب ہے، اس کا بیان بھی آیت میں نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان فرما دیا ہے۔ (تفسیر مظہری، ج ۳، ص ۲۰۱، مطبوعہ دہلی)

پھر لفظ "دِیَۃٌ" پر بحث کرتے ہوئے امام جصاص فرماتے ہیں:

ان دیۃ المرأۃ لا یطلق علیھا اسم الدیۃ وانما یتناولھا الاسم مقیدا الا تری انہٗ

"در حقیقت عورت کی دیت پر لفظ دیت کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ عورت کیلئے اس لفظ کا محدود مفہوم مراد ہوتا ہے جیساکہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یقال دیۃ المرأۃ نصف	کہا جاتا ہے عورت کی دیت
الدیۃ واطلاق	آدھی دیت ہے دراصل لفظ
اسم الدیۃ انما	دیت کا عام استعمال صرف
یقع علی المتعارف	پوری دیت کا مفہوم لئے
المعتاد وھو کما	ہوتا ہے۔"

لہا (احکام القرآن ج ۲، ص ۲۳۹)

گویا امام جصاص کے نزدیک آیت زیر بحث میں صرف مسلمان مرد کی دیت مراد ہے عورت یا اس کی دیت سرے سے مذکور ہی نہیں ہے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ چونکہ عربی زبان میں عام طور پر مذکر کے صیغے میں مؤنث بھی تغلیباً شامل ہوتی ہے لہٰذا آیتِ مذکورہ میں مُؤمِنًا کے لفظ میں عورت بھی داخل ہے۔ اس لئے جو دیت از روئے حدیث مقتول مسلمان مرد کی ہے وہی عورت کی بھی ہے۔ اور مقدارِ دیت کے لحاظ سے مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ "تغلیب" کا قاعدہ عربی زبان کا کوئی ایسا قطعی اصول نہیں ہے جس کی بنا پر ہر جگہ مذکر کے صیغے میں مؤنث کو شامل سمجھا جائے۔ خود قرآن حکیم میں بھی بہت سے ایسے نظائر ملتے ہیں جہاں قاعدۂ تغلیب باطل ہے اور مذکر کا صیغہ صرف مذکر ہی کے لئے آیا ہے۔ اس میں مؤنث ہرگز شامل نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مثال کے طور پر سورۃ نور کی آیت ۳۰ میں ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا	اے نبی! مومن مردوں سے
مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا	کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں
فُرُوْجَهُمْ۔	اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت
	کریں۔

اس جگہ المؤمنین مذکر کا صیغہ ہے اور اس میں مؤنث داخل نہیں ہے۔ گویا مومنین سے مراد صرف "مرد مسلمان" ہیں اور عورتیں ان میں شامل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ بعد کی آیت ۳۱ میں یہی حکم مومنات (مسلمان عورتوں) کو دیا گیا ہے۔

۲۔ سورۂ انفال آیت ۶۵ میں ہے کہ

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ	اے نبیؐ! مومنوں کو جنگ
الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى	پر ابھارو۔
الْقِتَالِ ط	

سب جانتے ہیں کہ جنگ و قتال کرنا صرف مردوں پر فرض ہے، عورتوں پر فرض نہیں ہے اس لئے آیت میں مومنین کے لفظ میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

۳۔ سورہ جمعہ آیت ۹ میں ہے کہ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ	اے لوگو جو ایمان لاتے ہو،
اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ	جب پکارا جاتے نماز کیلئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ	جمعہ کے دن تو اللہ کے ذکر
فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ	کی طرف دوڑو اور خرید و
اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ	فروخت چھوڑ دو۔

اس آیت میں یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (اے مومنو) اور پھر فَاسْعَوْا (پس دوڑو) دونوں کا خطاب مذکر کے صیغوں میں ہے مگر ان میں مؤنث شامل نہیں ہیں کیونکہ نماز جمعہ کی فرضیت صرف مردوں کے لئے ہے عورتوں کے لئے نہیں ہے۔ لہذا یہاں پر یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اور فَاسْعَوْا کے مخاطب مردوں میں عورتیں شامل نہیں ہیں۔

۴۔ سورۃ احزاب آیت ۵۰ میں ہے۔

وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً	اور وہ مومن عورت جس نے
اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا	اپنے آپ کو نبیؐ کے لئے ہبہ
لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ	کیا ہو اگر نبی اسے نکاح
اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً	لینا چاہے، یہ رعایت خَالِصَةً
لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	تمہارے لئے ہے۔ دوسرے
	مومنوں کے لئے نہیں ہے۔

اس آیت میں بھی مومنین کے مذکر صیغے میں مؤنث شامل نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہاں پر صرف عام مردوں کا ذکر ہو رہا ہے جن کے لئے تحدید نکاح کرنے کا حکم موجود ہے اور اس عام حکم کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے اس بارے میں خصوصی اجازت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا اس آیت میں ذکر ہو رہا ہے ۔ لہٰذا یہاں پر لفظ مومنین صرف مرد مسلمانوں کے لئے آیا ہے اور اس میں عورتیں شامل نہیں ہیں ۔

۵ ۔ سورۂ احزاب آیت ۳۶ میں ہے کہ

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ	کسی مومن مرد اور مومن عورت
وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ	کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ
وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ	اور اس کا رسولؐ کسی معاملے
يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ	کا فیصلہ کر دیں تو پھر اسے
مِنْ أَمْرِهِمْ ط	اپنے اس معاملے میں خود فیصلہ
	کرنے کا اختیار حاصل رہے ۔

اس آیت میں بھی لفظ مومن سے مراد صرف مرد مسلمان ہے اور اس میں مسلمان عورت شامل نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے الگ سے مُؤْمِنَةٍ کا لفظ آیا ہے ۔

۶ ۔ سورۂ توبہ آیت ۷۱ میں ہے کہ

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ	مومن مرد اور مومن عورتیں
بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۔	ایک دوسرے کے رفیق ہیں ۔

۷ ۔ سورۂ بقرہ آیت ۱۲۸ میں ہے کہ

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ	اے ہمارے پروردگار ہم دونوں
لَكَ	کو اپنا مسلم یعنی مطیع فرمان بنا ۔

اس مقام پہ بھی لفظ مسلمین (دو مسلم) مذکّر کا صیغہ ہے اور اس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مؤنث داخل نہیں ہیں۔ کیونکہ یہاں پر دُعا کرنے والے صرف دو مرد۔ حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السّلام ہی مراد ہیں اور کوئی عورت شامل نہیں ہے۔

۸ - قرآن مجید میں مومنوں (یا مؤمنین) اور مومنات، یا مسلمین اور مسلمات کا یہی اسلوب کم از کم بارہ مقامات پر موجود ہے۔ جہاں مردوں کے صیغے میں عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ ان کے لئے الگ طور پر تذکرہ کرنا ضروری ٹھہرا ہے۔

مثال کے طور پر ملاحظہ ہو سُورۃ فتح آیت ۵، سُورۃ نور آیت ۱۲ اور آیت ۳۱، سُورۃ توبہ آیت ۷۲، سُورۃ احزاب آیت ۳۵، آیت ۵۸ اور آیت ۷۳، سُورۃ نوحؑ آیت ۲۸، سُورۃ بروج آیت ۱۰، سُورۃ محمدؐ آیت ۱۹ نیز سُورۃ حدید آیت ۱۲۔

مندرجہ بالا نظائر کی روشنی میں ہم اس امر کو بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید اور عربی زبان و بیان کا یہ کوئی قطعی اصول یا کلیہ نہیں ہے کہ ہر جگہ تغلیب کے تحت مَردوں کے صیغے میں عورتوں کو بھی شامل سمجھا جائے۔ اگر کہیں تغلیب کے تحت ایسا ہوتا ہے کہ مذکّر کے صیغے میں عورت داخل ہوتی ہے تو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکّر کے صیغے میں عورت شامل نہیں ہوتی اور تغلیب کا قاعدہ باطل ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آیت زیر بحث میں مفسّرین اور فقہاء حضرات نے مُؤمِنًا کے لفظ سے صرف مسلمان مرد ہی مراد لیا ہے اور عورت کو اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں شامل نہیں سمجھا۔ جیسا کہ احکام القرآن میں امام ابو بکر جصاص نے لکھا ہے کہ:

"ان اللہ تعالیٰ انما ذکر الرجل فی الآیۃ" (ج ۲ ص ۲۳۸)	اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں صرف (مسلمان) مرد کا ذکر کیا ہے (مسلمان عورت کا نہیں)

تغلیب کی اس بحث کے بعد اب ہم مذکورہ آیتِ دیت پر غور کریں تو یہاں پر کوئی ایسا قرینۂ قاطعہ موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے لفظ مومنًا میں مرد اور عورت دونوں کو شامل سمجھا جائے۔ اب اگر ایک شخص پورے زور سے یہ کہتا ہے کہ یہاں تغلیب کے تحت مومنًا میں عورت بھی داخل ہو سکتی ہے تو کوئی دوسرا شخص بھی اسی قوت سے یہ کہہ سکتا ہے کہ یہاں پر تغلیب کا قاعدہ سرے سے مؤثر ہی نہیں ہے، وہ باطل ہے اور یہاں پر لفظ مومنًا سے صرف اس کا لغوی مفہوم "مسلمان مرد" ہی مراد ہے[1]۔

حدیث اور مسئلۂ دیت

حدیث کی جن معتبر کتابوں میں صحیح سند کے ساتھ قتلِ خطا میں دیت کی جو روایات

[1] بلکہ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو دوسرے شخص کا موقف کچھ وزنی معلوم ہوگا اس لئے کہ وہ لفظِ "مومن" کی کوئی معنوی تاویل نہیں کر رہا ہے بلکہ اسے ٹھیک لغوی اور اصطلاحی معنوں میں لے رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :

ان فی النفس مائۃ من الابل۔ | نفس (جان) کی صورت میں دیت، سو اونٹ ہے۔

(موطا امام مالک، کتاب العقول۔ سنن نسائی، کتاب القسامۃ والعقود والدیات)

یہاں پر لفظ نفس استعمال ہوا ہے جس کے معنی جان کے ہیں یہ لفظ عربی زبان میں مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے بھی آتا ہے اور بعض اوقات یہ صرف مذکر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر سورۃ نساء آیت ا میں ہے کہ :

يَآيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا۔

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا۔

اس مقام پر تمام مفسرین "نفس واحدہ" (ایک جان) سے حضرت آدم علیہ السلام مراد لیتے ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت آدم مرد تھے۔

۲۔ سورۃ آل عمران کی آیت مباہلہ (۶۱) میں ہے کہ

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا

سو اے نبی! ان سے کہو، آؤ ہم اور تم خود بھی آجائیں اور اپنے اپنے بچوں اور عورتوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَ اَنْفُسَكُمْ ۝ کو بھی لے آئیں ۔

یہاں پر انفس (جانیں) میں عورتیں شامل نہیں ہیں بلکہ صرف مرد مراد ہیں اس لئے کہ عورتوں کا ذکر الگ سے نساء کے لفظ سے پہلے آچکا ہے ۔ پس معلوم ہوا کہ نفس کا لفظ خاص مرد کے لئے بھی آتا ہے جس میں عورت شامل نہیں ہوتی ۔

۲ ۔ سورہ کہف آیت ۷۴ میں ہے کہ :

فَانْطَلَقَا حَتّٰىٓ اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۔

پھر وہ دونوں چلے، یہاں تک کہ ان کو ایک لڑکا ملا اور اس شخص نے اسے قتل کر دیا ۔ موسیٰ نے کہا۔آپ نے ایک بے گناہ کی جان لے لی حالانکہ اس نے کسی کا خون نہ کیا تھا ۔

اس جگہ جس کو نَفْسًا زَكِيَّةً (پاک جان) کہا گیا ہے وہ اسی آیت میں لفظ غُلٰمًا یعنی لڑکا مذکور ہے جو مرد ہے ۔ لہٰذا نفس کا اطلاق صرف مرد پر بھی ہوتا ہے ۔

۴ ۔ سورۃ قصص آیت ۳۳ میں ہے کہ

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ

موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب! میں تو ان کا ایک آدمی قتل کر چکا ہوں ۔ ڈرتا ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے ۔

اس آیت میں نفس سے مراد ایک قبطی مرد ہے جو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں مصر میں مارا گیا تھا ۔ اس امر کی تصریح خود قرآن میں دوسری جگہ (ملاحظہ ہو: القصص ۱۵ تا ۱۹) مذکور ہے ۔

۵ - اسی طرح سورۃ توبہ آیت ۴۱ میں ہے ۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا — نکلو، خواہ ہلکے ہو یا بوجھل،
وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ — اور جہاد کرو، اللہ کی راہ میں
وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ — اپنے مالوں اور اپنی جانوں
کے ساتھ ۔

سب جانتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں جہاد و قتال صرف مردوں پر فرض ہے اور نفیرِ عام کے مخاطب صرف مرد ہیں ۔ یہاں پر بھی انفس کے لفظ میں کوئی عورت شامل نہیں ہے ۔ اس کے علاوہ خود اللہ تعالےٰ نے اپنے آپ کو قرآن مجید میں دو مقامات پر نفس سے بھی تعبیر کیا ہے ۔

وَیُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ — اللہ تمہیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے ۔
(آل عمران ۲۸)

كَتَبَ عَلٰی نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۔ — اس (اللہ) نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے ۔
(الانعام ۱۲)

ان دونوں جگہوں پر لفظ نفس کا اطلاق ذاتِ باری تعالےٰ پر ہوا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مزید برآں لفظِ نفس کے مفہوم میں تو کافر و مشرک بھی شامل ہیں اور صحیح احادیث میں بعض خاص قسم کے کافروں کی دیت آدھی قرار دی گئی ہے۔

خود قرآن میں اسی آیتِ زیرِ بحث میں آگے ایک مومن مقتول کا کفارہ صرف تحریرِ رقبہ (ایک مسلمان غلام آزاد کرنا) قرار دیا ہے۔ اس کی دیت سرے سے نہیں رکھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ فَاِنْ کَانَ مِنْ قَوْمٍ	پھر اگر وہ مسلمان مقتول کسی
عَدُوٍّ لَّکُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ	ایسی قوم سے تھا جس سے
فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ	تمہاری دشمنی تھی تو اس کا
مُّؤْمِنَۃٍ ط	کفارہ ایک مسلمان غلام آزاد
(النسا آیت ۹۲)	کرنا ہے۔

گویا ایسا مومن قتلِ خطا کے نتیجے میں ہلاک ہو تو از روئے قرآن و شریعت اس کی کوئی دیت ہی نہیں ہے۔ کیا حدیث کے لفظ نفس کا عمومی اطلاق اس مقتول مومن پر نہیں ہوتا۔ یقیناً نہیں ہوتا۔ ورنہ اس مقتول مومن کے لئے بھی قرآن میں دیت کا ذکر آتا جس کی مقدار حدیث نے سَو اونٹ مقرر کی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ حدیث کے لفظ نفس میں عموم نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں صرف مرد کی دیت بیان ہوئی ہے۔ عورت اس میں شامل نہیں ہے۔

ان مثالوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اس حدیث پہ دوبارہ غور کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کے الفاظ یہ ہیں :

فی النفس مائة من	جان میں دیت کی مقدار سو
الابل	اونٹ ہیں ۔

مطلب یہ ہے کہ نفس کی دیت سو اونٹ ہے۔ اب اگر کوئی شخص جس طرح یہ کہہ سکتا ہے کہ اس حدیث کے لفظ نفس میں عورت بھی شامل ہے تو بالکل اسی طرح سے کوئی دوسرا شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ حدیث میں مستعمل نفس دیت میں عورت شامل نہیں ہے کیونکہ لفظِ نفس صرف مرد کے لیے بھی آتا ہے اور اس میں عورت شامل نہیں ہوتی ۔

لفظِ نفس کے لغوی مفہوم اور اس کے استعمال کی اس بحث کا صریح نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ عربی زبان میں جہاں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہو تو اس میں حتمی طور پہ نہ تو عموم کا مفہوم ہوتا ہے کہ اس سے لازماً مرد اور عورت دونوں مراد لیے جائیں اور نہ ہی حتمی طور پہ صرف مرد کا خاص مفہوم لیا جا سکتا ہے۔ بلکہ نفس کا لفظ اپنے اندر دونوں احتمالات رکھتا ہے ۔

لہٰذا دیت کے بارے میں مذکورہ بالا حدیث میں بھی لفظ نفس مجمل ہے اور تشریح کا محتاج ، اس میں جس قدر احتمال اس مطلب کا ہے کہ اس میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں بالکل اسی قدر احتمال اس مفہوم کا بھی ہے کہ اس سے صرف مرد ہی مراد لیا جائے۔

اب تک کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ عورت کے مسئلہ دیت پہ صرف قرآن مجید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور لفظِ مومن یا حدیث میں مستعمل لفظِ نفس سے یہ استدلال نہیں کیا جاسکتا کہ ان دونوں مقامات پہ ان دونوں الفاظ کے مفہوم میں مرد اور عورت دونوں شامل ہیں ایسا سمجھنا عربیت کی رُو سے بالکل غلط ہے اب ہم صحیح حدیث کی بنیاد پر یہ استدلال کریں گے کہ عورت اور مرد کی دیت برابر نہیں ہے۔ بلکہ ان میں فرق موجود ہے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ:

عقل المرءة مثل عقل الرجل حتى يبلغ الثلث من ديته۔	عورت کی دیت مرد کی دیت کے برابر ہے بشرطیکہ مقدار دیت (کل دیت کے) ایک تہائی سے زیادہ۔

(رواه النسائی دار قطنی و صحیح ابن خزیمہؒ)

بحوالہ التاج الجامع لاصول فی احادیث رسولؐ مؤلفہ شیخ منصور علی ناصف ج ۲ ص ۱۱ نیز مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۲۹۶)۔

اس حدیث میں جراحات یعنی اعضاء کے تلف ہونے یا زخموں کی صورت میں دیت کا بیان آیا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عورت کی دیت جراحات میں بھی صرف اسی حد تک مرد کی دیت کے برابر ہوتی ہے جب مقدار دیت کل دیت (سو اونٹ) کے ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو۔ اگر عورت کی مقدارِ دیت کل دیت کے ایک تہائی سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑھ جائے۔ (کل دیت کا نصف وغیرہ ہو جائے) تو پھر مرد اور عورت کی دیت میں مساوات نہیں رہے گی بلکہ دونوں کی دیت میں عدم مساوات پیدا ہو جائے گی۔

اس طرح حدیث بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کی دیت جراحات میں بھی مساوی نہیں ہے بلکہ ان میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ اور جب جراحات کی دیت میں بھی مرد اور عورت کی دیت کے مابین عدم مساوات ہے تو پھر ان دونوں کی پوری دیت میں کیونکہ مساوات ہو گی؟

اب ہم امام بخاریؒ کے ایک ہمعصر محدث محمد بن نصر مروزیؒ (متوفی ۲۹۴ھ) کی کتاب "السنۃ" سے ایک حوالہ پیش کریں گے۔

حدثنا اسحاق (انبأ)	ہم سے اسحاق نے روایت
ابو اسامة عن محمد	کیا انہوں نے ابو اسامہ سے
بن علقمة قال كتب	انہوں نے محمد بن عمرو بن علقمہ
عمر بن عبد العزيز	سے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ
فى الديات، فذكر	نے دیات کے بارے میں ایک
فى الكتاب وكانت دية	کتاب لکھی جس میں یہ تحریر
المسلم على عهد رسول	تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ
الله صلى الله عليه وسلم	علیہ وسلم کے عہد میں مسلمان
مائة من الابل فقومها	مرد کی دیت سو اونٹ تھے پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمر بن الخطاب علی اھل القریٰ الف دینار۔ أو اثنی عشر الف درھم، وکانت دیۃ الحرۃ المسلمۃ علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمسین من الابل تقومھا عمر بن الخطاب علی اھل القریٰ خمس مائۃ دینار أو ستۃ آلاف درھم۔ (السنۃ از محمد بن نصر مروزی ص ۶۳ مطبوعہ ریاض)

حضرت عمر بن خطابؓ نے شہریوں کے لئے اس مقدار کے متبادل کے طور پر ایک دینار یا بارہ ہزار درہم دیت مقرر کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں آزاد مسلمان عورت کی دیت پچاس اونٹ تھی۔ پھر حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے زمانے میں شہریوں کے لئے اس مقدار کے متبادل پانچ سو دینار یا چھ ہزار درہم دیت مقرر کی۔

واضح رہے کہ جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے اس کتاب میں امام صاحب نے صرف وہ حدیثیں شامل کی ہیں جن کو "سُنّتِ ثابتہ" کا درجہ حاصل ہے۔ لہٰذا عورت کی دیت کے مسئلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت یہ ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے!!

جو لوگ مرد اور عورت کی دیت میں مساوات کے قائل ہیں وہ اپنے مؤقف کی تائید کے لئے یہ صحیح حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَأُ دِمَاءُ هُمْ ۔ تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں ۔

مگر یہ حدیث تو مسلمانوں کے خون میں مساوات کو ظاہر کرتی ہے ۔ مرد اور عورت کی دیت ـــــــ کا برابر ہونا اس سے کہاں ثابت ہو گیا؟ پھر اُمت کے تمام فقہا، محدثین، اور مفسرین نے اس حدیث کو قصاص کے ضمن میں لیا ہے اور اس کا مطلب یہ لیا گیا ہے کہ قتلِ عمد میں قصاص لینا ضروری ہے ۔ مقتول خواہ مرد ہو یا عورت ہو یا غلام ہو ہر صورت میں خون برابر ہے اور قاتل سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔ حافظ ابنِ کثیرؒ اس حدیث کو قصاص میں برابری کے مفہوم میں لیتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

فی کتاب عمرو بن حزم: ان الرجل یقتل بالمرأۃ وفی الحدیث الاٰخر: المسلمون تتکافأ دماءھم۔

عمرو بن حزم کے مکتوب میں لکھا ہے کہ "عورت کے قصاص میں مرد کو بھی قتل کیا جائے گا" حدیث میں بھی ہے کہ "تمام مسلمانوں کے خون برابر ہیں"

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۶۲)

خود صاحب مشکوٰۃ المصابیح نے اس حدیث کو کتاب القصاص میں بیان کیا ہے اور کتاب الدیات میں اس کا ذکر تک نہیں کیا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آثارِ صحابہؓ اور اجماعِ صحابہؓ | اسی مسئلہ دیت کے بارے میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں حضرات کا یہ قول ملتا ہے۔

عن ابراهيم النخعي	ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں کہ
عن عمر بن الخطاب	حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ
وعلی بن ابی طالب	دونوں کا یہ قول ہے کہ عورت
انهما قالا عقل المرءة	کے قتلِ نفس اور زخموں کی
على النصف من دية	دیت مرد کی دیت سے آدھی
الرجل فی النفس وفیما	ہے۔
دونها۔	

(سنن الکبریٰ از امام بیہقی: ج ۸، ص ۹۶، نیز کتاب الحجۃ از امام محمدؒ ج ۴، ص ۲۸۴)

تفسیر نیشاپوری (تفسیر غرائب القرآن) میں اسی آیتِ دیت کے تحت مذکور ہے کہ:

ان دية المرأة نصف دية	عورت کی دیت مرد کی دیت
الرجل باجماع المعتبرين	کا نصف ہے اور اس پر معتبر
من الصحابه۔	صحابہؓ کا اجماع ہے۔

اجماعِ اُمّت | قتلِ خطاء میں عورت کی دیت مرد کے مقابل میں نصف ہونے پر اُمّتِ مسلمہ کا اجماع ہے۔ اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت کو علامہ ابن رُشد اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں ائمہ اربعہ کے متفقہ مسلک کے طور پر بیان فرماتے ہیں :

۱ - امّا دیۃ المرءۃ فانھم اتفقوا علی النصف من دیۃ الرجل فی النفس فقط ۔	باقی رہا عورت کی کا معاملہ تو اس بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے آدھی ہے ۔

(بدایۃ المجتہد، ج ۲، ص ۳۱۵)

۲ - التشریع الجنائی میں عبدالقادر عودہ شہید لکھتے ہیں کہ عورت کی نصف دیت پر پوری اُمت متفق ہے ۔

"ومن المتفق علیہ ان دیۃ المرءۃ علی النصف من دیۃ الرجل فی القتل ۔	اس امر پر اُمت کا اتفاق رائے ہے کہ قتلِ (خطاء) کی صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہوگی ۔

(التشریع الجنائی، ج ۱، ص ۶۶۹)

اب اگر اجماعِ اُمت بھی دین میں حجت ہے اور وہ یقیناً حجت ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلامی قانون میں قتلِ خطاء کی صورت میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے ۔

حاصلِ بحث

حاصلِ بحث یہ ہے کہ قانونِ اسلامی میں قتلِ خطأ کی صورت میں عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رکھی گئی ہے۔ قرآن وسُنت سے اسی کی تائید ہوتی ہے اور تعامل صحابہ و اجماعِ اُمت سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے۔ البتہ اب ایک اشکال یہ ہے کہ اسلام کے اس قانون میں کیا حکمت ہے؟ تو اسے سمجھنے کے لئے اسلام کے پورے اجتماعی اور معاشی نظام کو سمجھنے کی ضرورت ہے اسلامی معاشرے میں ایک عورت پیداواری عامل یا معاشی طور پر کسی کی کفیل نہیں ہوتی۔ اس لئے بالعموم اس کی ہلاکت سے خاندان یا ورثاء کو اس قدر مالی نقصان نہیں اُٹھانا پڑتا جس قدر مالی نقصان ایک مرد کے مرجانے سے اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی طرح وراثت میں بھی قرآن نے مرد کے مقابلے میں عورت کا حصہ نصف قرار دیا ہے۔

لیکن دین کے بارے میں کسی مسلمان کا یہ طرزِ عمل ہرگز نہیں ہوسکتا کہ جب تک اسے شریعت کے اوامر و نواہی کی حکمت سمجھ میں نہ آئے یا اگر کوئی شرعی مسئلہ اس کی خواہشِ نفس کے خلاف ہو تو وہ اسے تسلیم نہ کرے۔ ایسا کرنا ایمان کے منافی اور کفر کے مترادف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِسلام میں عورت کی گواہی

اعتراضات اور جوابات

ہمارے ملک میں حکومت کی جانب سے موجودہ قانون سازی کی مہم میں ایک اہم بحث عورت کی شہادت کا مسئلہ ہے۔ جہاں تک اسلامی قانون میں عورت کی شہادت کا تعلق ہے تو اس بارے میں قرآن و سنت کے واضح احکام موجود ہیں کہ مالی معاملات میں دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کیا گیا ہے۔ گویا تمام مالی معاملات میں ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف شمار ہوتی ہے۔

قرآن میں عورت کی گواہی قرآن حکیم میں صریح طور پر عورت کی شہادت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد یہ ہے:

وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ	اور اس پر اپنے لوگوں میں
مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ	سے دو مردوں کو گواہ ٹھہرالو
يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ	پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک
امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ	مرد اور دو عورتیں ہوں یہ
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ	گواہ تمہاری پسند کے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ	دو عورتیں اس لئے کہ ایک
اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی۔	بھول جائے تو دوسری یاد
(البقرۃ آیت ۲۸۲)	دلا دے۔

سیاقِ کلام میں آیت بالا کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کو مالی معاملات میں یہ ہدایت کی جا رہی ہے کہ وہ جب کبھی آپس میں قرض کا کوئی لین دین کریں تو ایسے معاملے کا ایک تو تحریر میں لایا جانا ضروری ہے اور دوسرے یہ کہ قرض کی ایسی دستاویز پر شہادت قائم ہونی ضروری ہے۔ یہ گواہی دو مردوں کی گواہی ہوگی اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ گواہ عادل ہونے چاہئیں۔ جس کی طرف واضح اشارہ آیت کے الفاظ "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ" (یہ گواہ تمہاری پسند کے ہوں) میں موجود ہے۔ پھر آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کو گواہ بنانے کی علت و حکمت یہ بیان فرمائی کہ "ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے"۔

اس آیت سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ تمام مالی معاملات میں شہادت کا نصاب تو دو مرد ہیں یا پھر ایک مرد اور دو عورتیں ہیں۔

اُمت کے تمام فقہاء اور مفسرین اسی مفہوم پر متفق ہیں اور اس مفہوم سے کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔

حدیث میں عورت کی گواہی

جہاں تک حدیث میں عورت کی گواہی کا تعلق ہے تو اس بارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد موجود ہے کہ:

فشہادۃ امرأتین تعدل شہادۃ رجل	دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، ج اوّل، ص ٦١)

اسی مفہوم کی دیگر احادیث صحیح بخاری، کتاب الحیض میں حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے، ترمذی، ابواب الایمان میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے، ابو داؤد، کتاب السنۃ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے اور مسند احمد بن حنبل میں بھی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہی کی روایت سے موجود ہیں۔

گویا قرآن وسنّت کے صریح احکام کے مطابق دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے یا دوسرے الفاظ میں عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہے۔

فقہاءِ اسلام اور عورت کی گواہی

قرآن وسنّت کے واضح احکامات کے مطابق فقہاءِ اسلام نے مالی معاملات میں دو عورتوں کی شہادت کو ایک مرد کی شہادت کے برابر قرار دیا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے۔ ابن رشد نے اپنی کتاب "بدایۃ المجتہد" میں ائمہ اربعہ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔

واتفقوا علیٰ انہ تثبت   اس پر اتفاق ہے کہ مالی معاملات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاموال بشاھد عدل وذکر وامرأتین لقولہ تعالیٰ "فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ"

میں ایک عادل مرد اور دو (عادل) عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ "پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہ ہوں جن کی گواہی تمہیں پسند ہو۔"

(بدایۃ المجتہد۔ ج ۲، ص ۴۶۵، مطبوعہ مصر، ۱۹۶۰ء)

اس بات پر بھی فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ حدود و قصاص کے معاملات میں عورت کی شہادت معتبر نہیں ہے۔

عورت کی نصف گواہی پر کئے گئے اعتراضات کے

جوابات

موجودہ حکومت کی جانب سے مجوزہ "اسلامی قانونِ شہادت" کی تدوین کے دوران میں اور اب اُس کے نفاذ پر بعض لوگوں بالخصوص چند مغرب زدہ خواتین نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہے۔ اس گروہ کا موقف یہ ہے کہ ہر معاملے میں مرد کی طرح عورت بھی گواہ بن سکتی ہے اور اُس کی گواہی ہر حال میں مرد کی گواہی کے برابر تسلیم کی جانی چاہیئے اس سلسلے میں عورت کی نصف گواہی کے خلاف جو اعتراضات اس گروہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اٹھاتے ہیں۔ ذیل میں ہم اُن کے تمام اعتراضات نقل کر کے اُن کے جوابات دیتے ہیں۔

اعتراض ۱: مرد اور عورت دونوں ہی انسانیت میں برابر ہیں دونوں ہی یکساں طور پر احترام کے مستحق ہیں لہٰذا ان کی معاشرتی ذمہ داریوں اور سماجی سرگرمیوں میں بھی کسی قسم کی عدم مساوات نہیں ہونی چاہیئے اور دونوں کو زندگی کے تمام معاملات میں "شانہ بشانہ" حصّہ لینا چاہیئے۔ بنا بریں عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کا نصف قرار دینا دراصل عورت کی تذلیل کرنا ہے۔ اُسے مرتبۂ انسانیت سے گرانا ہے اور اُسے حقیر سمجھنا ہے اور یہ سب کچھ اسلام کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ ہمیں مساوات کی تعلیم دیتا ہے۔

جواب: اس حقیقت سے کوئی معقول آدمی انکار نہیں کر سکتا کہ شرفِ انسانیت میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ دونوں یکساں طور پر انسان ہیں اور اسلام میں جس طرح مرد کا احترام ہے اُسی طرح عورت کا بھی احترام ہے۔ لیکن ان دونوں کے شرفِ انسانیت میں برابر ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ دونوں کی معاشرتی سرگرمیاں اور سماجی ذمہ داریاں بھی ایک جیسی ہوں اور ان میں کوئی فرق نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ نے مرد اور عورت دونوں کو مختلف جسمانی صلاحیتوں اور مزاجی خصوصیتوں سے نوازا ہے۔ ایک کو "صنفِ نازک" بنایا ہے تو دوسرے کو "صنفِ سخت" ایک کو نسوانیت کا پیکر بنایا ہے تو دوسرے کو مردانگی کا جوہر عطا کیا ہے۔ اسی فطری اختلاف کی بدولت "یکساں طور پر انسان ہونے کے باوصف" دونوں فریق معاشرے میں الگ الگ ذمہ داریاں رکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں، دونوں کے حقوق و فرائض مختلف ہو گئے ہیں اور دونوں کا دائرۂ عمل جُدا جُدا ہو گیا ہے۔ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس نے مرد اور عورت کے اسی اختلافِ صلاحیت و عمل کو پیشِ نظر رکھا ہے۔ مرد کو خاندان کا سربراہ بنایا گیا ہے۔ اُس پر پورے خاندان کی نگرانی اور معاشی کفالت کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے اور ایک مرد کی صلاحیتیں اسی کی متقاضی ہیں کہ اسے خاندانی زندگی میں یہی مقام دیا جائے۔ اس کے برعکس ایک عورت کو (خواہ وہ بیٹی ہو، بہن ہو، بیوی ہو یا ماں ہو) معاشی جدوجُہد سے فارغ کر کے امورِ خانہ سر انجام دینے اور بچوں کی پرورش اور نگہداشت کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ اور ایک عورت ہی ان تمام معاملات کو صحیح طور پر سرانجام دے سکتی ہے اُس کی فطری صلاحیتیں بھی اس امر کا تقاضا کرتی ہیں کہ معاشرتی زندگی میں اُسے یہی منصب عطا ہو[1]۔ یہ ایک فطری نظام ہے اور اس میں صلاحیت و عمل کا اختلاف کسی فرد کے بارے میں بھی احساسِ کمتری پیدا نہیں کرتا، نہ ہی اُسے حقیر جانتا ہے اور نہ ہی انسانی ترقی کے منافی ہے۔ اسلام کے واضح اور صریح احکامات سے یہی تقسیم عمل ثابت

---

[1] ممکن ہے بعض خاص حالات میں ایک عورت ہی کسی خاندان کی معاشی طور پر کفیل ہو اور کوئی مرد بطور کفیل نہ ہو۔ مگر یہ ایک استثنائی صورت ہے یہ اسلامی معاشرے کا عام قاعدہ نہیں ہے اور مستثنیات پر عام قوانین کا اطلاق نہیں ہوا کرتا۔ اُنکا معاملہ بالکل الگ ہے اور اس کا حل بھی دوسرا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے۔ اب اگر کوئی شخص دینِ اسلام کے ان واضح احکام کو نہیں ماننا چاہتا تو اُسے چاہیئے کہ وہ اخلاقی جرأت سے کام لے اور اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور راہ اختیار کرے۔ اسلام کا نام لے کر اُس کے خلاف عملاً بغاوت کرنا ایک سنگین جرم ہے۔ اور کسی مسلمان کے لئے یہ طرزِ عمل مناسب نہیں ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّ	کسی مومن مرد اور کسی مومنہ
لَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ	عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب
وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ	اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے
يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ	کا فیصلہ کر دیں تو اس کے بعد
مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ	اُن کے لئے اس معاملے میں
يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ	کوئی اختیار باقی رہے اور جو
فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّ	شخص اللہ اور اس کے رسول
بِيْنًا ۔	کی نافرمانی کرتا ہے تو وہ کھُلی
(الاحزاب ۳۶)	گمراہی میں ہے۔

اب اگر قرآن و سنّت میں ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصف قرار دی گئی ہے تو یہ ایک ایسا حکم ہے جس سے کسی مسلمان کے لئے خواہ وہ مرد ہو یا عورت انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس حکم کی حکمت خواہ ہماری محدود اور ناقص عقل کی سمجھ میں نہ آئے، خواہ یہ حکم ہماری خواہشِ نفس کے خلاف ہی کیوں نہ ہو، بہرحال تسلیم کرنا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲ ۔ دُوسرا اعتراض یہ ہے کہ عورت کی نصف گواہی اسلام کے ابتدائی دَور کے لئے تھی ۔ اس وقت کی عورت اتنی باشعور اور ترقی یافتہ نہ تھی اب حالات کے تغیّر سے وہ باشعور اور ترقی یافتہ ہوگئی ہے ۔ حالات کے تغیّر سے احکام بدل جاتے ہیں لہٰذا اب اجتہاد کے ذریعے عورت کی پوری گواہی کو شرعی طور پر تسلیم کر لینا چاہیئے تاکہ حالات کی تبدیلی کے لحاظ سے اسلام کا صحیح منشاء پورا ہو سکے ۔

جواب : جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ حالات بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں تو اس بارے میں فقہائے اسلام کا یہ متفقہ اصول ہے کہ یہ تبدیلی قرآن وسُنّت کے واضح اور منصوص احکام میں نہیں ہو سکتی ۔ منصوص احکام ناقابلِ تغیّر ہیں ۔ تبدیلی صرف فقہ کے ایک مخصوص دائرے میں ہو سکتی ہے جس کا تعلق لوگوں کے مصالح اور عرف وغیرہ سے ہو ۔ مثال کے طور پر روزانہ پانچ نمازیں فرض ہیں ۔ یہ کم وبیش نہیں ہو سکتیں ۔ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں ان کی تعداد گھٹائی یا بڑھائی نہیں جا سکتی ۔ زکوٰۃ کی شرح اور نصاب مقرّر ہیں ، ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ۔ تبدیلی کا تعلق فقہی اجتہادات سے ہے مثلاً ایک زمانے میں کوئی اسلامی حکومت دائرۂ شریعت کے اندر رہتے ہوئے زکوٰۃ جمع کرنے اور اُسے صرف کرنے کا ایک عملی طریقِ کار وضع کرتی ہے ۔ یہ عملی طریقِ کار حالات کے تغیّر سے بدلا جا سکتا ہے ، کسی اور زمانے کی اسلامی حکومت کوئی نیا عملی طریقِ کار بنا کر اُس پر عمل پیرا ہو سکتی ہے ۔ اس لئے کہ نظامِ زکوٰۃ کا عملی طریقِ کار منصوص نہیں ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اسے حالات کے مطابق بدلا جا سکتا ہے۔ لیکن جو امر منصوص ہوگا اُس میں تبدیلی کا امکان نہ ہوگا۔

اب جہاں تک عورت کی نصف گواہی کا معاملہ ہے تو یہ ایک امر منصوص ہے اور قرآن و سُنّت کے واضح احکامات سے ثابت ہے۔ یہ کوئی اجتہادی یا انتظامی معاملہ نہیں ہے کہ اس میں تغیّر ممکن ہو۔ لہٰذا عورت کی نصف گواہی کا حکم تا قیامت قائم رہے گا۔

البتہ جو لوگ قرآن و سُنّت کے واضح اور صریح احکام کو اپنی خواہش نفس کے تابع رکھ کر یا حالات کے دباؤ میں آکر انہیں موم کی ناک بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جس طرح چاہیں، جب چاہیں ان کو بدل کر رکھ دیں تو وہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کے اس ارادے میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (یونس ۱۷) بلاشبہ مجرم لوگ فلاح نہیں پا سکتے۔

۳۔ اس سلسلے کا تیسرا اعتراض یہ ہے کہ موجودہ قانونِ شہادت میں عورت کو گواہی کے حق سے محروم کر دیا گیا ہے۔ اور اب وہ اس حق تلفی کی وجہ سے بجا طور پر احتجاج کر رہی ہے۔

جواب: گواہی دینا سرے سے کوئی حق (Right) نہیں ہے جس کے تلف ہونے پر کوئی شخص مضطرب ہو۔ عدالتی شہادت تو مردوں کا بھی حق نہیں ہے بلکہ یہ ایک فرض (Duty) ہے جو عائد کیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی مذہب اور قانون نے گواہی کو حق تسلیم نہیں کیا ہے۔ بلکہ اسے ایک ذمہ داری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا ہے۔ تعجب ہے کہ آج کی بعض خواتین رجن کو مرد نما خواتین کہنا زیادہ مناسب ہے) سڑکوں پر جلوس نکال کر یہ احتجاج کرتی پھرتی ہیں کہ اُن کو اُن کے "حق" سے محروم کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ وہ اگر غور فرمائیں تو اُن کے معاملے کی یہ صورت ہے کہ:

وہ پکار پکار کر یہ کہہ رہی ہیں کہ قانون اُن پہ گواہی کی ذمّہ داری کیوں عائد نہیں کرتا؟ کیوں نہیں اُن پہ گواہی کی ذمّہ داری کا بوجھ ڈالا جاتا؟ ع

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیئے

اسلام نے اگر صنفِ نازک پہ ادائے شہادت کی بھاری ذمّہ داری نہیں ڈالی تھی تو یہ اُس کا عورت پہ احسانِ عظیم تھا کہ ایک جانِ ناتواں کو اس بارِ گراں سے سبکدوش رکھا گیا۔ شہادت دینا کوئی انسانی حق (Human Right) نہیں تھا، جسے عورت سے چھین لیا گیا ہو اور جس کی محرومی پہ اُسے واویلا کرنا چاہیئے تھا۔ بلکہ یہ تو ایک فریضہ ہے جسے اوّل تو اسلام نے عورت پہ عائد ہی نہیں کیا اور اگر کبھی کیا بھی ہے تو اس کے ساتھ ایک اور گواہ عورت کا سہارا بھی دے دیا ہے۔ مگر شاید یہ بھی دانشِ نسوانی کی بوالعجبیوں میں سے ہے کہ وہ کسی حق کی محرومی پہ نہیں بلکہ ایک ذمہ داری کے اُس پہ عائد نہ کیئے جانے پہ آج سراپا احتجاج بنی ہوئی ہے۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست

۴۔ چوتھا اعتراض یہ ہے کہ قرآن مجید میں سورۂ بقرہ کی آیتِ دَین (۲۸۲) میں جہاں مرد اور عورت کی گواہی کا ذکر آیا ہے وہاں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مرد کی بجائے دو عورتوں کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ "ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے" گویا اصل میں گواہ تو ایک ہی عورت ہوگی، دوسری عورت صرف مذکرہ یاد دہانی کرانے والی (Reminder) ہوگی۔ لہٰذا عورت کی گواہی از روئے قرآن مرد کی گواہی کے بالکل برابر ہے اس کا نصف نہیں ہے۔

جواب : یہ ایک سطحی اعتراض ہے جو صرف عربیت اور قرآن فہمی دونوں سے عاری ذہن ہی میں پیدا ہو سکتا ہے اس کا مبداء قرآن کے اُردو یا انگریزی ترجموں کے حوالے سے قرآن کے قانون کو سمجھنے کی عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ زیر بحث میں گواہی کے دو نصاب مقرر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ قرض کے معاملے میں دو مرد بطور گواہ ہونے چاہئیں اور آیت کے الفاظ "وَاسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ" (اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ بنالو، میں یہی نصاب مذکور ہوا ہے۔ دوسرا نصابِ شہادت یہ بیان ہوا ہے کہ:

فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ ۔ پھر اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد دو عورتیں ہوں ۔

یعنی ایک مرد اور دو عورتیں۔ گویا ایک مرد کی بجائے دو عورتیں گواہ بنالی جائیں ۔ دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوگی یا ایک عورت کی گواہی مرد کی گواہی کا نصف ہے۔ دوسرے نصاب کی رُو سے دونوں عورتیں گواہ ہوں گی ۔ قرآن نے شہادت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے یہی دو نصاب بیان فرماتے ہیں۔

تمام مفسرین کے نزدیک قرآن میں شہادت کے یہی دو نصاب بیان ہوتے ہیں۔ اور یہ بات کہ دوسرے نصاب کی رُو سے دونوں عورتیں بطور گواہ ہوں گی، خود قرآن مجید کے متن اور کتبِ تفاسیر کی تصریحات سے بالکل واضح ہیں۔ مثال کے طور پر ہم یہاں پر چند حوالے نقل کریں گے۔

ا۔ "احکام القرآن" میں ابن عربیؒ تحریر فرماتے ہیں۔

فاذا كانت امرأتان و ذكرت احداهما الأخرى كانت شهادتهما شهادة رجل واحد كالرجل يستذكر في نفسه فتتذكره	جب دو عورتیں ہوں گی اور ایک دوسری کو یاد دلا دے گی تو ان دونوں عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہو جائیگی جیسے کوئی مرد اپنے حافظے پر زور دے کر کوئی بات دوبارہ یاد کر لیتا ہے۔

(احکام القرآن، ج ۱، ص ۲۵۵)

ب۔ تفسیر "معارف القرآن" میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

"اور اگر گواہی کے لئے دو مرد میسر نہ آئیں تو پھر ایک مرد اور دو عورتیں گواہی کے لئے کافی ہیں بشرطیکہ یہ سب ان لوگوں میں سے ہوں جن کو تم گواہ بنانے کے لئے پسند کرتے ہو۔ یعنی ثقہ اور امین ہوں، فسق و فجور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور بے مروتی سے متہم نہ ہوں اور نہ دونوں میں کوئی ایسی قرابت ہو کہ جو شبہ اور تہمت کا باعث ہو۔ اور ایک مرد کے بجائے دو عورتوں کا ہونا اس لئے شرط کیا گیا کہ شاید ایک عورت اپنی فطرت غفلت اور ذاتی قصور عقل کی وجہ سے واقعۂ شہادت کے کسی جزء کو بھول جائے تو دوسری عورت اُس کو یاد دلا دے اور اس طرح شہادت کا مضمون مکمل ہو جائے "

(معارف القرآن از مولانا محمد ادریس کاندھلوی، ج اوّل، ص ۴۲۵)

ج ۔ تفسیر "تدبر قرآن" میں مولانا امین احسن اصلاحی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں :

" اگر مذکورہ صفات کے دو مرد میسر نہ آسکیں تو اس کے لئے ایک مرد اور دو عورتوں کا انتخاب کیا جا سکتا ہے ۔ دو عورتوں کی شرط اس لئے ہے کہ اگر ایک سے کسی لغزش کا صدور ہو گا تو دوسری کی تذکیر و تنبیہ سے اس کا سدِ باب ہو سکے گا۔ یہ فرق عورت کی تحقیر کے پہلو سے نہیں ہے بلکہ اس کی مزاجی خصوصیات اور اس کے حالات و مشاغل کے لحاظ سے یہ ذمہ داری اس کے لئے ایک بھاری ذمہ داری ہے اس وجہ سے شریعت نے اسکے اٹھانے میں اس کے لئے سہارے کا بھی انتظام فرما دیا ہے "

(تدبر قرآن، ج اوّل، ص ۵۹۰)

اسی ضمن میں ایک اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ بالفرض دو عورتوں میں سے کسی ایک کا شاہدہ (گواہ) ہوتا اور دوسری کا مذکرہ (یاد دہانی کرانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والی، ہونا کیسے طے ہوگا؟ کیونکہ قرآنی عبارت کی رُو سے دونوں ہی شاہد اور دونوں ہی مذکرہ ہو سکتی ہیں۔ بلکہ قرآن کے الفاظ میں تو بھولنے والی شاہدہ ہی کو مذکرہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا کسی ایک کو شاہدہ (گواہ) اور دوسری کو مذکرہ ٹھیرانا خود قرآن کے الفاظ اور مفہوم دونوں کے خلاف ہے۔

۵۔ پانچواں اعتراض یہ ہے کہ 'لعان' کی صورت میں بھی عورت اور مرد کی گواہی کو برابر تسلیم کیا گیا ہے اور قرآن میں اس کے لئے لفظِ 'شہادت' آیا ہے۔ لہٰذا عورت اور مرد کی گواہی برابر ہے اور ان میں کوئی فرق کرنا روا نہیں ہے۔

جواب: ہمارے نزدیک لعان کو شہادت قرار دینا اصولی طور پر غلط ہے اور یہ قیاس مع الفارق ہے کہ لعان کی بنیاد پہ عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے برابر ٹھہرایا جائے۔ اس بارے میں درج ذیل دلائل دیئے جاتے ہیں۔

ا۔ حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں لعان اور شہادت کے الگ الگ ابواب آتے ہیں اور کہیں بھی ان کو ایک نہیں سمجھا گیا بلکہ ان دونوں کو ایک دوسرے سے مختلف امر سمجھ کر جُدا جُدا بیان کیا گیا ہے۔

ب۔ حضرت ماعز اسلمی کے رجم سے متعلق احادیث میں بھی شہادت کا لفظ آیا ہے مگر یہ اصطلاحی شہادت کے معنوں میں نہیں ہے بلکہ اقرار، حلف بالیمین اور اقبالِ جرم کے معنوں میں ہے اور عربی زبان میں شہادت کا لفظ ان معنوں میں بھی آتا ہے۔ صحیح بخاری کے الفاظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"فشھد علی نفسہ اربع شھادات" | پھر اُس نے حضرت ماعز نے، چار مرتبہ اپنے خلاف قسم کھائی (کہ اُس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے)
(بخاری)

فقہاءِ اسلام نے حضرت ماعز کی اس "شھد"، "شھادات" کو اصطلاحی "شہادت" نہیں مانا ہے بلکہ "حلفیہ اقرارِ جرم" تسلیم کیا ہے لہٰذا محض لفظِ شہادت کے استعمال سے وہ قانونی اور اصطلاحی شہادت مراد نہیں لی جا سکتی جو کسی مقدمے میں مدعی اور مدعا علیہ کے علاوہ ایک تیسرا شخص ثبوتِ دعوے یا خلافِ دعویٰ گواہی دیتا ہے۔

ج - امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "کتاب الاُم" میں لعان کو شہادت کی بجائے یمین قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"الشھادۃ ھھنا یمین" | (لعان میں) شہادت سے مراد یمین (اپنے بارے میں حلفیہ بیان ہے۔
(کتاب الام، ج ۵، ص ۱۳۴)

د - احکام القرآن میں ابن عربیؒ تحریر کرتے ہیں کہ:

والفیصل فی انہ یمین، لاشھادۃ۔ | دو ٹوک بات یہی ہے کہ یہ (لعان) یمین (اپنے بارے میں حلفیہ بیان) ہے شہادت نہیں ہے۔
(احکام القرآن، ج ۳، ص ۱۳۴۲)

۶ - چھٹا اعتراض یہ ہے کہ ایک عورت کا بیان اگر حدیث کی روایت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے میں معتبر ہے تو مقدمات میں اُس کا قول کیوں غیر معتبر یا نصف ہو مثال کے طور پر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ سے بکثرت احادیث مروی ہیں اور اُمّت نے آپ کو ثقہ اور عادل راویہ تسلیم کیا ہے۔ تو کیا مقدمات میں حضرت عائشہؓ کی گواہی معتبر نہ تھی یا نصف قرار دی گئی تھی؟

جواب: ادائے شہادت اور روایتِ حدیث کو ایک سمجھنا بنیادی طور پر صحیح نہیں ہے یہ دونوں مختلف چیزیں ہیں اور انکو ایک دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے ان دونوں کا مختلف ہونا درج ذیل شواہد سے واضح ہو جاتا ہے

ا - حدیث اور روایت میں خبرِ واحد بھی معتبر اور حجت ہوتی ہے۔ ایک راوی خواہ وہ مرد یا عورت، صحابی ہو یا غیر صحابی اگر وہ ثقہ اور عادل ہونے کی اہلیت رکھتا ہو تو اُس کی روایت قبول کی جاتی ہے لیکن اگر وہی راوی کسی ایسے مقدمے میں تنہا گواہ بن کر کسی قاضی کے سامنے آجاتا ہے جس میں دو یا چار گواہوں کا نصاب ضروری ہے تو باوجود اُس راوی کی ثقاہت وعدالت کے قاضی اُس کی تنہا گواہی پر کسی ملزم کو نہ تو مجرم قرار دے سکتا ہے اور نہ ہی اُسے سزا دینے کا مجاز ہے۔

تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کی ایک زرہ اپنے عہد خلافت میں گم ہو گئی، اتفاق سے وہی زرہ آپ نے ایک یہودی کے پاس دیکھ لی اور پھر عدالت میں اُس کے خلاف دعویٰ دائر کیا۔ اس پر قاضی شریحؒ نے حضرت علیؓ سے ثبوت طلب کرتے ہوئے دریافت کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ألك بينة يا امير المؤمنين۔ امیرالمؤمنین! کیا آپ کے پاس اس دعوے کا کوئی ثبوت ہے؟ (کہ یہ زرہ اسی یہودی نے چرائی ہے۔)

(تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵)

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت علیؓ اگر کوئی حدیث بیان فرماتے تو پھر بھی آپ سے کوئی شخص یہ پوچھ سکتا تھا کہ وہ جناب! اس حدیث کا ثبوت لائیے، ورنہ آپ کی روایت کردہ حدیث کو قبول نہیں کیا جا سکتا"؟ یہ تو صرف مقدمات میں ہے کہ ایک قاضیٔ عدالت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرمان کے مطابق کہ؛

البينة على المدعى مدعی پر بار ثبوت ہے۔

بڑے سے بڑے صحابی سے بھی اُس کے دعوای کے حق میں ثبوت طلب کر سکتا ہے۔ جبکہ روایت حدیث کا معاملہ یہ ہے کہ محدثین کا یہ مسلمہ اُصول ہے کہ: الصحابة كلهم عدول تمام صحابہؓ (روایت میں) عادل ہیں۔

اور کسی صحابی پر روایتِ حدیث کے باب میں کوئی جرح نہیں ہو سکتی۔ یہ اسلامی قانون ہے کہ کسی ایک صحابی یا تابعی کی شہادت پر نہ کسی ملزم پر حدِ قذف جاری کی جا سکتی ہے نہ اُس پر حدِ زنا قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہی اُسے رجم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے لئے چار صحابی یا چار تابعی یا چار دوسرے عادل گواہوں کی شہادت درکار ہے اس کے بغیر حد کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لینے کی ہے کہ روایتِ حدیث اور چیز ہے اور ادائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہادت اور چیز ہے۔

ب۔ روایتِ حدیث میں یہ بات نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہوتی ہے کہ ایک راوی یہ بتلائے کہ "اخبرنا فلان عن فلان" (میں نے یہ حدیث فلاں سے سُنی ہے) اور اُس نے فلاں سے سُنی ہے) یہاں محض سماع بلکہ صحیح تر لفظوں میں "سماع علی السماع" بھی نہ صرف یہ کہ معتبر ہے بلکہ صحتِ حدیث کا ضامن ہے۔ لیکن کیا اسی سماع یا سماع علی السماع کو کوئی عدالت بھی بطور شہادت قبول کر سکتی ہے۔ جبکہ فقہائے اسلام کا اس امر میں اتفاق ہے کہ تمام مقدمات میں سماعی شہادت کا کچھ اعتبار نہیں ہے اور ادائے شہادت کیلئے ضروری ہے کہ واقعہ کا چشم دید گواہ موجود ہو ورنہ محض سنی سنائی شہادت ہرگز معتبر نہیں ہے۔

لہٰذا روایتِ حدیث اور عدالتی شہادت کو ایک سمجھنا بنیادی طور پہ غلط ہے اور اس کی بنیاد پہ عورت کی گواہی کو مرد کی گواہی کے برابر ٹھہرانا قیاس مع الفارق ہے۔

۷۔ اس سلسلے کا ساتواں اعتراض یہ ہے کہ اگر عورتوں کو مختلف مقدمات میں گواہ بننے سے روک دیا جائے۔ یا اُن کی گواہی کو آدھی گواہی مانا جائے تو یہ امر معاشرے میں جرائم کے اضافے کا موجب ہوگا۔

جواب: یہ ایک غلط فہمی ہے جو اسلام کے نظامِ قانون وعدالت کے بارے میں بے اعتمادی کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر فی الواقع ہمارے معاشرے میں اسلامی حدود و تعزیرات کو لفظاً و معناً In Letter and Spirit

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پورے خلوص کے ساتھ نافذ کیا جائے اور صرف مردوں کی شہادت ہی کو تسلیم کر لیا جائے تو ہم پورے وثوق سے یہ دعوےٰ کرتے ہیں کہ اسلام کی عبرتناک سزاؤں کی بدولت صرف ایک سال کے اندر اندر جرائم کا تقریباً خاتمہ ہو سکتا ہے۔

اس دنیا میں سعودی عرب اور امریکہ کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ ایک ملک میں عورت کی عدمِ شہادت یا نصفِ شہادت ہے اور جرائم نہ ہونے کے برابر ہیں۔ دوسرے ملک میں عورت کی پوری شہادت ہے مگر وہاں جرائم کی شرح خوفناک حد تک بڑھ چکی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کے چہرے کا پردہ

عورت کے پردے سے متعلق اکثر لوگ یہ خلطِ مبحث کرتے ہیں کہ وہ ستر اور حجاب میں کوئی فرق نہیں کرتے ۔جب کہ شریعتِ اسلامیہ میں ان دونوں کے الگ الگ احکام ہیں ۔عورت کا ستر یہ ہے کہ وہ اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا اپنا پورا جسم چھپائے گی ،جس کا کوئی حصہ بھی وہ اپنے شوہر کے سوا کسی اور کے سامنے کھول نہیں سکتی ۔ستر کا یہ پردہ ان افراد سے ہے جن کو شریعت نے "محرم" قرار دیا ہے اور ان محرم افراد کی پوری تفصیل قرآن مجید کی سورۂ نور آیت ۳۱ میں موجود ہے ۔اور ان میں عورت کا باپ ، اس کا بیٹا ، اس کا بھائی ، اس کا بھانجا اور اس کا بھتیجا وغیرہم شامل ہیں ۔ان محرم افراد سے عورت کے چہرے اور اس کے ہاتھوں کا پردہ نہیں ہے ۔البتہ ان کے سامنے عورت اپنے سر اور سینے کو اوڑھنی یا دوپٹہ وغیرہ سے ڈھانپے گی ۔ستر کے تمام احکام سورۂ نور میں بیان ہوئے ہیں اور ان کی تفصیلات ہمیں احادیثِ نبویؐ میں مل جاتی ہیں ۔گھر کے اندر عورت کے لئے پردے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی صورت ہے۔

مگر عورت کا حجاب اس کے ستر سے بالکل مختلف ہے اور یہ وہ پردہ ہے جب عورت گھر سے باہر کسی ضرورت کے لئے نکلتی ہے۔ اس صورت میں شریعت کے وہ احکام ہیں جو اجنبی مردوں سے عورت کے پردے سے متعلق ہیں۔ حجاب کے یہ احکام قرآن مجید کی سورۂ احزاب میں بیان ہوتے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ گھر سے باہر نکلتے وقت عورت جلباب یعنی بڑی چادر (یا برقع) اوڑھے گی تاکہ اس کا پورا جسم ڈھک جائے اور چہرے پر بھی چادر (یا برقعے) کا ایک ٹکڑا ڈالے گی۔ اب وہ صرف اپنی آنکھ کھلی رکھ سکتی ہے، باقی پورا جسم چھپائے گی۔ یہ چہرے پر نقاب کا حکم ہے۔ اجنبی مردوں سے عورت کا یہ وہ پردہ ہے جسے حجاب کہا جاتا ہے اردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا بھی کہتے ہیں۔

اس وضاحت کے بعد اب غور طلب امر یہ ہے کہ کیا گھر سے باہر نکلتے وقت عورت کے چہرے کا پردہ محض ایک رسم ہے جو "ملاؤں" نے ایجاد کر لی ہے یا یہ بھی قرآن مجید کا حکم ہے کہ مسلمان عورت اجنبی مردوں سے اپنے چہرے کا پردہ کرے گی؟ اس سوال کا جواب ہمیں سورۂ احزاب کی آیت ۵۹ میں مل جاتا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ	اے نبیؐ! اپنی بیویوں، بیٹیوں
لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ	اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو
وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ	کہ اپنے اُوپر اپنی چادروں کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

پلّو لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور انہیں کوئی نہ ستائے۔ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

سب سے پہلے اس آیت کے اصل الفاظ پر غور کیجیے۔ اس میں یُدْنِیْنَ کا لفظ آیا ہے، جس کا مصدر اِدْنَاء ہے اور عربی زبان میں اس کے معنی "قریب کرنے" اور "لپیٹ لینے" کے ہیں۔ مگر جب اس کے ساتھ علیٰ کا صلہ آجائے تو پھر اس میں اِرْخَاء کا مفہوم پیدا ہو جاتا ہے کہ "اوپر سے لٹکا لینا"۔ دوسرا اہم لفظ جلابیبھن ہے۔ جلابیب جمع ہے جلباب کی، جس کے معنی رداء یعنی "بڑی چادر" کے ہیں۔ اور اس کے ساتھ مِنْ کا حرف آیا ہے جو یہاں تبعیض ہی کے لئے ہو سکتا ہے یعنی چادر کا ایک حصہ۔ مطلب یہ ہے کہ عورتیں جب کسی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی بڑی چادریں اچھی طرح اوڑھ لپیٹ لیں اور ان کا ایک حصہ یا ان کا پلّو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں۔ اُردو زبان میں اسے گھونگھٹ نکالنا کہا جاتا ہے۔ ادناء علیٰ کے الفاظ کا استعمال عربی زبان میں اسی مفہوم کے لئے ہے۔ جب کسی عورت کے چہرے پر سے کپڑا سرک جائے تو اسے دوبارہ چہرے پر لٹکا لینے کے لئے عربی زبان میں یوں کہا جائے گا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادنی ثوبك علی وجھك — اپنا کپڑا اپنے چہرے پر لٹکالو۔

اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ عورت کے لئے چہرے کے پردے کا یہ حکم اجنبی مردوں سے متعلق ہے تو یہ مفہوم لینے کا واضح قرینہ اسی آیت کے ان الفاظ میں موجود ہے کہ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۔ یعنی جب عورتیں اپنے چہرے کا پردہ کریں گی تو اجنبی لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شریف زادیاں ہیں ۔ اس طرح کسی بدباطن کو یہ جرأت نہ ہوگی کہ وہ ان کو چھیڑے یا ستائے ۔ ظاہر ہے کہ اس طرح پہچاننے کی اور چھیڑنے ستانے کی صورت گھر سے باہر کے ماحول ہی میں پیش آسکتی ہے ۔

دوسرے یہ کہ بڑی چادر لینے کی ضرورت بھی گھر سے باہر ہی ہوسکتی ہے ۔ کیونکہ کام کاج کی وجہ سے عموماً گھر میں عورتیں ہر وقت بڑی چادریں نہیں اوڑھ سکتیں ۔ اور تیسرے یہ کہ گھر کے اندر عورت کے پردے کے بارے میں الگ سے حکم موجود ہے جو سورۂ نور کی آیت ۳۱ میں اس طرح آیا ہے کہ : وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ اور عورتوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈال لیا کریں ۔ گویا گھر کے اندر عورت کو چادر پہننے کی ضرورت نہیں ، صرف اوڑھنی کافی ہوسکتی ہے ۔ اور جب وہ گھر سے باہر نکلے گی تو بڑی چادر لے کر نکلے گی جس کا ایک حصہ اپنے چہرے پر بھی ڈال لے گی ۔

اُمتِ مسلمہ کے تمام جلیل القدر مفسرین نے سورۂ احزاب کی اس آیت کا یہی مفہوم بیان کیا ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱ ۔ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس کی جو تفسیر بیان فرمائی ہے اسے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے کہ

امر اللہ نساء المؤمنین	اللہ نے مسلمان عورتوں کو حکم
اذا خرجن من بیوتھن	دیا ہے کہ جب وہ کسی کام
فی حاجۃ ان یغطین	کے لئے گھروں سے نکلیں
وجوھھن من فوق	تو اپنی چادروں کے پلو اوپر
رؤوسھن بالجلابیب	سے ڈال کر اپنا منہ چھپالیں
ویبدین عیناواحدۃ۔	اور صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں

۲ ۔ ابن جریر اور ابن المنذر کی روایت ہے کہ محمد بن رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ السلمانی سے اس آیت کا مطلب پوچھا۔ یہ حضرت عبیدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمان ہو چکے تھے مگر حاضر خدمت نہ ہو سکے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مدینے آئے اور وہیں کے ہو کر رہ گئے ۔ انہیں فقہ اور قضاء میں قاضی شریح کے ہم پلہ مانا جاتا تھا ، انہوں نے جواب میں کچھ کہنے کی بجائے اپنی چادر اٹھائی اور اسے اس طرح اوڑھا کہ پورا سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ کھلی رکھی ۔

حضرت قتادہ اور سُدّی نے بھی اس آیت کی قریب قریب یہی تفسیر بیان فرمائی ہے ۔

۳ ۔ امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر جامع البیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ج ۲۲، ص ۳۲ پر اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ:

"شریف عورتیں اپنے لباس میں لونڈیوں سے مشابہ بن کر گھر سے نہ نکلیں کہ اُن کے چہرے اور سر کے بال کھلے ہوئے ہوں، بلکہ انہیں چاہیئے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ تاکہ کوئی فاسق ان کو چھیڑنے کی جرأت نہ کرے۔

۴۔ امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر کبیر میں اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

فامر اللہ الحرائر بالتجلبب	اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر
... المراد یعرفن	اوڑھنے کا حکم دیا ہے....
انھن لا یزنین	اس سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں
لان من تستر وجھھا	کو معلوم ہو جائے کہ یہ بدکار
مع انہ لیس بعورۃ	عورتیں نہیں ہیں۔ کیونکہ جو
لا یطمع فیھا انھا	عورت اپنا چہرہ چھپائے
تکشف عورتھا فیعرفن	گی، حالانکہ چہرہ ستر میں داخل
انھن مستورات	نہیں ہے، اس سے کوئی شخص
لا یمکن طلب	یہ توقع نہیں کر سکتا کہ وہ اپنا
الزنا منھن۔	ستر غیر کے سامنے کھولنے پر راضی
(تفسیر کبیر جلد ۶، صـ۵۹۱)	ہو گی۔ اس طرح ہر شخص

جان لے گا کہ یہ باپردہ عورتیں ہیں، ان سے زنا کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵ - علامہ زمخشری جو کہ مشہور نحوی مفسر ہیں اسی آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یرخینہا علیہن و یعظین بہا وجوہہن واعطافہن۔ (الکشاف ج ۲، ص ۲۲۱)	وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اس سے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں۔

۶ - علامہ نظام الدین نیشاپوری اپنی تفسیر غرائب القرآن جلد ۲۲ ص ۳۲ پر اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"عورتیں اپنے اوپر چادر کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں۔ اس طرح عورتوں کو سر اور چہرہ ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے"۔

۷ - مشہور حنفی مفسر ابوبکر جصاص اپنی تفسیر احکام القرآن ج ۳، ص ۴۵۸ پر اسی آیت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں کہ:

قال ابوبکر فی ہذہ الآیۃ دلالۃ ان المرءۃ ماموراۃ بستر وجہہا عن الاجنبین واظہار الستر و العفاف عند الخروج لئلا یطمع اہل الریب	یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت آبی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ تاکہ مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیھن ۔ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں"

۸ ۔ علامہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی اپنی تفسیر "تفسیر نسفی" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ :

ومعنی یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ	اور آیت کے الفاظ یدنین
مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ۔	علیھن من جلابیبھن
یرخینھن عَلَیْھِنَّ و	کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں
یغطین بھا وجوھھن	اپنے اوپر اپنی چادروں
واعطافھن ۔	کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں

اور اس طرح اپنے چہروں اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں ۔ (تفسیر نسفی ج ۳ ص ۳۱۳)

۹ ۔ مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ :۔

"اس آیت نے بصراحت چہرہ کے چھپانے کا حکم دیا ہے جس سے اس مضمون کی مکمل تائید ہو گئی جو اوپر حجاب کی پہلی آیت کے ذیل میں مفصل بیان ہو چکا ہے کہ چہرہ اور ہتھلیاں اگرچہ فی نفسہ ستر میں داخل نہیں ۔ مگر بوجہ خوفِ فتنہ کے ان کا چھپانا بھی ضروری ہے ، صرف مجبوری کی صورتیں مستثنیٰ ہیں ۔" (معارف القرآن جلد ۷ ، ص ۲۴۲)

۱۰ ۔ مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی مرحوم نے اس آیت کے تحت اپنی تفسیر "تفہیم القرآن" میں لکھا ہے کہ :

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اللہ تعالیٰ صرف چادر لپیٹ کر زینت چھپانے ہی کا حکم نہیں دے رہا ہے بلکہ یہ بھی فرما رہا ہے کہ عورتیں چادر کا ایک حصہ اپنے اوپر سے لٹکا لیا کریں۔ کوئی معقول آدمی اس ارشاد کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں لے سکتا کہ اس سے مقصود گھونگھٹ ڈالنا ہے تاکہ جسم و لباس کی زینت چھپنے کے ساتھ ساتھ چہرہ بھی چھپ جائے۔

(تفہیم القرآن ج چہارم ص ۱۳۱)

۱۱۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"قرآن نے اس جلباب سے متعلق یہ ہدایت فرمائی کہ مسلمان خواتین گھروں سے باہر نکلیں تو اس کا کچھ حصہ اپنے اوپر لٹکا لیا کریں تاکہ چہرہ بھی فی الجملہ ڈھک جائے اور انہیں چلنے پھرنے میں بھی زحمت نہ آئے۔" یہی جلباب ہے جو آج بھی دیہات میں شریف بوڑھی عورتیں لیتی ہیں جس نے بڑھ کر برقع کی شکل اختیار کر لی ہے۔

(تدبر قرآن۔ ج ۶، ص ۲۶۹)

۱۲۔ پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" جلد ۴، ص ۹۵ پر اس آیت کے تحت لکھتے ہیں کہ:

"اے نبی مکرم! آپ اپنی ازواج مطہرات، اپنی دختران پاک نہاد اور ساری مسلمان عورتوں کو یہ حکم دے دیں کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو ایک بڑی چادر سے اپنے آپ کو اچھی طرح لپیٹ لیا کریں تاکہ دیکھنے والوں کو پتہ چل جائے کہ یہ مسلمان خاتون ہے اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح کسی بدباطن کو تمہیں ستانے کی جرأت نہ ہوگی"

حضرات مفسرین نے سورۂ احزاب کی اسی زیرِ بحث آیت ۵۹ میں چہرے کے پردے کا حکم سمجھا ہے اور چہرے کا یہ پردہ خود قرآن مجید سے ثابت ہے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے پیشِ نظر زنا اور زنا کے مقدمات و محرکات کی پیش بندی اور روک تھام ہے۔ درنہ حقیقت ہر شخص پر عیاں ہے کہ ایک جوان عورت کا چہرہ ہی سب سے زیادہ جاذبِ نگاہ اور صنفی محرک ہوتا ہے' بالخصوص جب اسے غازہ ورنگ سے بھی خوب مزین کر دیا جائے۔ فقط چہرہ دیکھ لینے ہی سے عورت کے حسن و جمال کا اندازہ کر لیا جاتا ہے اور بغیر چہرہ دیکھے اُس کے حسن و جمال کا تصور ممکن نہیں ہوتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ جو اسلام محرکاتِ زنا کو ایک ایک کر کے اُن کی ممانعت کرتا ہے۔ وہ نامحرم عورت کو دیکھنے پر پابندی لگاتا ہے اور غضِّ بصر کا حکم دیتا ہے۔ وہ مرد اور عورت کو تنہائی میں یکجا ہونے سے روکتا ہے۔ وہ عورت کو کسی غیر مرد سے بات کرتے وقت لگاوٹ کا لہجہ اختیار کرنے سے منع کرتا ہے۔ جو اُس کی آواز کا پردہ چاہتا ہے کہ عورت نماز میں امام کو اس کی غلطی پر ٹوکنے کے لئے سبحان اللہ تک نہ کہے۔ عورت اپنی کوئی زینت بھی غیر مرد کو نہ دکھلائے۔ وہ اسلام یہ کیسے چاہے گا کہ چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑے دروازے کو چوپٹ کھلا چھوڑ دیا جائے اور نسوانی حسن و جمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے مرکز چہرے کو چھپانے کا کوئی حکم نہ دے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم سے، احادیث سے، صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے نظائر سے اور فقہ سے عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہے۔ البتہ خاص حالات اور مجبوری کی صورت میں عارضی طور پر یہ پابندی اُٹھ بھی سکتی ہے۔ کیونکہ اسلام کوئی جامد اور غیر عقلی مذہب نہیں ہے۔ ہنگامی اور جنگی صورتِ حال میں، حج کے مناسک ادا کرتے وقت اور علاج معالجے کی صورت میں اور زیادہ بوڑھی عورت کے لئے چہرے کے پردے میں رخصت دی گئی ہے۔ مگر اصل حکم جو عام ہے اور سب کے لئے ہے وہ یہی ہے کہ اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ ضروری ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے اسی کا حکم دیا ہے۔ اب یہ مسلمان عورتوں کا کام ہے کہ وہ دینِ اسلام کے ایک حکم کی پیروی کرتے ہوئے اجنبی مردوں سے اپنے چہروں کا پردہ کیا کریں یا پھر اسلام کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مغرب کی اندھی تقلید کرتی پھریں اور جو چاہے کریں۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ اس کی جوابدہ ہوں گی۔

---

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقبال کا تصوّرِ جنّت و دوزخ

اقبال مرحوم ایک عظیم شاعر، فلسفی اور کاروانِ اُمّت کے حُدی خواں تھے۔ فی الحقیقت اُن کے سوا تاریخِ اسلامی میں کوئی ایسا شاعر پیدا نہیں ہوا جس نے اسلام کے پورے نظامِ فکر و عمل کو شاعری کا خوبصورت اور دل آویز جامہ پہنایا ہو۔ اُن کے کلام میں بیک وقت حافظ کی رنگینیٔ بیان، زُہَیر کا حکیمانہ لہجہ اور غالب کی شوخیٔ ادا پائی جاتی ہے۔ آج بین الاقوامی سطح پر وہ ایک مُسلّم مُفکّر کی حیثیت سے مشہور و معروف ہیں۔

تاہم اُنہوں نے جنّت و دوزخ کے بارے میں جو تصوّر اپنی انگریزی تصنیف

"The Reconstruction of Religious Thought in Islam"

(تشکیلِ جدید الٰہیاتِ اسلامیہ) کے خطبۂ چہارم

" The Human Ego - His Freedom and Immortality "

(انسانی خودی ـــ اُس کی حُرّیّت و ابدیّت) میں پیش کیا ہے اور جسکی تشریح و توضیح ہمیں "پیامِ مشرق" اور "جاوید نامہ" میں شاعرانہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُسلوبِ بیان کے ساتھ ملتی ہے، وہ نہایت قابلِ غور ہے۔

اقبال مرحوم کی رائے میں جنّت اور دوزخ مقامات نہیں ہیں بلکہ احوال وکیفیات کے نام ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

Heaven and Hell are states, not localities. The descriptions in the Quran are visual representations of an inner fact, i.e. character. Hell, in the words of the Quran, is 'God's kindled fire which mounts above the hearts'—the painful realization of one's failure as a man. Heaven is the joy of triumph over the forces of disintegration.

ترجمہ: جنّت اور دوزخ احوال وکیفیات ہیں، مقامات نہیں ہیں۔ قرآن مجید میں ان کی جو کیفیت بیان کی گئی ہے، اُس سے مقصود بھی یہی ہے کہ ایک داخلی حقیقت، یعنی انسان کے اندرونی احوال کا نقشہ اُس کی آنکھوں میں پھر جائے۔ جیسا کہ دوزخ کے بارے میں ارشاد ہے کہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں پر چڑھتی ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ انسان کے اندر بحیثیت انسان اپنی ناکامی کا دردانگیز احساس ہے۔ اسی طرح جنّت کا مطلب ہے فنا اور ہلاکت کی قوتوں پہ غلبے اور کامرانی کی مسرّت" (ص ۱۲۳)

مزید براں اقبال مرحوم کے نزدیک جو لوگ جنّت یا دوزخ میں ہونگے، اُن کے لئے خلود (ہمیشگی) نہیں ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنّت کی نعمتوں سے بہرہ مند یا دوزخ کے عذاب میں گرفتار نہیں رہیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ بھی ایک دورِ زمانی ہو گا جو کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا۔ جنت اور دوزخ میں عدمِ خلود کے اس تصوّر سے متعلق اقبال مرحوم کے الفاظ یہ ہیں :۔

The word 'eternity' used in certain verses, relating to Hell, is explained by the Quran itself to mean only a period of time (78: 23). Time cannot be wholly irrelevant to the development of personality. Character tends to become permanent; its reshaping must require time. Hell, therefore, as conceived by the Quran, is not a pit of everlasting torture inflicted by a revengeful God; it is a corrective experience which may make a hardened ego once more sensitive to the living breeze of Divine Grace. Nor is Heaven a holiday. Life is one and continuous. Man marches always onward to receive ever fresh illuminations from an Infinite Reality which 'every moment appears in a new glory'. And the recipient of Divine illumination is not merely a passive recipient. Every act of a free ego creates a new situation, and thus offers further opportunities of creative unfolding.

"قرآن مجید نے لفظِ "خلود" کی تشریح بھی دوسری آیات میں اس طرح کر دی ہے کہ اس سے مُراد محض ایک مدّتِ زمانی (۷۸ : ۲۳) ہے یُوں بھی انسانی سیرت کا تقاضا ہے کہ جُوں جُوں زمانہ گزرے، اس میں سختی اور پختگی پیدا ہوتی جائے، لہٰذا سیرت اور کردار کی تبدیلی کے لئے بھی "وقت" کی ضرورت ہو گی۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو جہنم بھی کوئی "گڑھا" نہیں ہے جسے منتقم خدا نے اس لئے تیار کر رکھا ہے کہ گنہگار ہمیشہ اس میں گرفتارِ عذاب رہیں۔ وہ درحقیقت تادیب کا ایک عمل ہے تاکہ جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی پتھر کی طرح سخت ہوگئی ہے وہ پھر رحمتِ خداوندی کی نسیمِ جاں فزا کا اثر قبول کرسکے۔ لہٰذا جنت بھی لطف وعیش یا آرام و تعطل کی کوئی حالت نہیں۔ زندگی ایک ہے اور مسلسل، اور اس لئے انسان بھی اس ذاتِ لامتناہی کی نو بہ نو تجلیات کے لئے جس کی ہر لحظہ ایک نئی شان ہے، ہمیشہ آگے ہی آگے بڑھتا رہے گا۔ پھر جس کسی کے حصے میں یہ سعادت آئی ہے کہ تجلیاتِ الٰہیہ سے سرفراز ہو وہ صرف اُن کے مشاہدے پر قناعت نہیں کرے گا۔ خودی کی زندگی اختیار کی زندگی ہے جس کا ہر عمل ایک نیا موقف پیدا کر دیتا اور یوں اپنی خلاقی اور ایجاد و طباعی کے لئے نئے نئے مواقع بہم پہنچاتا ہے۔" (ص ۱۲۳)

اقبال مرحوم نے اپنے انہی تصورات کو اپنے اشعار میں بھی کئی جگہ پیش کیا ہے۔ اپنے مجموعۂ کلام "پیامِ مشرق" کے حصۂ 'افکار' میں 'حور و شاعر' کے عنوان سے گوئٹے کے نام جو جوابی نظم لکھی ہے، اس میں بھی اُنہوں نے جنت و دوزخ سے متعلق اپنے یہی نظریات ظاہر کئے ہیں۔ اس مکالماتی نظم میں حورِ بہشت شاعر (اقبال) سے یہ شکایت کرتی ہے۔

نہ بہ بادہ میل داری نہ بمن نظر کشائی
عجب ایں کہ تو نہ دانی رہ و رسمِ آشنائی

ترجمہ: تُو نہ تو شراب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور نہ میری جانب نگاہ اُٹھاتا ہے۔ تعجب ہے کہ تجھے آدابِ محبت بھی معلوم نہیں ہیں۔

اس کے جواب میں شاعر (اقبال) کہتا ہے کہ ؎

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چہ کنم کہ فطرتِ من بہ مقام درنسازد
دلِ ناصبور دارم چو صبا بہ لالہ زارے
چو نظر قرار گیرد بہ نگارِ خوبروئے
تپد آں زماں دلِ من پئے خوبتر نگارے
ز شرر ستارہ جُویم، ز ستارہ آفتابے
سرِ منزلے ندارم کہ بمیرم از قرارے
چو ز بادۂ بہارے، قدحے کشیدہ خیزم
غزلے دگر سرایم بہ ہوائے نوبہارے
طلبم نہایتِ آں کہ نہایتے ندارد
بہ نگاہِ ناشکیبے، بہ دلِ اُمیدوارے
دلِ عاشقاں بمیرد بہ بہشتِ جاودانے
نہ نوائے دردمندے، نہ غمے، نہ غمگُسارے

(کلیاتِ اقبال، فارسی، ص ۲۹۶ تا ۲۹۸)

ترجمہ:

—— "میں کیا کروں میرے مزاج کو کسی مقام سے سازگاری نہیں ہے۔ میرا دل ہر وقت بے قرار رہتا ہے جیسے باغ میں صبا بیقرار رہتی ہے۔

—— جب میری نگاہ کسی خوبصورت محبوب پر پڑتی ہے تو میرا دل اُسی وقت کسی اور زیادہ خوبصورت محبوب کی طلب میں تڑپنے لگتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

——— مجھے سفر کے بعد ستارے کی اور ستارے کے بعد سورج کی تلاش رہتی ہے۔ میری کوئی منزل نہیں ہے کیونکہ کسی جگہ مقیم ہو جانا میرے لئے موت ہے۔

——— جب میں موسم بہار کی شراب کا ایک جام لنڈھا کر اٹھتا ہوں تو فضائے نو بہار میں آکر ایک تازہ غزل کہتا ہوں۔

——— مجھے اپنی بے چین نگاہ اور اپنے پُر اُمید دل کے ساتھ ایسی انتہا کی تلاش ہے۔ جس کی اور کوئی انتہا نہیں۔

——— عاشقوں کا دل اُس بہشتِ جاودانی میں پہنچ کر مرجاتا ہے جہاں کسی دردمند کی صدا نہیں، جہاں کوئی غم نہیں اور کوئی غم گسار نہیں۔"

اسی طرح "جاوید نامہ" میں بھی اقبال مرحوم اپنے اسی تصوّر کو مُرشد رُومیؒ کی زبان سے یُوں بیان کرتے ہیں:۔ ؎

آنچہ خوانی کوثر و غلمان و حُور
جلوۂ ایں عالمِ جذب و سُرور

(کلیاتِ اقبالؒ فارسی، ص ۳۴۷)

ترجمہ: جو کچھ تُو کوثر، غلمان اور حُوروں کے بارے میں پڑھتا سُنتا ہے، اُس کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ اسی جذب و سُرور کی دُنیا کا ایک جلوہ ہے۔

اور "جاوید نامہ" میں جب زندہ رود (اقبال) فردوسِ بریں سے رُخصت ہونے لگتا ہے تو جنّت کی حُوریں اُس سے ہم نشینی کی فرمائش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرتی ہیں ۔ ؎

برلبِ شاں زندہ رود، اے زندہ رود
زندہ رود، اے صاحبِ سوز و سُرود
شور و غوغا از یسار و از یمیں
یک دو دم با ما نشیں، با ما نشیں

(کلّیاتِ اقبال، فارسی، ص ۷۷۴)

ترجمۂ اشعار:

—— " اُن کے لبوں پر زندہ رود، زندہ رود کا نام ہے اور وہ زندہ رود کو جو کہ صاحبِ سوز و سرود ہے، پکار رہی ہیں ۔ دائیں بائیں ہر طرف اُن کا شور و غوغا ہے، اور وہ کہتی ہیں کہ اور کچھ دیر کے لئے ہمارے ساتھ رہو ۔ "

مگر اُن کے جواب میں زندہ رود (اقبال) یہ کہتا ہے ۔ کہ ؎

راہرو کو داند اسرارِ سفر | ترسد از منزل ز رہزن بیشتر
عشق در ہجر و وصال آسودہ نیست | بے جمالِ لایزال آسودہ نیست
ابتدا پیشِ بتاں افتادگی | انتہا از دلبراں آزادگی
عشق بے پروا دہر دم در رحیل | در مکان و لامکاں ابن السبیل

کیشِ ما مانندِ موجِ تیز گام
اختیارِ جادہ و ترکِ مقام

(کلّیاتِ اقبال، فارسی، ص ۷۷۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ترجمۂ اشعار:

——— " وہ راہرو جو سفر کے رازوں سے واقف ہے، اُسے خوفِ رہزن سے بڑھ کر خوفِ منزل ہوتا ہے۔

——— عشق کو نہ ہجر میں چین ہے نہ وصال میں، اُسے جمالِ لازوال کے بغیر آسودگی کہاں؟

——— عشق کی ابتدا محبوبوں کے سامنے عجز و انکساری ہے اور اس کی انتہا دلبروں سے بے نیاز ہو جانا ہے۔

——— عشق بے پروا ہے، ہر وقت محوِ سفر رہتا ہے۔ مکاں ہو یا لامکاں وہ دونوں ہی میں مسافر ہوتا ہے۔

——— ہمارا مذہب وہ ہے جو تیز رفتار موج کا ہے۔ ہم راستہ تو اختیار کرتے ہیں مگر کسی مقام پر ٹھہرا نہیں کرتے۔"

اقبال مرحوم کے انہی تصوّرات کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم نے اپنی کتاب "فکرِ اقبال" میں لکھا ہے کہ:

" اقبال کے ہاں عذاب و ثواب اور جنّت و دوزخ کا تصوّر بھی عام عقائد سے بہت کچھ الگ ہو گیا ہے۔ وہ جنّت کو مومن کا مقصود نہیں سمجھتا اور نہ ہی اُسے ابدی عشرت کا مقام خیال کرتا ہے، اس کے نزدیک جنّت یا دوزخ مقامی نہیں بلکہ نفسی ہیں:

جس کا عمل ہے بے غرض، اس کی جزا کچھ اور ہے
حُور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(فکرِ اقبال، ص ۱۲۵، مطبوعہ بزمِ اقبال، لاہور)

اقبال مرحوم کی کتاب 'تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ' کے خطبۂ چہارم کے مضمنات پر اقبال کی ترجمانی کرتے ہوئے، ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم مزید لکھتے ہیں کہ:

"اگر ہم مکانی تصوّرات سے نجات حاصل کرلیں تو یہ عقیدہ بھی قائم کر سکتے ہیں کہ جنّت و دوزخ مقامات کا نام نہیں، بلکہ نفس کے احوال کا نام ہے۔ از روئے قرآن دوزخ کی آگ کسی خارجی ایندھن سے نہیں جلتی بلکہ اس کے شعلے قلوب میں سے اُٹھتے ہیں۔"

(فکرِ اقبال، ص ۳۲۸)

ان تصوّرات کا تجزیہ

ہمارے نزدیک اقبال مرحوم کے یہ دونوں تصوّرات — جنّت و دوزخ کا مقامات کی بجائے احوال و کیفیّات ہونا اور وہاں کی زندگی میں عدمِ خلود ہونا — قرآن مجید کی آیات اور اُس کے نصوص کے صریحًا خلاف اور غلط ہیں۔

اپنے پہلے تصوّر کے حق میں اُنہوں نے جو قرآنی دلیل دی ہے، اُس کا اصل حوالہ یہ ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ	وہ اللہ کی بھڑکاتی ہوئی آگ
الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ؕ	ہے جو دلوں تک پہنچتی ہے

(ھُمَزَہ، آیت ۶، ۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان دونوں آیاتِ قرآنی سے اقبال مرحوم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے، بلکہ ناکامی کے درد انگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔

اب ذرا ان دونوں آیاتِ مذکورہ کا اصل سیاقِ کلام ملاحظہ ہو۔

ارشادِ ربانی ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ	ہلاکت ہے اُس شخص کیلئے
الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ	جو لوگوں پر طعن کرتا اور پیٹھ
يَحْسَبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ	پیچھے اُن کی بُرائیاں کرنے
كَلَّا لَيُنبَذَنَّ فِي	کا خوگر ہے، جو مال جمع کرتا
الْحُطَمَةِ وَمَا أَدْرَاكَ	ہے اُسے گِن گِن کر رکھتا ہے۔
مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللَّهِ	وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال
الْمُوقَدَةُ الَّتِي تَطَّلِعُ	ہمیشہ اُس کے پاس رہے گا۔
عَلَى الْأَفْئِدَةِ إِنَّهَا	ہرگز نہیں، وہ شخص چکنا چُور
عَلَيْهِم مُّؤْصَدَةٌ	کر دینے والی جگہ میں پھینک
فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ	دیا جائے گا۔ اور تمہیں کیا
(سورۃ ہمزۃ)	معلوم وہ چکنا چُور کر دینے والی

جگہ کیا ہے؟ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک پہنچے گی۔ وہ اُن پر ڈھانک کر بند کر دی جائے گی، اس حالت میں کہ وہ اُونچے اونچے ستونوں میں گھِرے ہوئے ہوں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پوری سورہ کے اس سیاق کلام میں لَيُنۡبَذَنَّ فِي الۡحُطَمَةِ (وہ شخص چکنا چور کر دینے والی جگہ میں پھینک دیا جائے گا) اور فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (وہ اونچے اونچے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے) کے قرآنی الفاظ بول بول کر اس امر کی وضاحت کر رہے ہیں کہ اس میں "اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ" سے وہ دوزخ مراد ہے جو ایک آتشیں مقام اور جگہ ہے۔

پھر دوزخ کے مقام ہونے کے بارے میں قرآن مجید میں اتنے واضح دلائل، نظائر اور نصوص موجود ہیں، جن سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ اور ان شواہد کی موجودگی میں دوزخ کا کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لیا جا سکتا جو دوزخ ہی سے متعلق قرآن مجید کی دوسری تصریحات سے متصادم یا اُن کے منافی ہو۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ دوزخ کو بِئۡسَ الۡمَصِيرُ (البقرہ ۱۲۶) اور بِئۡسَ الۡمِهَادُ (آل عمران ۱۲) کہا گیا ہے جن کے معنی ہیں "برا ٹھکانا"۔ کہیں اُسے دَارُ الۡفَاسِقِينَ (فاسقوں کا گھر۔ الاعراف ۱۴۵) قرار دیا ہے، کبھی اُسے دَارَ الۡبَوَارِ (ہلاکت خانہ۔ ابراھیم ۲۸) کا نام دیا گیا ہے۔ کبھی اُسے مَثۡوَى الظّٰلِمِينَ (ظالموں کے رہنے کی جگہ۔ آل عمران ۵۱) سے تعبیر کیا ہے۔ کبھی اُسے بِئۡسَ الۡقَرَارُ (بری جگہ۔ ابراھیم ۲۹) بتایا ہے، اور کہیں اُسے هَاوِيَةٌ (گڑھا القارعۃ ۹) کہا ہے۔

قرآن مجید کے اس قدر کثیر نصوص اور تعلیمات کے ہوتے ہوئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آخر سورہ ھُمَزَہ کے مذکورہ حوالے کی بنیاد پر یہ کہنے کی گنجائش کہاں ہے کہ دوزخ کوئی مقام نہیں ہے اور وہ ناکامی کے دردانگیز احساس کی کیفیت کا نام ہے۔

دوسری جانب جنت کے مقام و مستقر ہونے کے نصوص اور قطعی دلائل بھی خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

۱۔ سورۂ فرقان میں 'عباد الرحمان' (اللہ کے نیک بندوں) کا انجام اس طرح بتایا گیا ہے کہ وہ ایک اچھے مستقر اور مقام میں ہمیشہ رہیں گے۔

اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ	ان لوگوں کو اُن کے صبر کے
الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا	بدلے جنت میں رہنے کو
وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا	بالاخانے ملیں گے اور وہاں
تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۙ خٰلِدِيْنَ	دعا اور سلام کے ساتھ اُن
فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا	کا استقبال کیا جائے گا۔
وَّمُقَامًا ۔	جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔
(الفرقان آیت ۷۵، ۷۶)	وہ کیا ہی اچھی جگہ ہے

تھوڑی دیر ٹھہرنے کے لئے ہو یا مستقل طور پر رہنے کے لئے۔

۲۔ سورۃ نازعات آیت ۴۱ میں بتایا کہ نیک نفس انسان کے لئے جنت کا ٹھکانا ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی ۝ پھر جنت اس کا ٹھکانا ہے۔

۳۔ سورۃ دخان میں ہے کہ پرہیزگاروں کے لئے جنت اور چشموں کی جائے امن ہوگی۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ بے شک پرہیزگار لوگ

اَمِیْنٍ ۝ فِیْ جَنّٰتٍ امن کی جگہ پر ہوں گے،

وَّ عُیُوْنٍ ۝ (آیت ۵۱،۵۲) باغوں میں اور چشموں میں۔

اب آیئے اس قرآنی دلیل کی طرف جس کی بنیاد پر اقبال مرحوم نے جنت اور دوزخ میں عدمِ خلود ہونے کا نظریہ قائم کیا ہے۔ جس آیت کا حوالہ انہوں نے دیا ہے وہ سورۃ نبا کی آیت نمبر ۲۳ ہے، جہاں اللہ کے باغیوں کو جہنم کی وعید سنانے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ:

لّٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا ۝ وہ اس میں رہیں گے قرنوں تک۔

اس آیت کے لفظ احقاب سے اقبال مرحوم یہ استدلال کرتے ہیں کہ یہ قرنوں تک کی مدت کہیں جا کر ختم ہو جائے گی۔ لہٰذا دوزخ میں کسی کے لئے بھی خلود نہ ہوگا۔

مگر یہ استدلال کئی وجوہ سے غلط ہے اور قرآن مجید کی تعلیمات کے قطعی خلاف ہے۔

۱۔ لغت کی دلیل:

پہلی بات جو اقبال مرحوم کے استدلال کی کمزوری کو ظاہر کرتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ لفظِ احقاب کے لُغوی معنی و مفہوم کو صحیح طور پر نہ سمجھنے کی ہے۔ عربی لُغت میں احقاب دو احد حقب اور حقبہ کے معنی ہیں لامتناہی زمانے، کے ہیں۔ عربی زبان کے مشہور و مُستند لُغت "لسان العرب" میں اسی لفظ کے معنی مُدَّۃٌ لَا وَقْتَ لَهَا (جلد ۱، ص ۳۲۶) کے بیان کیے گئے ہیں، جس کے معنی ہیں "وہ ایسی مُدّت جس کے ختم ہونے کے لئے کوئی وقت نہ ہو" پھر اسی لُغت میں مشہور ماہر لُغت "فراء" کا قول درج کیا گیا ہے جس کے نزدیک اس آیت مذکورہ کا مفہوم یہ ہے:

"والمعنیٰ انھم یلبثون فیھا احقابا، کلما مضیٰ حقب تبعہ حقب آخر" (لسان العرب جلد اوّل، ص ۳۲۶)	اور اس کے معنی کہ وہ دوزخ میں احقاب کی مُدّت رہیں گے۔ یہ ہیں کہ جب ایک دورِ زمانی گزرے گا تو پھر دوسرا دورِ زمانی شروع ہو جائے گا۔"

عربی زبان کے ایک ماہر لُغت مفسّرِ قرآن علامہ زمخشری نے اپنی مشہور تفسیر "الکشاف" میں لَبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا کی اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ:۔

"احقابا: حقبا بعد حقب کما مضیٰ حقب تبعہ آخر الیٰ	احقاب کے معنی ہیں ایک مدتِ دراز ختم ہونے کے بعد دوسری مدتِ دراز کا شروع ہو جانا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غير نهاية ولا يكاد	لامتناہی طور پر۔ حقب اور
يستعمل الحقب و	حقبہ (جمع احقاب) کے الفاظ
الحقبة الآحيث يراد	کا استعمال صرف ایسی صورت
تتابع الازمنة و	میں ہوتا ہے جہاں پے در پے
توالیها ۔	ایک زمانہ ختم ہو جانے کے
(الکشاف، جلد ۴، ص ۲۰۹	بعد دوسرے زمانے کا آغاز
طبع مصر)	ہو جانا مُراد ہوتا ہے ۔

مولانا عبدالماجد دریا بادی مرحوم نے قرآن مجید کی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

"احقاب کے صیغۂ جمع آجانے سے کوئی گنجائش دوزخ کے عدم خلود کے قائلوں کے لئے نہ رہی۔"

(بحوالہ ترجمہ و تفسیر قرآن مجید، ص ۱۱۷۰، مطبوعہ تاج کمپنی لمیٹڈ)

مولانا امین احسن اصلاحی نے آیتِ مذکورہ کا یہ مطلب تحریر کیا ہے:

"لٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا، اَحْقَابٌ کے معنی قرنوں کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن میں جگہ جگہ 'خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا' کے الفاظ سے ہو گئی ہے یعنی وہ اس میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ بعض لوگوں نے اس سے طویل مدت مُراد لے کر یہ نتیجہ نکالنے کی کوشش کی ہے کہ جہنم بالآخر ایک دن ختم ہو جائے گی لیکن یہ رائے غلط ہے۔ زبان کے سمجھنے کا طریقہ یہ ہے کہ مُجمل کی شرح مفصّل کی روشنی میں کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہ کہ مفصّل کی شرح مجمل کی روشنی میں ۔ "خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا" کے الفاظ ظاہر ہے کہ مفصّل ہیں اور لفظ احقاب مجمل ۔ اس مجمل کو مفصّل کی روشنی میں سمجھیں گے نہ کہ اس کے برعکس ۔

علاوہ ازیں یہاں انجام باغیوں اور سرکشوں کا بیان ہوا ہے جس کے لئے قرآن کے دوسرے مقامات میں یہ تصریح ہے کہ ان کو جہنّم سے کبھی نکلنا نصیب نہ ہو گا ۔"

(تدبّرِ قرآن ، جلد ۹ ، ص ۱۶۳ ، لاہور ، ۱۹۸۳ء)

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم اس آیت کی تفسیر لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ :

" اصل میں لفظ ' احقاب ' استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں پے درپے آنے والے طویل زمانے ، ایسے مسلسل ادوار کہ ایک دَور ختم ہوتے ہی دوسرا دَور شروع ہو جائے ۔ اس لفظ سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کرنے کی کوشش کی ہے کہ جنّت کی زندگی میں تو ہمیشگی ہو گی ۔ مگر جہنّم میں ہمیشگی نہیں ہو گی ، کیونکہ یہ مدّتیں خواہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں ، بہرحال جب مدّتوں کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو اس سے یہی متصوّر ہوتا ہے کہ وہ لامتناہی نہ ہوں گی بلکہ کبھی نہ کبھی جا کر ختم ہو جائیں گی ۔ لیکن یہ استدلال دو وجوہ سے غلط ہے ۔ ایک یہ کہ عربی لُغت کے لحاظ سے " حقب " کے لفظ ہی میں یہ مفہوم شامل ہے کہ ایک حقب کے پیچھے دوسرا حقب ہو ۔ اس لئے احقاب لازماً ایسے ادوار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی کے لئے بولا جائے گا جو پے در پے ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں اور کوئی دَور بھی ایسا نہ ہو جس کے پیچھے دوسرا دَور نہ آئے۔ دوسرے یہ کہ کسی موضوع کے متعلق قرآن مجید کی کسی آیت سے کوئی ایسا مفہوم لینا اُصولاً غلط ہے جو اُسی موضوع کے بارے میں قرآن کے دوسرے بیانات سے متصادم ہوتا ہو۔ قرآن میں ۳۴ مقامات پر اہل جہنم کے لئے خُلود (ہمیشگی) کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، اور ایک جگہ صاف صاف ارشاد ہوا ہے کہ" وہ چاہیں گے کہ جہنم سے نکل جائیں، مگر وہ اس سے ہرگز نکلنے والے نہیں اور اُن کے لئے قائم رہنے والا عذاب ہے"۔ (المائدہ، آیت ۳۷)۔۔۔ ان تصریحات کے بعد لفظ احقاب کی بنیاد پر یہ کہنے کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ جہنم میں خدا کے باغیوں کا قیام دائمی نہیں ہوگا بلکہ کبھی نہ کبھی ختم ہو جائے گا؟"

(تفہیم القرآن، جلد ۶، ص ۲۲۹، ۲۳۰)

۲۔ اُصولِ تفسیر کی دلیل:

قرآن مجید کی تفسیر کا ایک مسلّمہ اصول (بلکہ اصل الاصول) تفسیر القرآن بالقرآن ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآن ہی کی روشنی میں کی جائے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ القرآن یُفسّرِ بعضُہ بعضَہ (قرآن کا بعض اُس کے بعض کی تفسیر کر دیتا ہے)،

اس اصول کی روشنی میں دیکھا جائے تو قرآن مجید نے چاہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ مقامات پر یہ حقیقت واضح کر دی ہے کہ جنّت یا دوزخ میں رہنے والے 'خٰلِدِیْنَ فِیْھَا' ہوں گے یعنی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ گویا قرآن مجید نے خلود فی النار (دوزخ میں ہمیشگی) اور خلود فی الجنۃ (جنت میں ہمیشگی) کی تصریحات خود فرما دی ہیں۔ اور پھر گیارہ مقامات پر اس ضمن میں 'خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا' کے الفاظ آئے ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ "وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اُس میں رہیں گے" (ان گیارہ مقامات کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سورۃ نساء آیت ۵۷، ۱۲۲، ۱۶۹، سورۃ مائدہ آیت ۱۱۹، سورۃ توبہ آیت ۲۲، ۱۰۰۔ سورۃ احزاب آیت ۶۵، سورۃ تغابن آیت ۹، سورۃ طلاق آیت ۱۱، سورۃ جن آیت ۲۳ سورہ بینہ آیت ۸)

مزید برآں سورۃ کہف آیت ۳ میں 'مَاکِثِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا' کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ "وہ اُس میں ابد تک رہنے والے ہیں"

پھر سورۃ مائدہ آیت ۳۷ میں ہے کہ کافر یہ چاہیں گے کہ دوزخ سے نکل جائیں مگر وہ اُس میں سے نکل نہ سکیں گے اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہوگا:۔

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا	وہ (کافر) چاہیں گے کہ اُس
مِنَ النَّارِ وَمَا ھُمْ	آگ سے نکل بھاگیں، مگر
بِخَارِجِیْنَ مِنْھَا وَ	وہ اُس میں سے نکل نہ سکیں گے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ اور اُن کے لئے قائم رہنے
(المائدہ آیت ۳۷) والا عذاب ہوگا ۔

جب اتنے کثیر نصوصِ قرآنیہ اس بات کی صراحت کرتے ہیں کہ جنّت اور دوزخ میں خلود ہے، ہمیشگی ہے، دوام ہے اور ابدیت ہے، تو پھر 'احقاب' کے الفاظ سے کس طرح جنّت و دوزخ میں عدم خلود ہونے کا ثبوت نکالا جا سکتا ہے ؟

ہماری رائے میں اقبال مرحوم نے جنّت و دوزخ کے بارے میں جو نظریات قائم کئے ہیں وہ قطعی طور پر غلط اور قرآن مجید کی تعلیمات کے خلاف ہیں اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنے مخصوص فلسفے کی خاطر قرآنی آیات کی من مانی تاویل کی ہے ۔

جنّت کے بارے میں ایک تصوّر تو وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بیان فرما دیا ہے ۔ قرآن مجید نے اس جنّت کا تعارف کراتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ :

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيٓ اور جس چیز کو تمہارا جی چاہے
أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا گا بہشت میں موجود ہوگی
مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا اور جو چیز تم طلب کروگے
مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝ وہاں حاضر ہوگی ۔ یہ بخشنے
(حٰم سجدہ آیت ۳۱، ۳۲) والے مہربان خدا کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مہمانی ہو گی۔

گویا جنت وہ مقام جہاں وہ ساری نعمتیں اور آسائشیں میسّر ہوں گی جن کی تمنّا کی جا سکتی ہے اور نفسِ انسانی کی ہر طلب پوری ہو گی۔ جہاں پہ ہر پیاس کے لئے سیرابی، ہر بھوک کے لئے سیری اور ہر آرزو کے لئے تکمیل ہو گی۔ جہاں پہ کوئی جکڑ بندی، کوئی مجبوری اور کوئی اکتاہٹ نہ ہو گی۔ بلکہ ہر لمحہ نئی تازگی، ہر لحظہ نئی دلچسپی اور دل بستگی کا سروسامان ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کا ہمیں یہی تصور دیا ہے کہ اس میں نت نئے ممکنات موجود ہوں گے۔

لیکن اگر مقصود یہ ہو کہ جنتِ الٰہی کی بجائے محض اپنے تخیّل سے اور اپنے بل پہ ہم اپنے لئے کوئی الگ سے جنّتِ انسانی تخلیق کریں۔ تو ظاہر ہے ایسا ناممکن ہے کیونکہ ہماری بنائی ہوئی اس طرح کی جنّت کا نتیجہ وہی نکلے گا۔ جو شدّاد کی بنائی ہوئی جنّت کا نکلا تھا۔ اور اس اندازِ فکر و عمل کا قرآن مجید سے دُور کا بھی واسطہ نہ ہو گا۔

پھر یاد رہے کہ اقبال مرحوم ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کی کتاب "پیامِ مشرق" ۱۹۱۸ء میں، "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" ۱۹۳۰ء میں اور جاوید نامہ ۱۹۳۶ء میں طبع ہوئی ہے "تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ" اقبال مرحوم کے جن انگریزی خطبات پر مشتمل ہے وہ ۱۹۲۸ء اور ۱۹۲۹ء میں مدراس مسلم ایسوسی ایشن کی دعوت پہ مدراس، حیدر آباد اور علی گڑھ میں دیئے گئے تھے۔ اس طرح جنّت و دوزخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے متعلق اقبال مرحوم کے درج بالا نظریات گویا عمر بھر اُن کے نظریات رہے۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہوگا کہ ان کے یہ نظریات تو ان کی ابتدائی زندگی میں تھے، ممکن ہے بعد میں انہوں نے ان سے رجوع کر لیا ہو۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ جنت و دوزخ کے بارے میں اقبال مرحوم کے مذکورہ بالا نظریات کا تعلق ان کی ابتدائی زندگی سے ہرگز نہیں ہے اور ان سے اُن کا رجوع یا برارت اُن کی عمر کے کسی حصے میں بھی ثابت نہیں ہے۔

کہتے ہیں وہ اسلامی فقہ کی تدوینِ نَو کرنے کا ارادہ بھی رکھتے تھے، مگر قدرت نے اُن کو اس کو مہلت نہ دی۔ ہمارا خیال ہے کہ جب قرآن مجید کی آیات کے بارے میں اُن کا طرزِ عمل خود بدلنے کی بجائے قرآن کو بدل دینے کا رہا، تو نہ معلوم فقہ اسلامی سے اُن کا رویہ کیا ہوتا؟

ہمیں اعتراف ہے کہ اقبال ہماری قیمتی متاع ہے۔ وہ قافلۂ اُمّت کا حُدی خواں اور لشکرِ ملّت کا رجز خواں ہے۔ وہ ہمیں مایوسی اور قنوطیت سے بچاتا، جمود کو توڑتا، خوابیدہ دلوں کو بیدار کر کے اُنہیں زندگی اور حرکت سے آشنا کرتا ہے۔ وہ ہمیں اُمید اور رجائیت کی تلقین کرتا اور عالمگیر انقلابِ اسلامی کی دعوت دیتا ہے۔

مگر اس کے باوصف اقبال صاحبِ وحی نہیں ہے، وہ نبی اور رسول نہیں ہے، وہ پیغمبر یا فرستادۂ الٰہی نہیں ہے ——— بلکہ ایک انسان، ایک بڑا آدمی، ایک عظیم شاعر اور ایک بالغ نظر مفکر اور داعئ انقلابِ اسلامی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہم اقبال کی شاعرانہ عظمت اور اُس کی حکیمانہ فکر کا احترام کرتے ہیں ۔ لیکن کسی حال میں بھی اُس کی غیر مشروط اطاعت کا دَم نہیں بھر سکتے۔ کیونکہ ایسی اطاعت صرف اللہ اور اُس کے رسولؐ کا حق ہے اور اقبال نہ تو خدا ہے اور نہ رسول ۔ وہ معصوم عن الخطا یا غلطی سے پاک نہیں ۔ اس لئے وہ تنقید سے بھی بالاتر نہیں ۔ اس کے ہر صحیح کو صحیح اور ہر غلط کو غلط کہنا ضروری ہے ۔ ہمیں خُذْ مَا صَفَا ، دَعْ مَا کَدَر کے دانش مندانہ اصول کے مطابق حق بات کی تائید کرنا اور باطل قول کو چھوڑنا ہوگا ۔ اقبال شناسی کا صحیح طریقہ یہی ہے ۔ ہم صرف اسی صورت میں اقبال سے انصاف کر سکتے ہیں ۔ اسی میں اقبال کی عظمت پوشیدہ ہے ۔ ورنہ اگر ہم اُسے خدا یا نبی بنانے کی کوشش کریں گے تو پھر ہمارے پاس وہ اقبال بھی نہیں رہے گا جس پر آج ہمیں فخر و ناز ہے ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہماری مطبوعات

خدا کی ہستی	مولانا ابو الکلام آزادؒ	۰۰ــــ۱۲
آخرت کی زندگی	″ ″ ″	۰۰ــــ۶
تفسیر سورۂ نور	″ ″ ″	
قرآن سے ایک انٹرویو	محمد رفیق چودھری	۰۰ــــ۱۸
حدِ رجم	″	۰۰ــــ۳۶
قرآنیات (حصہ اوّل)	″	۰۰ــــ۵۴
حدیث قرآن کی تشریح کرتی ہے	″	۰۰ــــ۱۰
سُنّت سے ایک انٹرویو	(زیرِ طبع)	
قرآن سے ایک انٹرویو (انگریزی)	″	
قرآن سے ایک انٹرویو (فارسی)	″	
عربی اشعار	″	
تفسیری ترجمۂ قرآن مجید (پہلا پارہ)	″	

مکتبۂ قرآنیات، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکتبہ قرآنیات کی اوّلین پیشکش

www.KitaboSunnat.com

قرآن سے ایک انٹرویو

محمد رفیق چودھری

- سوال وجواب کے انداز میں قرآنی تعلیمات کا خلاصہ
- ہر جواب مع حوالہ اور سورت و آیت کا نمبر
- زندگی کے ہر شعبے سے متعلق قرآنی ہدایات کا مجموعہ
- قرآنی معلومات کا ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا
- سلیس اور شگفتہ زبان، نادر اسلوب اور دل نشیں پیرایۂ بیان

04925

چوتھا ایڈیشن ❁ صفحات ۱۳۶ ❁ قیمت ۱۸ روپے

مکتبہ قرآنیات لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "